أقضية رسول الله صلى الله عليه وسلم

دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے

نزاعات وخصومات کے وہ فیصلے جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود صادر فرمائے



تالیف

الشیخ العالم العلامۃ المحدث

ابو عبداللہ محمد بن فرج المالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتحقیق

ابو العرفان

حکیم محمد عبدالرشید

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں مَیں ان شاء اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کے وہ فیصلہ جات بیان کروں گا جو مجھ تک پہنچے ہیں۔ خواہ یہ فیصلہ جات اُن مقدمات سے متعلق ہوں، جن کو حضور نبی کریم ﷺ نے خود طے فرمایا اور خواہ وہ ہوں جن میں فیصلہ دیئے جانے کا حکم دیا ہو۔ اسلامی شریعت کی رو سے جس شخص کے سپرد لوگوں کے مقدمات طے کرنے کا کام ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس حکم کے سوا کوئی فیصلہ دے، جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان فرما دیا ہے یا جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ فرمانا ثابت ہو چکا ہے، یا جس پر علما نے ان تین وجوہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کسی ایسی دلیل کے ساتھ فیصلہ دیا، جو ان سے مستنبط ہوتی ہو۔ امام مالک، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی حاکم کے لیے لوگوں میں مقدمات کا فیصلہ کرنا جائز نہیں تاوقتیکہ وہ حدیث وفقہ دونوں کا عالم نہ ہو۔ اس کی عقل ودانائی اور زُہد وتقویٰ مسلمہ نہ ہو۔

ابُوعبداللہ محمّد بن فرج المالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

’’اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا‘‘

(سورۃ الأنبیاء ۱۰۷)

أقضية رسول الله صلى الله عليه وسلم

دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے

نزاعات وخصومات کے وہ فیصلے جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود صادر فرمائے

تالیف

الشیخ العالم العلامۃ المحدث

ابو عبد اللہ محمد بن فرج المالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ

(٤٠٤ھ - ٤٩٧ھ)

ترجمہ وتحقیق

ابو العرفان حکیم محمد عبد الرشید

تخریج

محمد عمر فاروقی

بک کارنر

جہلم۔ پاکستان

Darbar-e-Rasool ﷺ kay Faislay
by Abu Abdullah Muhammad Bin Farj Al Malki Al Qurtubi
Tans. Abul Irfan Hakeem Abdur Rasheed
Jhelum: Book Corner. 2019
248p.
1. Islam - Seerat ul Nabi ﷺ - Law
ISBN: 978-969-662-190-4

© جملہ حقوق بحق بشریٰ رحمٰن اور ورثا محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ناشر کی پیشگی اجازت کے بغیر کسی بھی وضع یا جلد میں
کُلّی یا جُزوی، منتخب یا مکرر اشاعت یا بصورت فوٹو کاپی، ریکارڈنگ، الیکٹرانک،
مکینیکل یا ویب سائٹ اَپ لوڈنگ کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

ناشر
گگن شاہد • امر شاہد

اشاعت: رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ/ جون ۲۰۱۹ء
نام کتاب: دربارِ رسول ﷺ کے فیصلے
تالیف: ابو عبداللہ محمد بن فرج المالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ وتحقیق: ابوالعرفان حکیم محمد عبدالرشید
تخریج: محمد عمر فاروقی
حروف خوانی: حافظ ناصر محمود
سرورق: محمد نعیم
مطبع: ایچ آئی سی ایس، لاہور

بک کارنر
شورُوم: اقبال لائبریری روڈ، بک سٹریٹ، جہلم (پاکستان)
Ph: +92 (544) 614977, 621953 Email: info@bookcorner.com.pk
WhatsApp # 0321-5440882 Facebook: book corner showroom

WWW.BOOKCORNER.COM.PK

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

اَیَا زِینَۃَ الدُّنیَا وَ یَا غَایَۃَ المُنٰی
وَ وَجہُکَ مِن مَّاءِ المَلَاحَۃِ اَزہَرُ

فَمَا وَلَدَت حَوَّاءُ مِن صُلبِ آدَمٍ
وَ مَا بِجِنَانِ الخُلدِ مِثلُکَ آخَرُ

ثَلَاثَۃُ أَضوَاءٍ تُضِیءُ مِنَ السَّمَا
وَ فِی سِرِّ قَلبِکَ مِثلُھُنَّ مُصَوَّرُ

فَاَوَّلُہٗ شَمسٌ وَ ثَانِیہِ کَوکَبٌ
وَ ثَالِثُہٗ بَدرٌ مُّنِیرٌ مُنَوَّرُ

عُلُومٌ نُجُومُ القَلبِ وَ العَقلُ شَمسُہٗ
وَ مَعرِفَۃُ الرَّحمٰنِ بَدرٌ مُنَوَّرُ

اِمَامِی کِتَابُ اللّٰہِ وَ بَیتُکَ قِبلَتِی
وَ دِینِی مِنَ الاَدیَانِ اَعلٰی وَ اَفخَرُ

شَفِیعِی رَسُولُ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ غَافِرِی
وَ لَا رَبَّ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکبَرُ

ابوالعرفان حکیم محمد عبدالرشید

ترجمہ

''اے دُنیا کی زینت، اے آرزوؤں کی آخری حد تیرا چہرہ ملاحت کی آب وتاب سے جگمگا رہا ہے۔ نہ حوّا نے صُلب آدم علیہ السلام سے (ایسا سپوت) جنا ہے اور نہ خلد کے باغوں میں تجھ جیسا کوئی اور ہے۔ تین روشنیاں آسمان سے دمکتی ہیں اور تیرے دل کے نہاں خانے میں ویسی ہی روشنیوں کی تصویر موجود ہے۔ ان میں سے ایک سورج ہے دوسرا ستارہ اور تیسرا روشن روشن ماہِ کامل۔ کچھ علوم ہیں کہ دل کے لیے ستاروں کی حیثیت رکھتے ہیں اور عقل سورج ہے اور معرفتِ الٰہی چودھویں کا روشن چاند۔ اللہ کی کتاب میرا اِمام ہے اور تیرا گھر میرا قبلہ اور میرا دین سب دینوں سے بڑھ کر اونچا اور قابلِ فخر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شفیع ہیں اور اللہ مجھے بخشنے والا ہے، اللہ کے سوا کوئی ربّ نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے۔''

(ڈاکٹر خورشید رضوی)

اللہ رسول محمد

فہرست

محمد ﷺ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔''

(الم نشرح ۴)

تذکرۂ رشیدیہ

ریاست بہاول پور کے ایک قصبہ قائم پور کے اندر ایک نہایت دین دار اللہ والے شخص رہتے تھے۔ ان کا اسم گرامی حکیم مولوی محمد عثمان تھا۔ باری تعالیٰ نے انہیں پہلوٹھی کا بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام انہوں نے محمد عبدالرشید رکھا۔ ابتدائی تعلیم وتربیت کے بعد والد ماجد نے اپنے سعادت مند بیٹے کو رشد ومعرفت کی راہ پر ڈال دیا۔ طویل سفر کی منزلیں طے کرنے اور بہت سی زبانوں پر عبور حاصل کرنے کے بعد وہ حکیم محمد اجمل خاں کے طِبیہ کالج دہلی میں داخل ہو گئے۔ وہاں سے گولڈ میڈل کے ساتھ افضل الحکماء کی اعلیٰ ترین ڈگری حاصل کر لی اور حکمت وطب کا پیشہ اختیار کر لیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب غیر منقسم ہندوستان میں مسلمان ریاستیں اپنی شناخت سے پہچانی جاتی تھیں اور والیانِ ریاست کے معالج خصوصی دیارِ غیر سے نہیں بلوائے جاتے تھے۔ حکیم محمد عبدالرشید کی مسیحائی اور نبض شناسی کی دھوم والئی ریاست بہاول پور تک پہنچ چکی تھی۔ جس کے باعث وہ ریاست بہاول پور کے نواب صادق محمد خان عباسی کے معالجِ خصوصی منتخب ہو گئے۔ انہیں دربار شاہی میں کرسی عطا ہوئی اور افسر الاطباء کا منصب تفویض کیا گیا۔ حکیم صاحب قبلہ کو کئی حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک حج کے دوران ان کی شہرت شاہ سعود تک پہنچ گئی۔ اس زمانے میں ان کی والدہ مکرمہ کو دوسرے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ شاہ سعود نے انہیں اپنی والدہ مکرمہ کے علاج کے لیے طلب فرمایا تھا۔ حکیم صاحب نے ان کا علاج کیا، ربّ ذوالجلال کی عنایتوں اور رحمتوں سے ان کی والدہ مکرمہ چند دنوں میں ہی صحت یاب ہو گئیں۔

بادشاہ نے خوش ہو کر اپنے خسروانہ انداز میں کہا:

”اے طبیب! مانگ تُو انعام میں کیا لینا چاہتا ہے؟ اگر تم پسند کرو تو مکہ معظّمہ میں ایک رباط (سرائے جس میں حجاج کرام قیام کرتے تھے) عمر بھر کے لیے تیرے نام لگا دی جائے، یا ہم ایک تحریر لکھ دیں تمہیں کہ تمہاری آنے والی ساری نسلیں شاہی

مہمان بن کر اعزازی طور پر ہمیشہ حج اور عمرہ کرتی رہیں......"

جب قبلہ حکیم صاحب نے بولنے میں کچھ توقف کیا......تو بادشاہ سلامت نے کہا:

"اے طبیب! تیرے ذہن میں کوئی اور خواہش ہے تو بول ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔"

تب حکیم عبدالرشید نے کہا:

"جناب! آپ نے جرأت اظہار بخشی ہے تو یہ بندۂ ناچیز گدائے احمد مرسل ﷺ اپنی خواہش کا اظہار کرتا ہے اور بندہ یہ بھی جانتا ہے کہ آپ کا قول، قول سدید ہوتا ہے اور آپ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔"

"بول اے طبیب بول، تیری مانگ پوری کی جائے گی۔"

حکیم عبدالرشید نے بڑے ادب سے گلوگیر آواز میں کہا:

"اعلیٰ حضرت! آپ کا فیض جاری رہے۔ اس مرتبہ خانہ کعبہ کا جو غلاف اتارا جائے۔ وہ اس فقیر بے نوا کو بخش دیا جائے......اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

گو بادشاہ حیران ہوا...... کہ زمانے کی دولتیں اور جائیدادیں چھوڑ کے اس شخص نے غلافِ کعبہ جیسا انعام لینے کو ترجیح دی۔ شاہ سعود نے اپنا وعدہ ایفا کیا۔ اس سال جو غلافِ کعبہ تبدیل کیا گیا اس کا لازوال تحفہ عطا کیا۔ انہیں سنہری خلعت پہنائی گئی۔ کلام پاک اور دیگر دینی کتب کے قلمی نسخے تحفتاً دیے اور انہیں ابوالعرفان کے خطاب سے بھی نوازا۔ یہ غلافِ کعبہ اگرچہ ضعیف ہو چکا ہے مگر ان کی اولاد کا یہی سب سے قیمتی اثاثہ بھی ہے۔ جس کی زیارت سب خاندان والے گاہے گاہے کرتے رہتے ہیں۔ اس نسبت سے حکیم صاحب قبلہ نے اپنی حویلی کا نام "دارالعرفان" رکھ دیا تھا۔

اسی غلافِ کعبہ کی برکتوں کے سائے میں ان کی ساری اولاد نے دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کی اور راستی کے راستے پر چلنا سیکھا۔ انہوں نے تمام بچوں کو سب سے پہلے غارِ حرا کی جانب رغبت دلائی اور فرما دیا۔ یہیں سے زندگی شروع ہوتی ہے اور یہیں پر بندگی کی انتہا ہوتی ہے۔ حکیم عبدالرشید قبلہ اپنے زمانے کی نابغۂ روزگار عبقری شخصیت تھے۔

وہ صرف شاہی طبیب ہی نہیں تھے بلکہ اللہ کی غریب مخلوق کے لیے بھی ایک مسیحا کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا ایک بہت بڑا شفاخانہ تھا۔ جس کے اندر مریضوں کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ ان کی انگلیوں کی پوروں پر اللہ کی رحمت شفا بن کر رہتی تھی۔ ان کی حویلی "دارالعرفان" مرجع خاص و عام تھی۔ طبیعت کے شاہ اور دل کے فقیر تھے۔ ایک بہت بڑا مہمان خانہ تھا۔ کوئی بھی نووارد یا مسافر وہاں قیام کرسکتا تھا۔ نامانوس

مہمانوں کے لیے وہاں ہمیشہ ایک دسترخوان سجا رہتا تھا۔ ''دارالعرفان'' عرفان و آگہی کا ایک ایسا مرکز بن گیا تھا جس کے اندر ہمہ وقت عمائدین شہر، سیاسی شخصیات، شاعر، ادیب، صحافی اور اخباروں کے مالکان محفل سجائے بیٹھے رہتے تھے۔ انہی محفلوں سے ان کے کئی شاگرد باریاب ہو کر نکلے اور نام پیدا کیا۔

وہ ایک سحر گو خطیب تھے۔ جب تقریر فرماتے تو ماحول ٹھٹھک کر رُک جاتا تھا...... ان کا دل پسند موضوع اذکارِ سیرت النبی ﷺ تھا۔ دن کے وقت تفکر و تدبر کی خیرات تقسیم کرتے اور شب کے پچھلے پہر ان کے کمرے سے تلاوتِ کلامِ پاک کی آواز گونجتی تھی تو سارے گھر میں ان کے لحن کی خوشبو پھیل جاتی تھی۔

حکیم صاحب قبلہ کا ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ جس کے اندر نادر علمی و دینی کتب کے قلمی نسخے، طب کی لاتعداد انمول کتب اور فلسفہ و منطق کی کئی جلدیں موجود تھیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے ورثا نے یہ تمام کتب مختلف لائبریریوں کو تحفتاً دے دی تھیں۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ ریاست بہاولپور کے جج جنت مکانی محمد اکبر کلیم صاحب قبلہ کے برادرِ نسبتی تھے جنہوں نے وہ تاریخ ساز و تابناک فیصلہ لکھا اور لکھنے کے دوران پیہم حکیم صاحب سے مشاورت میں رہتے تھے۔ جب کبھی بہاول پور میں ہندوستان کے جید علما کا کوئی اجتماع یا کانفرنس ہوتی تو تمام علما ''دارالعرفان'' میں ہی قیام کرتے تھے۔

اسی پاکستان کے اندر ایک نہایت عالی مرتبت بین الاقوامی شہرت کی حامل ایک عظیم شخصیت گزری ہے۔ محترم حضرت مولانا السیّد عبدالمعبود الحسنی والحسینی جنہوں نے مہبط رحمت الٰہیہ کے علاوہ سیکڑوں کتابیں سیرت، فقہ و حدیث پر لکھی ہیں۔ وصال کے وقت ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی اور انہوں نے ایک سو پچیس (125) حج کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ کسی زمانے میں انہوں نے ایک حج حکیم عبدالرشید کے ساتھ بھی کیا تھا۔ ان کا حکیم صاحب سے ہمیشہ روحانی رابطہ رہا۔

1978ء میں ایک بار جب وہ لاہور تشریف لائے تو انہوں نے اپنے ذرائع سے جناب حکیم عبدالرشید کی اولاد کو تلاش کر لیا۔ ان کی بڑی بیٹی کے ہاں ملنے کے لیے تشریف لائے اور حکیم عبدالرشید صاحب کا ایک روحانی پیغام پہنچایا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ روحانی طور پر ہر سال ان کی ملاقات میدانِ عرفات میں قبلہ حکیم صاحب سے ہوتی ہے اور انہی کے توسط سے یہ بھی منکشف ہوا کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران قبلہ حکیم عبدالرشید ایک محفل میں ذکرِ نبیِ آخرالزماں ﷺ اس محبت اور عقیدت سے فرما رہے تھے کہ ان پر جذب و کیف کا عالم طاری ہو گیا اور انہوں نے اس محفل میں فی البدیہہ ایک نعت مبارکہ سنا دی۔ گویا الفاظ آسمان سے ان کے ذہن میں برس رہے تھے۔ اس زمانے میں وہاں ایک معلم بھی موجود تھے۔ جن کا نام اور پتہ یہ تھا۔ معلم حامد محمود شبیکہ مکہ مکرمہ انہوں نے فوراً یہ نعت اپنے قلم سے لکھ لی اور جلی حروف میں لکھ کر اس رباط کے اندر لٹکا دی۔ جہاں حکیم صاحب قبلہ اور مولانا قیام کیے ہوئے تھے۔ اس فریم شدہ نعت کے

اوپر یہ الفاظ کندہ ہیں......

هٰذَا نظم المبارک انشا حکیم الامت

عالمِ علومِ خِفی و جلی واقف

اسرارِ ازلی جناب عالی افلاطون

زماں ارسطوئے دوراں سیّد الحکماء

عبدالرشید بہاول فوری الباکستانی

مولانا عبدالمعبود صاحب نے یہ نعت مبارکہ نقل کر کے ان کی اولاد کو تحفتاً دی اور یہ بھی بتایا کہ وہ پہلا معلم گو حیات نہیں ہے مگر ان کی اولاد نے آج بھی تبرکاً اپنے گھر میں یہ نعت آویزاں کر رکھی ہے۔ یہی وہ نعت ہے جو ''دربار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے'' کے موجودہ ایڈیشن کے صفحہ انتساب پر رقم کی جا رہی ہے۔

عربی کے علاوہ انہوں نے اُردو میں بھی ثناخوانی کی ہے۔ ''دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے'' کے لاتعداد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ابتدا ہی میں یہ کتاب فقہ اور قانون کے نصاب میں شامل رہی ہے۔ خود قبلہ حکیم صاحب نے اپنے دیباچہ میں اس کتاب کی اہمیت اور غرض و غایت کے بارے میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کر دیا ہے۔

''دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے'' کے علاوہ حکیم عبدالرشید صاحب کی کچھ اور بھی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب ہیں:

- تصحیحِ کلمہ
- سیرِ بوستان
- مجرباتِ ابوالعرفان
- ایٹم بم کو بے اثر کرنے کے طریقے
- سوسالہ زندگی کا راز

ریاست بہاول پور میں انہوں نے انجمن سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد رکھی۔ سالانہ اجتماع ''دارالعرفان'' میں ہوتا تھا۔ اس انجمن کا تسلسل آج بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے۔

1936ء میں انہوں نے فری دسترخوان کا نظریہ متعارف کرایا۔ حقیقت میں اس کی ابتدا بھی دارالعرفان میں ہی ہوئی۔ یہ وہ نظریہ ہے جو آج تقریباً پورے پاکستان میں پھیل چکا ہے۔

حکیم صاحب قبلہ کو خوب صورت خوشنما مساجد تعمیر کروانے کا الوہی ذوق ودیعت ہوا تھا۔ بے شمار

مساجد تعمیر کیں، جن میں ① قائم پور کی جامع مسجد ② شیخ واہن کی مسجد اور ③ ماڈل ٹاؤن بہاول پور کی جامع مسجد قابلِ دید ہیں۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد انہوں نے کاوشِ بسیار سے بہاول پور میں ایک شاندار طبیہ کالج کی بنیاد رکھی۔ اس کالج میں ہر سال ایک بین الاقوامی طبّی کانفرنس منعقد کرواتے تھے۔ یہ کالج آج بھی انہی خطوط پر چل رہا ہے۔

حکیم صاحب قبلہ...... اعلیٰ حضرت سراج الدین دامانی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کے خلیفۂ اکبر تھے۔ مریدین کا ایک وسیع حلقہ تھا، مگر ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ اولاد کو دینی و دنیوی تعلیم دینے کے حامی تھے۔

ہفتے میں ایک شام سب بچوں کو اپنے کتب خانے میں بٹھا کر، اقوالِ حکیمانہ اور کردارِ عارفانہ پر سیر حاصل گفتگو فرماتے تھے۔ بچوں کی ذہنی قابلیت کا اندازہ لگاتے تھے۔ ان کے اندر روشنی کی کرن ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان معرفت کی خوشبو سے بھری ہوئی شاموں کا اعجاز ہے کہ آج میں ایک ذرۂ خاک ان کی بلند و بالا شخصیت کا ذکر کرنے کے قابل ہوئی ہوں۔

گو "دار العرفان" کے اس صوفیانہ، ادیبانہ اور شاعرانہ ماحول نے دل کے اندر کتاب اور قلم سے محبت کا بیج بو دیا مگر آج مجھ بے بضاعت کا حقیر قلم بے بس نظر آتا ہے...... کس چاند سے روشنائی مانگوں...... کس ستارے سے تابش مستعار لوں...... کون سی لغت سے الفاظ و معانی کی خیرات مانگوں......

گزرے ہوئے شب و روز میں سے کون سی شام کی گرہ اپنے دوپٹے کے پلو سے کھول کر بچھاؤں...... کہ ان کے پیکرِ نورانی کی تصویر کشی کر سکوں۔ بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ فکر و عمل کے اس شجرِ پُر بہار کے ٹھنڈے میٹھے سائے تلے میں نے زندگی اور بندگی کا قرینہ سیکھا۔

ابا جی!...... اب تک جو بھی میں نے پایا آپ کے قدموں کے طفیل پایا......!!

از کجا ایں آتشِ عالم فروز اندوختی
کرمکِ بے مایا را سوزِ کلیم آموختی

خاک پائے والدین

بشریٰ رحمٰن

وطن دوست، گارڈن ٹاؤن، لاہور

15 شعبان المعظم 1440ھ

بمطابق 21 اپریل 2019ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حوالہ: 2440

مورخہ: ۶ رمضان ۱۳۹۳ھ

۱۴ اکتوبر ۱۹۷۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی

۵۔اے ذیلدار پارک۔اچھرہ

لاہور۔ ۱۲ (پاکستان)

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ہمارے نبی اکرم ﷺ کا منصب متعدد حیثیات کا حامل ہے۔آپ ﷺ دین کی تبلیغ وتعلیم بھی فرماتے تھے، مسلمانوں کی اخلاقی تربیت وتزکیہ کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔میدانِ جہاد میں سپہ سالار بھی ہوتے تھے اور اختلافی ونزاعی امور میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسا حاکم وقاضی بنا کر مبعوث فرمایا تھا جس کے فیصلے سے سرتابی کرنا تو درکنار اس کے خلاف دل میں خلش محسوس کرنا بھی منافیِ ایمان ہے۔قرآن مجید کا واضح اعلان ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (سورۃ النساء، آیت:۶۵)

’’نہیں، تمہارے ربّ کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں۔‘‘

آنحضور ﷺ کے یہ فیصلے دائماً واجب الاتباع اور ناقابل ترمیم وتنسیخ ہیں۔کتب حدیث میں ان کا عظیم الشان ذخیرہ محفوظ ہے اور بعض علما نے انہیں الگ مجموعوں کی صورت میں بھی مرتب کیا ہے جن میں ایک مختصر کتاب حافظ ابوبکر بن شیبہ کی ہے جس کا نام ’’اقضیۃ الرسول ﷺ‘‘ ہے۔بعد میں عبداللہ بن محمد المالکی نے اسی نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو تیس سے زاید کتابوں سے ماخوذ اور نسبتاً زیادہ مفصل ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ پہلے ابوالعرفان حکیم محمد عبدالرشید صاحب نے شائع کیا تھا جو نایاب تھا۔اب مرحوم کے ورثا اس کی طبع جدید کا انتظام کر کے شائقین کی تشنگی کو رفع کر رہے ہیں۔مجھے توقع ہے کہ مسلمان اس سعی کا خیر مقدم کریں گے اور اس سے استفادے کو باعث سعادت سمجھیں گے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

ایک نہایت معتبر کام

تہذیب وتمدن انسانی اور ثقافت اسلامی میں عدل و انصاف کو مقام اولیٰ اور عنوانِ شرعی و دینی حاصل ہے۔ بہ ایں ہمہ بشریت انسان کو صراطِ مستقیم سے ہٹا سکتی ہے اور اسے احترامِ معاشرت و مدنیت سے دُور کرسکتی ہے۔ ثمراتِ دنیوی کی لذت وشدت جب جادۂ مستقیم کو قلب وضمیر سے محو اور نظروں سے اوجھل کر دیتی ہے تو عدل و انصاف حرکت میں آ جاتے ہیں اور نہ صرف احترام معاشرت کو قائم کر دیتے ہیں بلکہ استحصال کی ہر راہ کو مسدود کر دیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید وفرقان حمید اس راہ میں حکمِ اوّل اور حرفِ آخر ہے اور حضور پُرنور ﷺ شریعتِ اسلامی کے نفاذ کامل اور عدل و انصاف کی حاکمیت کا عنوانِ جلی ہیں۔ اس باب میں اجماعِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی مقامِ شرف حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک مبارک حیثیت ''قاضی بالحق'' کی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دوسرے اشخاص اپنے معاملات، مسائل و مقدمات حضور پُرنور ﷺ کو پیش کرتے تھے اور حضور پُرنور ﷺ احکاماتِ قرآن حکیم کی روشنی میں فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ ان تاریخ ساز فیصلوں کو حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اور علمائے حق نے اپنی تحریرات میں سمویا ہے، بہ ایں ہمہ بعض صاحبان علم وفضل نے ان تاریخ ساز فیصلوں کو علیحدہ کر کے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ ان میں ایک نمایاں شخصیت حضرت عبداللہ بن فرج المالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

ان کی کتاب ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' کو دنیائے عدل و انصاف میں اہم مقام حاصل ہے ادوار اسلامی میں یقیناً یہ مجموعہ اقضیۃ الرسول ﷺ عدالت ہائے اسلامی کے لیے ایک رہ نما رہی ہے اور مقدمات کے اسلامی فیصلوں کا عنوان۔ ضرورت تھی کہ عدالت ہائے پاکستان کے محترم و معزز

قاضیوں (ججوں) کے لیے اسے اُردو زبان میں بہ کمال احتیاط پیش کیا جائے تاکہ عدالت ہائے پاکستان کے فیصلے روشنیٔ قرآن و حدیث سے عبارت ہوں۔ میرے نہایت اچھے دوست اور بزرگ عالی جناب محترم حکیم محمد عبدالرشید بہاول پوری صاحب نے ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' کا نہایت فصیح و محتاط ترجمہ کر کے عدالت ہائے پاکستان کی ثبات کے ساتھ مدد کی ہے۔

پاکستان میں عدل و انصاف ہنوز ''برطانویت'' کی گرفت میں ہے اور پاکستان میں متعدد ادارہ ہائے اسلامی کی تشکیل کے باوجود پچاس سال گزر جانے کے بعد ہم آج بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ عدالت ہائے پاکستان اقضیۃ الرسول ﷺ کو مشعلِ راہ بناتی ہیں۔ ادارہ ہائے نظریاتی اور اسلامی عدالت ہائے پاکستان پر اثر انداز نہیں ہو سکے ہیں۔

ریاست اسلامی پاکستان میں اس صورت حال کو بہ نگاہ تشویش دیکھنا چاہیے اور مستقبل کے لیے صحیح فیصلہ کرنا چاہیے۔

عزیزہ محترمہ بشریٰ رحمٰن سزاوار تحسین اور لائقِ تبریک ہیں کہ وہ نہایت اہتمام و احترام کے ساتھ اپنے والد حضرت افسر الاطباء کے ترجمہ ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' شائع کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائیں۔

بگرامی خدمت محترمہ بشریٰ رحمٰن صاحبہ

۲/ربیع الاوّل ۱۴۱۸ ہجری

8/جولائی 1997 عیسوی

حکیم محمد سعید

مقدمہ

مقننین عالم میں حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات سیّدنا محمد مصطفی ﷺ کی ذات بابرکات کو جو غیر معمولی امتیاز حاصل ہے، عالمی بصیرت نے ہر دور میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ ''لنکنز ان'' میں اسی اعتراف کے باوصف مشرق کے قانون دان اور پاکستان کے بانی قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ اس درجہ متاثر ہوئے کہ نہ صرف یہاں داخلہ لے لیا، بلکہ قانون کی تعلیم کو زندگی بھر کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ، گوئٹے (1832ـ1749) کے مستفسرا یکران کے سوال کے جواب میں جرمنی کے اس عظیم دانش ور کے اظہارات میں اسلامی قانون کے بارے علی الخصوص ذکر کرتے ہیں کہ یہ قانون کبھی ناکام نہیں ہوا، برخلافِ ازاں ہم نظام ہائے مقررہ کے باوصف اس کی عظمت کی بلندیوں کو نہیں چھو سکے۔ اسی طرح جارج برنارڈ شا (1950ـ1856) کی یہ بات تو ہمارے دور کی بات ہے کہ دورِ حاضر کی بے اعتدالیوں، بدامنیوں اور ناانصافیوں کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں زائل کرنے کے لیے کلی اختیارات شریعتِ محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بانی سیّدنا محمد مصطفی ﷺ کے حوالے کر دیئے جائیں۔

پاکستان کا قیام، محض اس مقصد کے لیے عمل میں آیا تھا کہ شریعت اسلامی کے نفاذ کے لیے ایک خطہ ارضی حاصل کیا جائے۔ قائداعظم کی گاندھی جی سے خط و کتابت میں اس مقصد کا برملا اظہار ہے انہوں نے لکھا:

''قرآن مجید مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تقریری، معاشی اور معاشرتی، غرض سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امورِ حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے فرائض سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک،

دنیوی زندگی کی جزا وسزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا وسزا تک ہر فعل اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے، لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہیں اور انہیں الگ وطن درکار ہے تو حیات و مابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔''

(گاندھی جی اور قائداعظم رحمہ اللہ کی خط وکتابت اگست 1944ء)

1945ء کے پیغام عید میں قائداعظم رحمہ اللہ نے پھر اسی حقیقت کا اظہار کیا کہ قرآن مجید مسلمان کے دین و ایمان کی اساس ہے، اسلام دینِ فطرت ہے، یعنی مذہبی، معاشرتی، تجارتی، تمدنی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے اور مسلمانوں کو متوجہ کیا کہ ہر مسلمان قرآن مجید کا مطالعہ کرے، کیونکہ اس نے (حال و مستقبل میں) اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں (قرآن مجید سے) رہنمائی لینی ہے۔

(پیام عید 1945ء)

- یہی وجہ ہے کہ اعلان پاکستان کے بعد قرار دادِ مقاصد میں دستوریہ کی اساس مستحکم، اسلامیہ جمہوریہ پاکستان...... ایک نظریاتی اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آیا۔ دستور آرٹیکل نمبر ۲ (الف) میں کہا گیا ہے:

  ''چونکہ اللہ تعالیٰ (اللہ تبارک و تعالیٰ) ہی پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا وہ ایک مقدس امانت ہے...... الخ!!''

  اور پھر آرٹیکل (۲) کی رو سے اسلام مملکتی مذہب ہے۔ آرٹیکل ۲۲ میں دینی اداروں کا تحفظ ہے اور آرٹیکل ۳۱ میں اسلامی طریقِ زندگی کے تحفظ کی ضمانت ہے...... چنانچہ آج جب ہم نفاذ شریعت اسلامی کی بات کرتے ہیں، تو یہ بڑی برمحل بات ہے، جو ہماری چودہ سوسالہ ملی روایت اور قانونیات کی روح عصری سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

- میرا خیال تھا کہ ہماری انتظامیہ، عدلیہ، اسلامی اداروں کے تعاون سے ہیئت حاکمہ کے دستوری مقتضیات کے احترام میں مستعدی سے پیش رفت کرے گی۔ باہمی مشاورت ہوگی، اہل علم سے مذاکرات ہوں گے۔ اس موضوع پر دنیائے اسلام سے رابطہ قائم کیا جائے گا۔ ان کے ہاں، اگر علمی اور تحقیقی کام ہوا ہے کہ احکام اسلامی اور قوانین مروّجہ کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہو اور اس سے فقہ وقانون کی تطبیق میں مدد مل سکتی ہو یا اجتہادات علمی کے کچھ ایسے ثمرات ہوں، جن سے قانون

اسلامی (قرآنی) کے نفاذ میں سہولت پیدا ہوسکتی ہو، لیکن بہ وجوہ یہ منصوبہ کماحقہٗ آگے نہیں بڑھ سکا۔ مغربی پاکستان کے محکمہ اوقاف کے مشیر تعلیم کے طور پر مجھے یہ معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا کہ ان معاملات میں ہنوز بہت کچھ کیا جانا باقی ہے۔ اپنے محدود دور میں بحمداللہ یہ ہوسکا کہ علامہ محمود الفہام جو میرے پیش رو تھے، یہاں سے فارغ ہو کر واپس مصر میں چلے گئے، تو انہیں جامعہ ازہر کا ریکٹر بنا دیا گیا۔ میری درخواست پر انہوں نے فقہ اسلامی کے قوانین عصریہ کی تطبیق پر عرب ممالک میں جو کام ہوا، اس پر مشتمل کچھ رپورٹیں بھیجیں (جو شاید مغربی پاکستان سیکرٹریٹ کے ریکارڈ میں اب بھی موجود ہوں)۔

اس خصوص میں ایک پہلو یہ تھا کہ فقہ اسلامی پر (یا قضاہائے رسول ﷺ) پر جس قدر کام ہوا ہے، اسے یکجا کیا جائے۔ عربی خصوص کا اردو میں ترجمہ کیا جائے اور اس طرح پورے ملک میں شرعی قانون کی اہمیت کا شعور عمومی بیدار ہو۔ اس پر بھی دُکھ ہوا کہ ہم کوئی ایسا ادارہ ترتیب نہیں دے پائے ہیں، جسے ارباب حکومت کی سرپرستی کا شرف حاصل ہو اور کوئی موثر اجتہادی قوت معرضِ وجود میں آ جائے۔ انفرادی طور پر (درد دل رکھنے والے) دانشوروں نے جن جن منصوبوں پر کام کیا بہ وجوہ وہ بھی عوام تک یا ارباب دانش تک نہ پہنچ سکا۔ رئیس الاطباء، ابوالعرفان حکیم عبدالرشید مرحوم ومغفور کا شمار ان چند فہیم فریس اور ولولہ اجتہاد رکھنے والے اہل علم میں کیا جاسکتا ہے، جنہوں نے آج سے تریسٹھ سال پہلے "دربار رسول ﷺ کے فیصلے" کے نام سے اقضیۃ الرسول ﷺ کا عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا اور وہ اس قدر مقبول ہوا کہ ۱۹۸۲ء میں ساتویں مرتبہ آئینہ ادب لاہور نے اسے شائع کیا اور ہنوز اس کی طلب باقی ہے............ حکیم صاحب قبلہ کے نزدیک یہ کتاب قانون فقہ اسلامی کا بہترین خلاصہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے اسلام کے دور اوّل کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ اطاعت الٰہی اور آئین اسلامی کی اساس سے شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے اور زندہ رہنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے نزدیک اس کتاب سے اسلامی عدالتوں کے سامنے خالص قانون اسلام کی نظیر پیش ہوگی، جس سے انہیں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا موقع ہاتھ آئے گا۔

یہ کتاب حکیم صاحب قبلہ کو حج کے دوران اتفاقاً مل گئی تھی اور یہ ان کی قومی خدمت ہے کہ انہوں نے یہ عظیم کام کر دیا ہے، جو ہمارے ملک کے علمی ادارے نہیں کر پائے۔ اس کتاب کے مصنف الشیخ العالم علامۃ الحدیث ابوعبداللہ محمد بن الفرج المالکی القرطبی رحمہ اللہ ہیں۔ یہ اس

موضوع پر اسی نام کی پہلی کتاب تالیف شیخ الانام امام ظہیر الدین علی بن عبدالعزیز المرغینانی الحنفی المشرقی ۵۰۶ھ رحمۃ اللہ کی شرح اوّلین ہے۔ اس کی توثیق کے زیر نظر نسخہ اقضیۃ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تالیف عبداللہ محمد بن الفرج المالکی القرطبی شائع کردہ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکا بجوار سیدنا الحسین بمصر ۱۹۲۷ء اور اسے مطبع دار احیاء الکتب العربیہ نے زیورِ طبع سے آراستہ کیا۔ اس کے صفحہ ۲ پر تحریر ہے:

''اقضیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' للشیخ الامام ظہیر الدین بن عبدالعزیز بن عبدالرزاق المرغینانی الحنفی المتوفی سنۃ ۵۰۶ ولھا شروح (اور اس کی شرحیں ہیں) وللشیخ عبداللہ محمد بن فرج المالکی اوّلھا (اور شیخ عبداللہ محمد بن فرج المالکی کی شرح سب سے پہلی ہے) پنجاب پبلک لائبریری لاہور نسخہ ع۔۲۰۰۷/ ۳۵ء ۲۹۷) یہ نسخہ غالباً مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ کے سامنے نہ تھا ورنہ یہ امر کسی وضاحت کا طالب نہ تھا کہ یہ کتاب امام القرطبی کی تصنیف نہیں، بلکہ امام المرغینانی کی کتاب ''اقضیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی پہلی ''شرح'' ہے۔

فقہ و قانون کی اس بے حد اہم دستاویز کے مشمولات فقہی ہیں کہ ان کی کسی حد تک تصریحات پس منظر کے طور پر پیش کر دی جائیں۔

قانون دراصل یونانی الاصل لفظ CAMOM ہے، جس کے مفہوم میں شریعت موسوی کا مکمل نفاذ داخل تھا اور یہ Rule اور Regulation سے اخص ہے، کیونکہ اس میں ہیئت حاکمہ کی متابعت کا لزوم شامل ہے۔ جب اس وقت کے مذہب کی اصطلاح سے باہر انسانی اعمال و کردار کو کسی عمومی نظام سے منسلک کرنے کی ضرورت پیدا ہوئی، تو ایک اور اصطلاح Lago عام ہوئی۔ اس کا مفہوم ان تمام روایات اور رسم و رواج پر محیط تھا، جو اس وقت کے معاشرے نے اپنے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ Lago میں معنوی طور پر یہ امر بھی موجود ہے کہ یہ ضوابط مرتب اور ضبط تحریر میں ہی ہیں اور سب کی باہمی رضامندی اور مشاورت سے طے پائے ہیں اور ان پر معاشرے کی روزمرہ امن و سلامتی کا دارومدار ہے۔ یہی اصطلاح رفتہ رفتہ Law کی لفظی تشکیل پا گئی۔ Law لغوی اعتبار سے

Law means all the rules established by authority or Customs for regulating the behaviour of the members of a community or a country(Welster).

گویا قانون ان تمام ضوابط سے عبارت ہے، جسے کوئی ہیئت حاکمہ اپنے معاشرے کے افراد کے لیے نافذ کرتی ہے اور اس سے اس کا مقصد ان کے کردار کی تعمیر و تنظیم ہوتی ہے۔ بابل کے بادشاہ حمورابی کا نام تاریخ انسانی کے اوّلین قانون کاروں میں شمار کیا جاتا ہے اس نے (1792 ق م تا 1750 ق م) میں مختلف قبائل کی رسموں، رواجوں اور اخلاقی و مذہبی ضابطوں کو ایک ہم آہنگ قانونی شکل دی۔ اس کے سامنے اس کے ایک سو دس (110) سال پہلے حکمران کے لی۔ پٹ اشکار کا جمع کردہ مجموعہ قوانین تھا، جس سے اسے بڑی مدد ملی۔ قانون حمورابی پر مشتمل پارالواح 1901 میں ملی تھیں، جو پنسلوانیا یونیورسٹی میوزیم میں موجود ہیں۔ ساتویں صدی ق م میں قانون دان کارڈریکو نے ایک مجموعہ قوانین تیار کیا، لیکن اس کی سخت گیری سے لوگ پریشان ہو گئے اور انہوں نے سولن کے مرتب کردہ قوانین سے بدل لیا۔ رومیوں نے اپنی عدلیہ کی بنیاد رائج الوقت عوایز رسمیہ پر رکھی اور ججوں کے ذریعے سے اس میں تبدیلی پیدا کی۔ شہنشاہ جسٹنین نے اس پر Roman کی عمارت تعمیر کی اور یہ مساعی مختلف قوموں کے قبول کردہ قوانین حیات کی بنیاد بن گئیں۔

کسی اور متداولہ قومی قوانین کے نظریہ کے علی الرغم اسلام کا ضابطہ حیات قرآن مجید ہے، جو ان تمام ترتیلاتِ ربانی کا مخزن ہے جس کا مہبط حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ذات والا صفات ہے اور جو اس تمام الہامی سرمایہ رشد و ہدایت پر حاوی ہے، جو حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے موجود تھا۔ قرآن مجید ایک مکمل نظام حیات کی رہنمائی کرتا ہے اور مسلمانوں کا ملی کوڈ آف لائف ہے۔ من لم یحکم بما انزل اللہ کا پورا گروہ اس وقت فسق، ظلم اور کفر میں مبتلا ہے، جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہوا۔ قرآن مجید پاکستان کے آئین کی اساس ہے اور پاکستان کے قیام کا واحد مقصد ملک کی پوری زندگی کی شریعت قرآن کے مطابق اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں مکمل تاسیس ہے۔

اس قانون میں سابق چیف جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کی تحقیق کے مطابق مساوات، ضمیر و اعتقاد اور مذہب کی آزادی، جان کے تحفظ کا حق، ملکیت کے تحفظ کا حق، یہ حق کہ کسی کے جرم کا وبال کسی دوسرے پر نہیں ہے، شخصی آزادی نقل و حرکت، اجتماع کی آزادی کا تحفظ، بنیادی ضروریات زندگی، عزت کے تحفظ اور مناسب عدالتی کارروائی کے مطابق حق ہے۔ اس کے برخلاف ڈاکٹر تنزیل الرحمان سابق چیف جسٹس کے نزدیک ایک معاشرہ میں ان کے یہ مغربی قوانین بہ یک وقت قانون اور اخلاق کے متوازی معیار قائم کرتے ہیں، جسے

کانٹ (1804-1724) انسانی زندگی کے الگ الگ خارجی اور داخلی طرز عمل قرار دیتا ہے اور مشہور انقلابی مفکر کیلسن اخلاقی تصورات قانون میں شامل کر دینے اور اس میں سمو دینے کے سخت خلاف ہے۔ اس کے نزدیک اخلاقیات ایک موضوعی Subjective چیز ہے۔ اس لیے اس کو قانون کے سائنسی مطالعہ میں بہ حیثیت معروضی یعنی Objective حقیقت کے شامل نہیں کیا جا سکتا۔ جسٹس تنزیل الرحمان کہتے ہیں کہ کیلسن کی یہ رائے دراصل مجرد قانون Pure Law کے نظریے پر مبنی ہے۔ اس کی اساس میں مسیحیت کا نقطہ نظر کارفرما ہے کہ بادشاہ کو بادشاہ کا حق دو اور پوپ کو پوپ کا۔ اس طرح دین و دنیا کے دو دائرے الگ الگ کر دیئے گئے اور اس سے انسانی شخصیت میں ثنویت اور Dualism نے جنم لیا۔ اسلامی تعلیمات کی بنیاد عقیدہ وحدت الوہیت کبریٰ پر رکھی گئی ہے، جس میں دین و دنیا کی حسنات کا حسین ترین امتزاج ہے اور اس کے مظاہر میں فرد، جماعت، قوم اور بین الاقوامی سطح پر عالم انسانیت کی وہ وحدت عظیم ہے، جو پورے نظام عبادات میں جاری و ساری ہے۔ محلے کی مسجد کی نماز باجماعت سے لے کر حج کے بین الاقوامی اجتماع تک گویا وحدت انسانی الوہیت کبریٰ کا ایک حرکی حوالہ ہے۔

ضوابط و احکام الہامی بے لچک اور قائم بالذات ہیں۔ انسانی مزاج میں سہل انگاری، حیلہ جوئی، تاویل تراشی اور خطا کوشی شامل ہے۔ ان کے زیر اثر مختلف ادوار میں قوانین اسلامی کی بعض صورتوں میں گرفت کمزور کرنے کا رجحان معاصرین کے ہاں رہا ہے۔ پاکستان کے ایک آنجہانی چیف جسٹس اے۔ آر کارنیلس تھے، جو پاکستان کے وزیر قانون بھی رہ چکے ہیں اور اسلامی قانون کی برتری اور عظمت کے قائل تھے۔ انہوں نے ۱۲ اگست ۱۹۶۵ء کو سڈنی (آسٹریلیا) میں بین الاقوامی سطح کی وزرائے قانون اور اٹارنی جنرلز کی کانفرنس میں اپنے مقالے میں کہا:

> ''زمانہ حال کے قانون فوجداری کے ماہرین کے لیے ملزم کی ذات کے تحفظ کا مسئلہ خاصی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس ضمن میں ان کی توجہ نئے اور بعید از فہم عذرات کی جانب مرکوز ہے، اگر پاکستان میں فوجداری کارروائیوں کا جائزہ لیا جائے، تو یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں ان پر مزید توجہ دی گئی تو ملزموں کو ایک بہتر پوزیشن حاصل ہو جائے گی، جو مفاد عامہ کی نظر میں خلاف ضمیر، بلکہ کسی حد تک خطرناک ثابت ہوگا۔ چیف جسٹس موصوف نے موجودہ سزا کے طریقوں میں قید کے طریقے کی افادیت میں شک و شبہ کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مقالے کے آخر میں اصولی طور پر اسلامی سزاؤں کے نظام کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کی تجویز پیش کی اور

سعودی عرب کے نظام قانون و عدل کا حوالہ دیا (جہاں سخت گیر قوانین کی وجہ سے جرائم میں کمی ہے)۔"

(معاشرہ اسلامی میں قانون کا مقام، جسٹس تنزیل الرحمان)

اسلامی نظام قانون کا یہ امتیاز بھی اپنی جگہ برقرار ہے کہ وہ حرکی ہے اور اس میں ہر زمانے کے تقاضے پورے کرنے کی صلاحیت ہے۔ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اور اس خصوص میں علمائے مجتہدین زندگی کے ہر دور کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر قوانین قرآنی کی تشریحات کرتے رہتے ہیں، چنانچہ ہمارے ہاں شریعت کریمنل لاز Shariat Crimnal Laws پاکستانی پینل کوڈ کا حصہ ہیں، جن میں جائیداد (۱۹۷۹ء) زنا (۱۹۷۹ء) قذف (۱۹۷۹ء) جسمانی سزا (۱۹۷۹ء) شراب و منشیات ۱۹۷۹ء بلوچستان اور پنجاب میں شراب و منشیات (۱۹۷۹ء) کے بارے میں واضح حدود مقرر ہیں۔ اسی طرح اسمبلی لاز بھی پاس ہوتے رہتے ہیں اور عمل اجتہاد جاری و ساری ہے۔ جنوبی افریقہ کے صدر نیلسن منڈیلا نے مشہور مسلم اسکالر قاضی مجاہد الاسلام سے افریقی مسلمانوں کے لیے پرسنل لاز مرتب کرائے ہیں۔

بھارت کی اسلامی فقہ اکیڈیمی نے عائلی نظام میں نو سو مجتہدین کی مشاورت اور تین سو مجتہدین کے متفقہ فتاویٰ پر بیویوں کے حقوق کے تحفظ میں موثر اقدامات تجویز کیے ہیں، جن کے نافذ ہونے پر اکیڈیمی کے سیکریٹری مولانا امین عثمانی نے توقع ظاہر کی ہے کہ اس خصوص میں تجویز کردہ نیا نکاح نامہ شادی، نکاح اور اخلاقی قوانین میں اصلاح کے ساتھ ساتھ خواتین کی بہتر حیثیت متعین کرنے میں مددگار ثابت ہوگا (نوائے وقت لاہور ۱۲۸ کتوبر ۱۹۹۷ء)۔

اسلامی ری پبلک پاکستان کے آئین کی دفعہ ۲۲۷ کے مطابق تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت کے مطابق بنایا جانا ہے، جن کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام کے حوالہ دیا گیا اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔ اس آرٹیکل میں دو باتیں ہیں (ا) گزشتہ قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنا اور (ب) نئے قوانین کو اسلام کے مطابق بنانا۔ دفعہ ۲۳۰ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے جو کارہائے منصبی بیان کیے گئے ہیں، ان میں شق "ج" میں ہے کہ ایسی تدابیر کہ جن سے نافذ العمل قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔ نیز ان مراحل کی، جن سے گزر کر محولہ تدابیر کا نفاذ عمل میں لانا ہے، سفارش کرنا اور (د) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لیے اسلام کے ایسے احکام ایک موزوں شکل میں تدوین کرنا، جنھیں قانونی طور پر نافذ کیا جا سکے۔

آرٹیکل ۳، ۲ الف کی رو سے وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے اور ہمیں توقع رکھنی چاہیے کہ پاکستان کی کوئی فرض شناس حکومت اسلامی پروژن کے لیے مجتہدانہ بصیرت کو بروئے کار لائے گی اور بلاشبہ ابوالعرفان حکیم عبدالرشید رحمہ اللہ اور دیگر دینی شعور رکھنے والے مقنن کا اور اسلامی قانون دانوں کا مجتہدانہ کام منظر عام پر آئے گا۔

علامہ شبیر بخاری

523 جہانزیب بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن

14/اپریل 1998ء

دیباچہ

حضورِ انور ﷺ اس دُنیا میں جن مقدس حیثیتوں میں تشریف لائے، اُن میں سے آپ ﷺ کی ایک مبارک حیثیت ''قاضی بالحق'' کی بھی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دوسرے اشخاص آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں اپنے معاملات و مقدمات فیصلہ کے لیے پیش فرماتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ اُن کا فیصلہ حکمِ الٰہی کے مطابق فرما دیتے تھے۔ یہ فیصلے ہم تمام مسلمانوں کے لیے، بلکہ ایک طرح سے تمام انسانوں کے لیے، فصل خصومات اور فیصلۂ مقدمات کے لیے شرعی امثال اور قانونی نظیریں ہیں، حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے اپنے مجموعوں میں متفرق طور سے ان کو روایت کیا ہے۔ بعض علمائے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم نے ان کو علیحدہ رسالوں کی صورت میں جمع کر دیا ہے تاکہ ضرورتمندوں کو آسانی ہو۔

اس قسم کی دو کتابیں بہت اہم اور معروف ہیں اُن میں سے ایک امام ظہیر الدین مرغینانی حنفی رحمہ اللہ المتوفی ۵۰۶ھ کی ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' ہے اور دوسری عبداللہ محمد بن فرج المالکی القرطبی کی کتاب اسی نام سے ہے، جو مصر میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب اسی دوسری کتاب کا ترجمہ ''دربارِ رسول ﷺ کے فیصلے'' کے نام سے پیشِ نظر ہے۔ اس کو جناب حکیم محمد عبدالرشید صاحب نے بڑی محنت سے عربی سے اُردو میں منتقل کیا ہے۔

یہ کتاب اس لحاظ سے مسلمانوں کے لیے مفید ہوگی کہ اس کو سامنے رکھ کر اُن کو اپنی اِصلاح و تزکیہ اور نزاعات کے فیصلے کا موقع ملے گا۔ اسلامی عدالتوں کے سامنے خالص قانونِ اسلام کی نظیر پیش ہوگی، جس سے اُن کو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کا موقع ہاتھ آئے گا۔

والسلام

سید سلیمان ندوی رح

عباس منزل، صفر ۱۳۵۸ھ۔ بہاول پور

پیش لفظ طبع اوّل

ہماری سرکار دولت مدار والاتبار، معدلت گستر، انصاف پسند رعیت پرور، رفیع الشان، بلند مکان، عالی جاہ، رفعت پناہ، حضور فیض گنجور اعلیٰ حضرت نواب صاحب والی ریاست بہاولپور ادام اللہ ملکہٗ و زادعزہ، ورفع قدرہ، ونصر جنودہ واعوانہ نے جب سے اپنی رعایا کی بہبودی وخوش حالی کے لیے ہائی کورٹ کی بنیاد رکھی ہے اور راعی اور رعایا کے حقوق کی نگہداشت وغور و پرداخت کا پورے طور پر حق ادا کیا ہے اور انصاف گستری اور رعایا پروری کا عملی ثبوت پیش کیا ہے، اس وقت سے میرے دل میں یہ جذبہ موجزن رہا کہ میں کس طریق اور کون سے ذریعہ سے حضور اعلیٰ کی اس کرم فرمائی و دادگستری کا شکریہ اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں پیش کروں، مدت تک یہ شوق دامن گیر رہا مگر کوئی معقول سبیل نظر نہ آئی جو میرے اس احساس کی نمائندگی کرتی۔

حسن اتفاق کہ امسال جب اس ناچیز کو بیت اللہ الحرام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو باب السلام کے باہر ایک کتب فروش سے مجھے ایک کتاب دستیاب ہوئی جس کا نام نامی ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے آنحضرت ﷺ کے تقریباً وہ تمام فیصلہ جات درج کیے ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے زمانۂ حیات میں صادر فرمائے تھے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ یہ کتاب اگرچہ بہت پرانی ہے مگر اس کو زیورِ طبع سے آراستہ ہوئے تھوڑی مدت گزری ہے اس کے مطالعہ سے میری اُس آرزو کو جو مدت سے میرے ناچیز ضمیر میں مستور تھی پوری ہونے کی جھلک نظر آئی۔ اگر اس شکریہ کے لیے کوئی موزوں تحفہ وہدیہ پیش کرسکتا ہوں تو وہ صرف یہ کتاب ہوسکتی ہے۔ کیونکہ سپریم کورٹ، محکمۂ قضا کے ایک اعلیٰ محکمہ کا نام ہے جس کے بعد کوئی اور قانونی چارہ جوئی نہیں ہوسکتی اور اس کے فیصلے ماتحت عدالتوں کے لیے قانون و نظائر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اہل اسلام کے لیے آنحضرت ﷺ کے فیصلے اس سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور کسی مسلمان کو اُن کی خلاف ورزی یا روگردانی کا حق حاصل نہیں کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ

وَمَاۤ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

''رسول ﷺ تمہیں جو کچھ دیں اُس پر عمل پیرا (یعنی وہ کام لازمی کرتے) رہو اور جس بات سے روکیں اُس سے (لازمی) رُکے رہو۔'' (سورۃ الحشر، آیت: 7)

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔

''کسی مومن مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول ﷺ فیصلہ فرما دیں تو وہ یہ کہیں کہ اُنہیں اپنے معاملات میں اختیار ہے۔'' (سورۃ الاحزاب، آیت: 36)

یہ کتاب چونکہ عربی زبان میں ہے اور ہمارے ملک و وطن کے عام لوگ عربی زبان سے عموماً ناآشنا ہیں، اس لیے ہر ایک مسلمان اس کتاب سے کماینبغی استفادہ نہیں کرسکتا۔ بامر مجبوری یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اصل کتاب کا ترجمہ سلیس اردو میں شائع کیا جائے تاکہ ہر ایک اردو دان اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ میں اس کتاب کو اعلیٰ حضرت سرکار عالی والاتبار کے نام نامی پر نامزد کرتا ہوں اور حضور کی رعایا پروری اور ذرہ نوازی کو ملحوظ رکھتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ اس تحفہ نایاب کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں گے۔ جو سعادت مند مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کے اُن ارشادات و نظائر کے اتباع میں جو اس کتاب میں جمع کیے گئے ہیں، اپنی زندگیاں گزاریں گے، اُن کے راہِ راست پر چلنے کا ثواب بھی حضور سرکار عالی کے اعمال حسنہ میں اضافہ کا موجب بنے گا اور یہ صدقۂ جاریہ ہمیشہ آپ کے حسنات میں شمار ہوتا رہے گا۔ اس کے بعد میں جناب وزیر اعظم خان بہادر نواب نبی بخش محمد حسین صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے میرے اس کام میں بے حد امداد فرما کر ممنون احسان فرمایا اور ساتھ ہی میں جناب وزیر تعلیم مولوی شمس الدین محمد کا بھی از حد شکرگزار ہوں کہ ان کی حوصلہ افزائی سے یہ مشکل کام میرے لیے آسان بن گیا۔ اسی طرح خان بہادر حاجی کرنل مقبول حسن قریشی ہوم منسٹر اور جناب حاجی سردار محمد امیر خاں صاحب ہولڈ منسٹر و دیگر عمائدین و اراکین ریاست کا جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس کتاب کی اشاعت کے لیے طرح طرح سے اس ناچیز کی ہمت بڑھائی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ چونکہ لٹریچر کی اشاعت اور ترجمہ و تالیف کا اس سے قبل مجھے کوئی تجربہ نہ تھا اس لیے جن حضرات نے اس سلسلے میں میری اعانت فرمائی وہ بھی میرے تشکر و امتنان کے مستحق ہیں اور میں صمیم قلب سے اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ابوالعرفان حکیم محمد عبدالرشید نقشبندی مجددی

افسر الاطباء، ریاست بہاول پور

پیش لفظ طبع اوّل

ہماری سرکار دولت مدار والاتبار، معدلت گستر، انصاف پسند رعیت پرور، رفیع الشان، بلند مکان، عالی جاہ، رفعت پناہ، حضور فیض گنجور اعلیٰ حضرت نواب صاحب والی ریاست بہاولپور ادام اللہ ملکہٗ و زادعزہ، ورفع قدرہ، ونصر جنودہ واعوانہ نے جب سے اپنی رعایا کی بہبودی وخوش حالی کے لیے ہائی کورٹ کی بنیاد رکھی ہے اور راعی اور رعایا کے حقوق کی نگہداشت وغور و پرداخت کا پورے طور پر حق ادا کیا ہے اور انصاف گستری اور رعایا پروری کا عملی ثبوت پیش کیا ہے، اس وقت سے میرے دل میں یہ جذبہ موجزن رہا کہ میں کس طریق اور کون سے ذریعہ سے حضور اعلیٰ کی اس کرم فرمائی و دادگستری کا شکریہ اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں پیش کروں، مدت تک یہ شوق دامن گیر رہا مگر کوئی معقول سبیل نظر نہ آئی جو میرے اس احساس کی نمائندگی کرتی۔

حسن اتفاق کہ امسال جب اس ناچیز کو بیت اللہ الحرام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو باب السلام کے باہر ایک کتب فروش سے مجھے ایک کتاب دستیاب ہوئی جس کا نام نامی ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے آنحضرت ﷺ کے تقریباً وہ تمام فیصلہ جات درج کیے ہیں جو آپ ﷺ نے اپنے زمانۂ حیات میں صادر فرمائے تھے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ یہ کتاب اگرچہ بہت پرانی ہے مگر اس کو زیورِ طبع سے آراستہ ہوئے تھوڑی مدت گزری ہے اس کے مطالعہ سے میری اُس آرزو کو جو مدت سے میرے ناچیز ضمیر میں مستور تھی پوری ہونے کی جھلک نظر آئی۔ اگر اس شکریہ کے لیے کوئی موزوں تحفہ وہدیہ پیش کر سکتا ہوں تو وہ صرف یہ کتاب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ سپریم کورٹ، محکمۂ قضا کے ایک اعلیٰ محکمہ کا نام ہے جس کے بعد کوئی اور قانونی چارہ جوئی نہیں ہو سکتی اور اس کے فیصلے ماتحت عدالتوں کے لیے قانون و نظائر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اہل اسلام کے لیے آنحضرت ﷺ کے فیصلے اس سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور کسی مسلمان کو اُن کی خلاف ورزی یا روگردانی کا حق حاصل نہیں کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

''رسول ﷺ تمہیں جو کچھ دیں اُس پر عمل پیرا (یعنی وہ کام لازمی کرتے) رہو اور جس بات سے روکیں اُس سے (لازمی) رُکے رہو۔'' (سورۃ الحشر، آیت:7)

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔

''کسی مومن مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول ﷺ فیصلہ فرما دیں تو وہ یہ کہیں کہ اُنہیں اپنے معاملات میں اختیار ہے۔'' (سورۃ الاحزاب، آیت:36)

یہ کتاب چونکہ عربی زبان میں ہے اور ہمارے ملک و وطن کے عام لوگ عربی زبان سے عموماً ناآشنا ہیں، اس لیے ہر ایک مسلمان اس کتاب سے کماینبغی استفادہ نہیں کرسکتا۔ بامر مجبوری یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اصل کتاب کا ترجمہ سلیس اردو میں شائع کیا جائے تا کہ ہر ایک اردو دان اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ میں اس کتاب کو اعلیٰ حضرت سرکار عالی والاتبار کے نام نامی پر نامزد کرتا ہوں اور حضور کی رعایا پروری اور ذرہ نوازی کو ملحوظ رکھتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ اس تحفہ نایاب کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں گے۔ جو سعادت مند مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کے اُن ارشادات و نظائر کے اتباع میں جو اس کتاب میں جمع کیے گئے ہیں، اپنی زندگیاں گزاریں گے، اُن کے راہِ راست پر چلنے کا ثواب بھی حضور سرکار عالی کے اعمال حسنہ میں اضافہ کا موجب بنے گا اور یہ صدقۂ جاریہ ہمیشہ آپ کے حسنات میں شمار ہوتا رہے گا۔ اس کے بعد میں جناب وزیر اعظم خان بہادر نواب نبی بخش محمد حسین صاحب کا بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے میرے اس کام میں بے حد امداد فرما کر ممنون احسان فرمایا اور ساتھ ہی میں جناب وزیر تعلیم مولوی شمس الدین محمد کا بھی از حد شکر گزار ہوں کہ ان کی حوصلہ افزائی سے یہ مشکل کام میرے لیے آسان بن گیا۔ اسی طرح خان بہادر حاجی کرنل مقبول حسن قریشی ہوم منسٹر اور جناب حاجی سردار محمد امیر خاں صاحب ہولڈ منسٹر و دیگر عمائدین و اراکین ریاست کا جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس کتاب کی اشاعت کے لیے طرح طرح سے اس ناچیز کی ہمت بڑھائی تہہِ دل سے ممنون ہوں۔ چونکہ لٹریچر کی اشاعت اور ترجمہ و تالیف کا اس سے قبل مجھے کوئی تجربہ نہ تھا اس لیے جن حضرات نے اس سلسلے میں میری اعانت فرمائی وہ بھی میرے تشکر و امتنان کے مستحق ہیں اور میں صمیمِ قلب سے اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ابوالعرفان حکیم محمد عبدالرشید نقشبندی مجددی

افسر الاطباء، ریاست بہاول پور

خدائے قدوس کی آخری الہامی کتاب بتلاتی ہے کہ موجودہ امتحان اور ابتلا ہمارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے ارشاد قرآنی:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ (سورۃ الملک: 2)

سے اللہ کی منشا یہی معلوم ہوتی ہے کہ مصائب کے ابتلا میں گھری ہوئی دُنیا سے یہ دریافت کیا جائے کہ تم میں سے حسن اعمال والے کتنے ہیں۔ جی چاہی زندگی والے بدکار کتنے ہیں، رب چاہی زندگی والے نیکوکار کتنے ہیں۔ جی چاہی زندگی کا نام مصیبت ہے، رب چاہی زندگی کا نام نجات ہے۔ جی چاہی زندگی اللہ کو غضب ناک کرتی ہے اور رب چاہی زندگی اللہ کو مہربان کرتی ہے۔ جی چاہی زندگی ناپاک زندگی ہے اور رب چاہی زندگی پاک زندگی اور اسلامی زندگی ہے فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً اس کا مؤید ہے۔ میں بار بار یہی عرض کروں گا کہ اطاعت الٰہی والی پاک زندگی کے بغیر پاکستان حقیقی پاکستان نہیں بن سکتا اور پاکستان جب تک حقیقی پاکستان نہ ہو اس کی بنیاد کیسے مضبوط ہوگی؟

بدکاری چور بازاری کون بند کرے گا۔ رشوت بازی قومی غداری کون بند کرے گا۔ غیر مسلموں سے ساز باز اور اپنے ملک سے نفاق کون بند کرے گا۔ اخلاقی غلط کاری اور سیاسی غفلت شعاری کون بند کرے گا؟ اس لیے اشد ضرورت ہے کہ عامۃ المسلمین اور خواص جن کے ہاتھ میں نظام حکومت و سیاست ہے۔ قرآن پاک کو اپنا دستور زندگی بنائیں اور خود ساختہ قانون سے تائب ہو کر اللہ کے بھیجے ہوئے قانون قرآنی کے مطابق ملک اور قوم کو زندگی بخشیں اور یاد رکھیں کہ قیامت کے دن قرآن کے بتائے ہوئے قانون کو چھوڑنے والی قوم کے خلاف دربار الٰہی میں خود حاضر ہو کر جب خدا کے رسول ﷺ قوم مسلم کی شکایت پیش فرمائیں گے تو اس وقت حضور پاک ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کس لیڈر کو عذرداری کی تاب ہوگی؟ اور یہ شکوہ ضرور پیش ہو کر رہے گا۔ قرآن نے اس کی پُرزور الفاظ میں خبر دے دی ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۔ (فرقان: 30)

خدا کے رسول ﷺ کہہ دیں گے کہ اے پروردگار! میری قوم مسلم نے (جس کو تو نے اپنے فضل سے پاکستان جیسا وسیع ملک عطا فرمایا) قرآن و سُنّت کو چھوڑ دینے کا ارادہ مضبوط پکڑ لیا اور خود ساختہ قانون کو اپنی اور اپنے ملک کی بھلائی کا ذریعہ سمجھا۔ جب یہ پُرجوش استغاثہ خود رسول اللہ ﷺ پیش فرمائیں گے تو کس لیڈر یا صدر یا وزیر کو اتنی جرأت ہوگی کہ اس روز کھڑے ہو کر معذرت کر سکے کہ یا رسول اللہ ﷺ پاکستان کی مجبوریوں کا ہم اچھی طرح مطالعہ کر چکے تھے۔ پاکستان میں قانون قرآنی نافذ کرنے میں کتنی مشکلات تھیں۔ ہم قانون اسلامی کے چھوڑنے میں حق بجانب تھے؟ اگر آپ اس کے قائل ہیں اور آپ کے لیڈروں میں اتنی جرأت کا امکان ہو سکتا ہے تو بہتر۔ آپ قانون الٰہی کو نظر انداز کر دیجیے ورنہ ارشاد خداوندی

ہے کہ

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ (الحشر:7)

یعنی رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ قانون (پروگرام) کو مضبوط پکڑ لو اور آپ ﷺ کے منع فرمائے ہوئے غیر اسلامی قانون کو چھوڑ دو کسی مرد و عورت کو اللہ کے بتائے ہوئے قانون کے خلاف ایک قدم اٹھانے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ قرآن صاف بتا چکا ہے:

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ۔ (احزاب:36)

حکم اور امیرت کا حق صرف اسی قادر ذوالجلال، مالک الملک وحدہٗ لاشریک کو پہنچتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ (المومن:12)

وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ۔ (الاسراء:111)

یعنی ساری کائنات میں اسی کا آئین اور اسی کا قانون نافذ اور جاری و ساری ہے۔ مخلوق میں سے کسی ایک فرد یا جماعت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے زور بازو یا اپنی قوت و شوکت سے خدا کی مخلوق کو اپنے خودساختہ قانون کا پابند بنا کر حکم اور امر میں اپنے آپ کو اس کا شریک اور سہیم (شراکت دار، شامل، حصہ دار، شریک) بنائے۔ قرآن اس شرکت کی صریح مخالفت کرتا ہے ارشاد باری ہے کہ

یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ۔ (آل عمران:154)

یہی وجہ ہے کہ حکومتِ الٰہیہ میں نہ مجلس قانون ساز کی ضرورت ہے اور نہ ہی قانونی مشیروں کی۔ حکومت الٰہیہ میں انسان کا انفرادی قانون اور دستور العمل موجود ہے، جو لوگ اپنے تنازعات اور معاملات کا تصفیہ اسی قانون کے مطابق کرانا چاہتے ہیں وہ حکومتِ الٰہیہ کی وفادار تابعدار رعایا ہیں اور جو لوگ اپنے معاملات اور خصومات کا تصفیہ غیر اسلامی قوانین کے مطابق کرانا چاہتے ہیں وہ حکومت الٰہیہ کے باغی اور نافرمان ہیں۔ ارشاد باری اس کی تائید میں یوں ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا۔ (النساء:60)

اسی بنیادی عقیدہ اور اس اساسی اصول کے پیش نظر کتاب ''دربارِ رسول ﷺ کے فیصلے'' کی عظمت اور ضرورت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اسی اعتبار سے کتاب کا احترام اور فائدہ دل اور آنکھوں میں

سما جاتا ہے۔ قانون اسلام کی ہمہ گیر مساوات اور امامتِ کبریٰ کے فرائض و ولایت قضا کے آداب وغیرہ پر اس کتاب کے مطالعہ سے روشنی مل سکتی ہے۔ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!!

ابوالعرفان الحاج افسر الاطباء

حکیم محمد عبدالرشید نقشبندی مجددی

دارالعرفان، بہاول پور

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَمَا حَمِدَ نَفْسَہٗ وَ اَضْعَافَ مَا حَمِدَہٗ خَلْقُہٗ حَتّٰی یَفْنٰی حَمْدَ ھُمْ وَ یَبْقٰی حَمْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَحْدَہٗ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ!!

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں مَیں ان شاء اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ فیصلہ جات بیان کروں گا، جو مجھ تک پہنچے ہیں۔ خواہ یہ فیصلہ جات اُن مقدمات سے متعلق ہوں، جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود طے فرمایا اور خواہ وہ ہوں جن میں فیصلہ دیئے جانے کا حکم دیا ہو۔

اسلامی شریعت کی رو سے جس شخص کے سپرد لوگوں کے مقدمات طے کرنے کا کام ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس حکم کے سوا کوئی فیصلہ دے، جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان فرما دیا ہے یا جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ فرمانا ثابت ہو چکا ہے، یا جس پر علما نے ان تین وجوہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجماعِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کسی ایسی دلیل کے ساتھ فیصلہ دیا، جو ان سے مستنبط ہوتی ہو۔

قاضی کے اوصاف

امام مالک رحمہ اللہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی حاکم کے لیے لوگوں میں مقدمات کا فیصلہ کرنا جائز نہیں تاوقتیکہ وہ حدیث وفقہ دونوں کا عالم نہ ہو۔ اس کی عقل و دانائی اور زُہد وتقویٰ مسلمہ نہ ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ

''منصبِ قضا کا اہل ہونے کے لیے بعض اوصاف کی ضرورت ہے۔ آج وہ اوصاف کسی میں نظر نہیں آتے۔ تاہم اگر ان میں سے یہ دو صفات بھی کسی میں موجود ہوں تو میری رائے میں اس کو منصب قضا پر مقرر کیا جا سکتا ہے اوّل علم، دوم پرہیزگاری۔''

عبدالملک بن حبیب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

''اگر علم نہ ہو تو عقل اور پرہیزگاری ہی سہی، کیونکہ عقل کی بدولت وہ کسی سے پوچھ ہی لے گا اور اس کے ذریعہ اس کے تمام نیک اوصاف اچھے ہو جائیں گے۔ پرہیزگاری کی بدولت وہ بُرے کاموں سے بچے گا اور اگر علم طلب کرے تو اُسے حاصل کر سکتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر عقل نہ رکھتا ہو تو باوجود طلب کے اُسے پا نہیں سکتا۔''

اَبُوعبدُاللہ مُحمّد بن فرج المالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ

(٤٠٤ھ - ٤٩٧ھ)

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رُک جاؤ، (سورۃ الحشر 7)

أَقْضِيَةُ

رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے

الشیخ العالم العلامۃ المحدث

ابو عبداللہ محمد بن فرج المالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ

(٤٠٤ھ - ٤٩٧ھ)

مقدماتِ قتل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان فیصلہ جات سے آغاز کیا جا رہا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جرائم قتل کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔ حدیث صحیح میں آیا ہے، جس کو مسلم وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ

''اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے روز لوگوں میں سب سے پہلے خصوماتِ قتل کے متعلق فیصلہ فرمائے گا اور بندہ کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کو دیکھے گا، پس جس کی نماز صحیح نکل آئی تو اس کے باقی اعمال کو دیکھا جائے گا، اور جس کی نماز صحیح نہ نکلی تو اس کے باقی اعمال کو بھی نہیں دیکھا جائے گا۔'' [1]

شرک باللہ کے بعد قتلِ نفس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''اللہ عزوجل کے نزدیک دُنیا کا اپنی تمام موجودات سمیت تباہ ہو جانا اِتنا سنگین نہیں، جتنا ایک مسلمان آدمی کا قتل ہو جانا۔'' [2]

اس کو ابنِ احمر نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور مسند بقی اور بزّار میں ہے۔ [3] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''اگر بالفرض اہلِ آسمان و زمین سب کے سب ایک مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان سب کو دوزخ میں ڈال دے گا۔'' [4]

ایک دوسری جگہ پر ارشاد ہوا کہ

''جو شخص مسلمان کے قتل میں نصف لفظ سے بھی مدد دے، وہ قیامت کے روز یوں

1 صحیح بخاری: 6533
2 جامع ترمذی: 1395
3 بقی بروزن تقی اندلس کے ایک حافظ الحدیث کا نام ہے۔
4 طبرانی: 340/1

پیش ہوگا کہ اس کے ماتھے پر لکھا ہوگا:

''یہ خدا کی رحمت سے نا اُمید ہے۔'' [1]

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''مسلمان اپنے دین کی رو سے بالکل آزاد ہے، جب تک کسی خونِ ناحق کا مرتکب نہ ہو۔'' [2]

ایک دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنایا اور کسی مسلمان کے خون پر جرأت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو بخش دے۔'' [3]

خطابی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''مسلمان جب تک خونِ ناروا کا مرتکب نہ ہو، وہ ہمیشہ نیک و آزاد ہے۔ پھر جب وہ خونِ ناروا کا مرتکب ہوا تو اُس نے اپنی نیکی برباد کر دی اور آزادی کھو دی۔'' [4]

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملتا ہے کہ اس نے کسی مسلمان کے قتل میں شرکت نہیں کی تو اللہ سے ملتے وقت اُسے کوئی ندامت و پشیمانی نہیں اُٹھانی پڑتی۔''

رسول اللہ ﷺ کا طریقِ عمل؟

اب ہم فیصلہ قتل کے پہلے سبب سے آغاز کرتے ہیں اور وہ قید ہے۔ اہلِ بلاد کا اس باب میں اختلاف ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی کو قید کیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ اُن میں سے بعض نے ذکر کیا ہے کہ ان دونوں کا کوئی قید خانہ نہ تھا اور نہ دونوں نے کسی کو قید کیا۔ بعض نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں (ایک شخص کو) خون کی تہمت میں قید کیا ہے۔ [5] اس کو عبدالرزاق اور نسائی نے اپنی اپنی کتاب میں اس طریق سے روایت کیا ہے کہ بہز بن حکیم اپنے باپ سے

[1] مسند ابو یعلی: 306/10
[2] صحیح بخاری: 6862
[3] سنن ابن ماجہ: 2818
[4] سنن ابو داود: 4270
[5] سنن ابو داود: 3630

روایت کرتے ہیں اور ان کے باپ، ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں [1] اور ابوداؤد نے ان سے اپنی کتاب میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں میری قوم کے کچھ لوگوں کو قتل کے الزام میں قید کیا۔"

نیز مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو کسی الزام میں ایک ساعت تک قید میں رکھا پھر اس کو چھوڑ دیا۔ "احکام ابن زیاد" میں فقیہ ابوصالح ایوب بن سلیمان سے یوں واقع ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو قید کیا، جس نے ایک غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس پر غلام کی آزادی کو مکمل کرنا واجب ٹھہرایا اور حدیث میں کہا گیا ہے کہ یہاں تک کہ اس نے اپنی چند بھیڑ بکریاں فروخت کیں۔

ابنِ شعبان کی کتاب میں امام اوزاعی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو دانستہ قتل کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو ایک سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا۔ غلام کا قصاص نہیں لیا اور اسے حکم دیا کہ ایک غلام آزاد کر دے۔ [2]

ابنِ شعبان نے اپنی کتاب میں یہ کہا ہے کہ آپ نے کوڑے مارے اور قید کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے سزائے قید

ابنِ شعبان سے منقول ہے کہ یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک قید خانہ تھا اور انہوں نے حطیۂ کو ہجو کے الزام میں قید کیا تھا اور صبیغ کو اس جرم پر قید کیا کہ اُس نے سورۃ الذاریات، سورۃ المرسلات اور سورۃ النازعات وغیرہ کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو علمِ دین حاصل کرنے کا حکم دیا اور اس کو بار بار پٹوایا اور عراق کی طرف جلاوطن کر دیا۔ بعض نے کہا کہ بصرہ کی طرف جلاوطن کرتے ہوئے لکھ بھیجا کہ کوئی اس کے پاس نہ بیٹھے۔ محدث فرماتے ہیں کہ

"اگر وہ ہمارے پاس آتا تو خواہ ہم ایک سو آدمی بھی ہوتے تو منتشر ہو جاتے۔"

[1] سند کی عبارت یہ ہے: عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ جس میں عن جدہ کی ضمیر بہز کی طرف راجع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بہز نے اپنے باپ حکیم سے اور حکیم نے بہز کے دادا یعنی اپنے باپ سے روایت کی ہے، جس سے ظاہر ہے کہ یہ سلسلۂ سند متصل ہے، اسی بنا پر بہز کی روایت صحیحین میں آتی ہے۔

[2] سنن دارقطنی: 143/3

پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ اس نے اب توبہ کر لی ہے اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے لوگوں کے ساتھ اس کے ملنے کی بندش توڑ دی گئی۔

حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی طرف سے سزائے قید

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ضابی بن حارث کو قید کیا۔ وہ بنی تمیم کے چوروں اور خون ریز لوگوں میں سے تھا۔ یہاں تک کہ وہ قید ہی میں مر گیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں سزائے قید دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں قید کی سزائیں دیں۔ نیز دارم کے قید خانہ میں محمد بن حنفیہ کو قید کیا جب انہوں نے ان کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ کتاب الخطابی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں درج ہے کہ انہوں نے سزائے قید دی اور بانس کا ایک قید خانہ بنایا جس کا نام نافع رکھا۔ چوروں نے اس کو توڑ ڈالا تو مٹی کے ڈھیلوں سے ایک قید خانہ تعمیر کیا اور اس کا نام مخیس رکھا۔ پھر فرمایا:

اَلَا تَرانی کَیِّسًا مُکَیِّسًا۔

"کیا تم مجھ کو دانا و زیرک نہیں دیکھتے۔"

بَنَیۡتُ بَعۡدَ نافِعٍ مُخَیِّسًا۔

"میں نے نافع کے بعد مخیس کو تعمیر کیا ہے۔"

حِصۡنًا حَصِیۡنًا وَّ اَمِیۡرًا کَیِّسًا۔

"مضبوط قلعہ ہے اور ہوشیار امیر ہے۔"

کتاب وسنت سے سزائے قید کا ثبوت

مصنف ابوداؤد میں بطریق نضر بن شمیل مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے ایک قرض دار کو لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ

"اُس کے ساتھ ساتھ لگے رہو۔" [1]

پھر ارشاد فرمایا: "اے بنی تمیم کے بھائی! تو اپنے قیدی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے؟"

بعض علما قید کو مشروع سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے انہوں نے استدلال کیا ہے کہ

[1] گویا ساتھ ساتھ لگے رہنا بھی ایک قسم کی قید ہے۔

فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ فِى الۡبُيُوۡتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ [1]

''بس ان (زنا کا ارتکاب کرنے والی) عورتوں کو گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول سے جو آپ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا ہے، جس نے دوسرے آدمی کو پکڑ رکھا تھا، یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالا کہ قتل کرو قتل کرنے والے کو، اور قید کرو قید کرنے والے کو، [2] اور ابوعبید نے کہا کہ آپ ﷺ کے اس قول سے کہ قید کرو قید کرنے والے کو، یہ مراد ہے کہ قید کرو اُس شخص کو جس نے مقتول کو قتل کے اِرادے سے قید کیا تھا، یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اسی طرح عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ قید کرنے والے کو قید خانہ میں مقید کر دیتے تھے یہاں تک کہ وہ مر جاتا۔

رسول اللہ ﷺ کا کفارِ حرب کے بارے میں فیصلہ

عرینین کا عبرت انگیز واقعہ: بخاری اور مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بنی عکل یا بنی عرینہ کے کچھ لوگ آئے۔ یہ لوگ لاغری سے مرے جا رہے تھے۔ وہ اسلام لائے اور مدینہ کی آب و ہوا کو ناسازگار پایا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اُن کو حکم دیا کہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں جائیں اور اُن کے بول (بطور دوائی) اور دودھ پیئیں تو انہوں نے اس پر عمل کیا۔ وہ تندرست اور موٹے ہو گئے۔ پھر وہ مرتد ہو گئے، چرواہے کو قتل کر ڈالا اور اُونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ پس آپ ﷺ نے اُن کے تعاقب میں لوگ بھیجے۔ ابھی دن زیادہ نہیں چڑھا تھا کہ وہ پکڑ کر لائے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اُن کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں [3] پھر اُن کو قید کرنے کا حکم فرمایا، یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ ان کو قید نہیں کیا گیا بلکہ ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کو حرّہ (تپتی دھوپ) میں ڈال دیا گیا وہ پانی مانگتے رہے مگر ان کو پانی نہیں دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

ابوقلابہ نے کہا ہے کہ انہوں نے چوری کی، قتل کیا اور ایمان کے بعد کفر اختیار کیا انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کی۔ [4] اس لیے اس قدر سنگین سزا اُن کو دی گئی۔ سعید بن جبیر نے

---

[1] النساء: 15 [2] سنن کبریٰ بیہقی: 16031 [3] صحیح بخاری: 3018

[4] یہ سلوک جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا کی بنا پر تھا۔ ان بدبخت لوگوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے بے گناہ چرواہوں کے ساتھ یہی سلوک کیا۔

مصنف عبدالرزاق میں اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ابی عبید میں کہا ہے کہ یہ واقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۂ مائدہ میں آیت:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ...الایۃ [1]

کے نازل ہونے سے پہلے ہوا ہے۔ [2]

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ وہ آٹھ آدمی تھے اور انہوں نے چرواہوں کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنکھیں پھوڑنے کی صورت کیا ہے؟ فرمایا:

''لوہے کی سیخ گرم کی جاتی ہے، پھر اس کی دونوں آنکھوں کے قریب اس طرح لائی جاتی ہے کہ وہ پانی بن کر بہہ جاتی ہیں۔''

قاتل کی گرفتاری، دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری

مسلم شریف میں حضرت سماک بن حرب سے روایت ہے کہ علقمہ بن وائل نے ان سے بیان کیا کہ ان کے والد ذکر کرتے تھے کہ

''میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا جو دوسرے شخص کو رسّے سے کھینچتا ہوا لا رہا تھا۔ اُس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا کہ

''کیا تو نے قتل کا ارتکاب کیا ہے؟''

ابھی ملزم نے جواب نہ دیا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدعی سے ارشاد فرمایا کہ اگر اس نے اعتراف نہ کیا تو تم کو اس پر شہادت قائم کرنی ہوگی۔ مگر قاتل نے عرض کر دیا

[1] المائدۃ:33

[2] پوری آیت یوں ہے: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ. ''یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑتے اور فساد پھیلانے کی غرض سے ملک میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں، ان کی سزا تو یہی ہے کہ (ڈھونڈ ڈھونڈ کر) قتل کر دیئے جائیں۔ یا ان کے ہاتھ پاؤں اُلٹے سیدھے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو دیس نکالا دیا جائے۔'' (المائدہ، 33)

کہ ہاں میں نے قتل کیا ہے۔''

ارشاد فرمایا: کس طرح قتل کیا؟ عرض کیا:

''میں اور وہ ایک درخت سے لکڑیاں کاٹ رہے تھے۔ اس نے مجھ کو گالی دی تو مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے اس کے سر پر کلہاڑی ماری، بس میرے ہاتھ سے اس کی موت واقع ہوئی۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تیرے پاس کچھ مال ہے، جو تو اپنی جان کے عوض اسے ادا کر دے؟''

اُس نے عرض کیا ''میرے پاس اس کمبل اور کلہاڑی کے سوا کوئی مال نہیں۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تیری رائے میں تیری قوم تجھے (مال دے کر) چھڑا لے گی؟''

اُس نے کہا کہ ''میں اپنی قوم کی نظر میں اس سے زیادہ کم وقعت ہوں۔''

تو آپ ﷺ نے اس کی رسی اس کی طرف پھینک دی اور فرمایا ''تم جانو تمہارا ساتھی۔''

وہ شخص اس کو لے چلا۔ جب انہوں نے پیٹھ موڑی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر اُس نے اُس کو قتل کر دیا تو وہ بھی اسی کی طرح قتل کا مرتکب ٹھہرایا جائے گا۔''

یہ بات اُس شخص کو پہنچ گئی تو وہ واپس آیا۔ عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں نے اس کو قتل کر دیا تو میں بھی اسی کی مانند قتل کا مرتکب ٹھہروں گا، حالانکہ میں نے تو آپ ﷺ ہی کے حکم سے اس کو پکڑا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تیری یہ خواہش نہیں ہے کہ یہ شخص اپنے اور اپنے حریف کے گناہ اپنے سر لے۔''

اس نے عرض کیا: ''یا نبی اللہ ﷺ! کیوں نہیں؟''

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''پھر اس طرح ہو گا (یعنی اگر اس کو تو نے قتل نہ کیا) تو اس کے سر پر، اُس کے اپنے اور اپنے حریف کے گناہوں کا بوجھ ہو گا۔''

یہ سُن کر اس نے وہ رسی پھینک دی، جس سے اُسے باندھا ہوا تھا اور اسے چھوڑ دیا۔'' [1]

ایک اور حدیث میں یہ قصہ اسی طرح مذکور ہے مگر اس میں اتنا اختلاف ہے کہ جب وہ شخص اس کو واپس لیے چلا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔''

پس ایک آدمی اس شخص کے پاس آیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے قول سے مطلع کیا تو اس نے اس کو چھوڑ دیا۔

اسماعیل بن سالم نے کہا کہ میں نے حبیب بن ابی ثابت سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابنِ اشرع نے حدیث بیان کی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے معاف کر دینے کو کہا تو اُس نے انکار کر دیا۔ [2]

مسند ابن ابی شیبہ میں وائل بن حجر الحضرمی کی حدیث بیان کی گئی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے معاف کر دینے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ مسندِ ابن ابی شیبہ میں وائل بن حجر الحضرمی کی حدیث میں بھی اس طرح ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے مقتول کے ولی کو فرمایا کہ

''کیا تو اسے معاف کر سکتا ہے؟''

اس نے عرض کیا: نہیں۔ ارشاد فرمایا: کیا دیت لیتا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ ارشاد فرمایا: کیا پھر اس کو قتل کرے گا؟ اُس نے عرض کیا: ہاں۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین بار دُہرائی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تو اس کو معاف کر دے تو وہ اپنے گناہ کا ذمہ دار ہوگا۔'' [3]

اسی مسند ابنِ ابی شیبہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک آدمی قتل کا مرتکب ہوا تو اُسے رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے مقتول کے ولی کے سپرد کر دیا۔ قاتل نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میں اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔''

آپ ﷺ نے ولی سے ارشاد فرمایا:

''اگر یہ سچا ہو اور پھر تو اس کو قتل کر دے تو تُو دوزخ میں جائے گا۔''

[1] صحیح مسلم: 1680 [2] سنن کبریٰ بیہقی: 55/8 [3] سنن ابوداوٗد: 4499

اس پر مقتول کے ولی نے اُسے چھوڑ دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ اپنی رسّی کو کھینچتا ہوا نکلا تو اس کا نام ذوالنسعہ (رسی والا) پڑ گیا۔[1]

مسند کے سوا (دوسری کتاب) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہاتھ نے عمداً فعل کیا ہے اور دل نے خطا کی۔''[2]

یہ واضحہ میں واقع ہوا ہے اور نسائی کی کتاب میں ہے۔ اس نے کہا:

'واللہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس کو قتل کرنے کا اِرادہ نہیں کیا۔''

پس رسول اللہ ﷺ نے ولی سے فرمایا:

''اگر اس کا بیان صحیح ہوا اور تو پھر بھی اس کو قتل کر دے تو تُو دوزخ میں جائے گا۔''

اسی طرح نسائی نے ذکر کیا ہے۔

اسلام میں سب سے پہلا خون جس کا قصاص لیا گیا

ابنِ اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ طائف کی طرف جاتے ہوئے نخلہ یمانیہ سے گزرے۔[3] پھر قرن المنازل[4]، ملیح، لبہ[5]، اور پھر حرۃ الرعا سے گزرے۔[6] آپ ﷺ نے وہاں مسجد بنائی اور اس میں نماز ادا کی۔ عمرو بن شعیب نے مجھ سے بیان کیا کہ اس روز آپ ﷺ نے حرۃ الرعا میں ایک خون کا قصاص لیا۔ اسلام میں وہ پہلا خون ہے، جس کا قصاص لیا گیا۔

بنی لیث کے ایک آدمی نے بنی ہذیل کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کے قصاص میں اس کو سزائے موت دی۔ واضحہ میں کہا ہے کہ اس کو قسامہ کے ساتھ سزائے موت دی۔[7] واضحہ اور سیر میں ہے کہ محلم بن جثامہ نے عامر بن اضبط اشجعی کو قتل کر ڈالا۔ اس کے وارثوں نے قسم کھائی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو دیت دینے پر توجہ دلائی تو اُنہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

[1] سنن ابوداؤد: 4498 [2] صحیح بخاری: 6879

[3] نخلہ یمانیہ۔ ایک نخلستان کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے ایک مسافت پر واقع ہے۔

[4] ایک میقات کا نام ہے جس سے اہلِ نجد حج کا احرام باندھتے ہیں۔

[5] کم ریگ زمین۔ [6] ایک سنگلاخ زمین کا نام۔

[7] جب کسی بستی میں کوئی مقتول پایا جائے اور بستی والے اس کے قاتل کے متعلق اپنی لاعلمی ظاہر کریں تو ان میں ایک جماعت کو قسم کھانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس کو قسامت کہتے ہیں۔

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک سو اُونٹ اس کی دیت میں دلائے۔ محلم تھوڑی مدت ہی زندہ رہا۔ سیر میں ہے کہ سات دن سے کم حتیٰ کہ مر گیا، پھر دفن کیا گیا تو زمین نے اس کو اُگل ڈالا۔ سیر میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار کہا کہ

''الٰہی! محلّم کو نہ بخشیو!''

پس زمین نے اس کو تین بار اُگل ڈالا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''زمین اس سے بھی بُرے آدمی کو قبول کر لیتی ہے مگر اللہ چاہتا ہے کہ اس کو تمہارے لیے عبرت بنائے۔''

پس لوگوں نے اس کو پہاڑ کی دو وادیوں کے درمیان ڈال دیا اور اس کو درندے کھا گئے۔

رسول اللہ ﷺ کا اس شخص کے متعلق فیصلہ فرمانا جس نے کسی کو پتھر سے ہلاک کیا

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل ڈالا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک لونڈی زیور پہنے ہوئے مدینے میں نکلی تو ایک یہودی نے اُس کے پتھر دے مارا۔ اس (لڑکی) کو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا اور ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا:

''کیا تجھ کو فلاں شخص نے مارا؟''

اس نے سر کے ساتھ اشارہ کیا کہ نہیں۔ پھر دوبارہ پوچھا تو اُس نے سر کے ساتھ اشارہ کیا کہ نہیں۔ پھر تیسری مرتبہ پوچھا تو اُس نے سر کے ساتھ اِشارہ کیا کہ ہاں!

یہودی کو پیش کیا گیا اور برابر اُس کو پوچھتے رہے، یہاں تک کہ اُس نے اقرار کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کا سر پتھر کے ساتھ کچلوایا۔ مسلم اور عبد الرزاق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو سنگسار کیا جائے، حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ [1]

نتائجِ فقہیہ

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قاتل کو اس قسم کی چیز سے قتل کیا جائے، جس کے ساتھ اس نے قتل کیا ہے، جیسے پتھر یا لاٹھی یا گلا گھونٹنا یا اس کی مثل اور یہی قول حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔ اہلِ عراق

[1] صحیح بخاری: 6879

کا اس قول کے بارے میں کہنا مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قصاص صرف تلوار سے ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ اِشارہ جو سمجھ میں آنے والا ہو، وہ کلام کے برابر ہے۔ تیسرے یہ کہ عورت کے بدلے قاتل مرد کو قتل کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا اس شخص کے متعلق فیصلہ فرمانا جس نے ایک حاملہ عورت کو مارا تو اس کے پیٹ کا بچہ گر گیا

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ، بخاری شریف اور مسلم شریف میں امام مالک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ بنی ہذیل کی دو عورتوں میں سے ایک نے دوسری کو (پتھر) مارا اور اُس کے پیٹ کا بچہ گر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں ایک غلام یا لونڈی (دینے) کا فیصلہ ارشاد فرمایا۔[1]

مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ان دونوں میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مارا تو وہ اور اُس کے پیٹ کا بچہ، دونوں مر گئے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کو خیمہ کی چوب سے مارا اور وہ حاملہ تھی۔ اس کی سوکن بھی تھی۔ اُسے جان سے مار ڈالا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عصبہ پر ڈال دی[2] اور پیٹ کے بچے کے لیے غُرہ کا حکم ارشاد فرمایا۔[3]

نسائی میں ہے کہ ایک عورت نے دوسری کو خیموں کی چوب کے ساتھ مارا تو وہ اور اس کے پیٹ کا بچہ مر گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کے پیٹ کے بچے کے لیے غُرہ کا حکم ارشاد فرمایا۔ نیز ارشاد فرمایا: مقتولہ کے بدلے قاتلہ کو قتل کیا جائے۔

نسائی کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر اس کو قصاص میں قتل کیا گیا۔ غرہ کی قیمت، جس کا رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ ارشاد فرمایا، پچاس دینار یا چھ سو درہم ہے۔ اس کو قتادہ وغیرہ نے بیان کیا ہے اور حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور مصنف عبدالرزاق

[1] صحیح بخاری: 6904

[2] عصبہ میّت کا وہ قرابت دار ہوتا ہے جس کا ترکہ میں سے کوئی معین حصہ نہیں۔ بلکہ ذوی الفروض کے اپنا اپنا حصہ پا لینے کے بعد جو مال بچتا ہے، وہ اس کو مل جاتا ہے۔

[3] غرہ سے مراد غلام یا لونڈی ہے اور فقہ کی اِصطلاح میں غرہ دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے جس کی مقدار پانچ سو درہم ہے، صحیح بخاری: 6740

میں عکرمہ سے مروی ہے کہ اس ہذلی کا نام، جس کی ایک بیوی نے دوسری کو قتل کیا، حمل بن مالک بن النابغہ ہے اور قاتلہ کا نام اُمِ عفیف بنت مسروح ہے۔ وہ بنی سعد بن ہذیل سے تھی۔ مقتولہ ملیکہ بنت عویمر بنی لحیان بن ہذیل سے تھی۔

بخاری کے بیان سے ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مارنے والی کو قتل نہیں کرایا۔ وہ اس لیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے اُنہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی لحیان کی ایک عورت کے جنین کے بارے میں غلام یا لونڈی دینے کا فیصلہ فرمایا، پھر وہ عورت جس کے خلاف یہ فیصلہ فرمایا، مرگئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا کہ

"ورثہ اس کے بیٹوں اور اس کے خاوند کے لیے ہے اور دیت اس کے عصبہ پر۔"[1]

رسول اللہ ﷺ کا اس (مقتول) کے بارے میں جس کا قاتل معلوم نہ ہو قسامت کا حکم فرمانا

مؤطا میں ایک شخص سے روایت کی گئی ہے کہ اس کی قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے اُس سے بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل اور محیصّہ کسی تکلیف کی وجہ سے خیبر کی طرف گئے۔ جب محیصہ آیا تو اسے اطلاع دی گئی کہ عبداللہ بن سہل قتل کر دیا گیا اور کنوئیں کی گہرائی میں یا چشمے میں ڈال دیا گیا۔ اس نے یہود کے پاس آکر کہا:

"واللہ! تم نے ہی اس کو قتل کیا ہے۔"

انہوں نے کہا: نہیں ہم نے قتل نہیں کیا۔

پھر وہ اپنی قوم کے پاس پہنچا۔ یہ واقعہ ان کو سنایا۔ وہ اور اس کا بڑا بھائی حویصہ اور عبدالرحمن آگے گئے۔ پس محیصہ نے آگے بڑھ کر بات کرنا چاہی۔ یہ وہی محیصہ ہے جو خیبر میں تھا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بڑے کی بڑائی کو ملحوظ رکھ۔"

آپ ﷺ کی مراد اس سے عمر تھی۔[2] چنانچہ حویصہ نے گفتگو کی۔ پھر محیصہ نے واقعہ بیان کیا۔

[1] صحیح بخاری: 6740

[2] حویصہ کو کلام کرنے دو کیونکہ وہ بڑا ہے اور یہ حق بڑے کا ہے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"یہود یا تو تمہارے آدمی کی دیت ادا کریں یا اللہ کی طرف سے جنگ کے لیے تیار رہیں۔" [1]

پھر اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف لکھا۔ انہوں نے جواب تحریر کیا کہ واللہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حویصہ، محیصہ اور عبدالرحمن سے پوچھا کہ کیا تم قسم کھاتے اور اپنے عزیز کے خون کے طالب ہو۔ [2] آپ ﷺ نے بار بار پوچھا تو انہوں نے عرض کیا: نہیں! [3] کیونکہ قتل ہمارے سامنے نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"پس تمہارے لیے یہودی قسم کھائیں گے۔"

انہوں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! وہ مسلمان نہیں ہیں، ہم کافر لوگوں کی قسموں کو کیوں کر قبول کریں؟"

آپ ﷺ نے اس کی دیت اپنے پاس سے ادا فرما دی۔ چنانچہ ان کی طرف سے ایک سو اونٹنیاں دے دیں۔ [4] ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"اگر تم میں سے پچاس آدمی ان کے ایک آدمی کے خلاف قسم کھائیں تو اس کو جکڑ کر تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا۔"

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کیا تم قاتل پر شہادت کرو گے؟"

انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس کوئی شہادت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وہ قسم کھائیں گے۔"

انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں یہودیوں کی قسم منظور نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ناپسند فرمائی کہ اس کا خون رائیگاں جائے۔ لہٰذا زکوٰۃ کے اُونٹوں سے اس کی دیت ادا فرمائی۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پہلے یہود کو قسم کے لیے کہا تو انہوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر انصار کو قسم کے لیے کہا تو انہوں نے بھی قسم سے انکار کر دیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے یہود پر دیت ڈال دی۔

[1] یعنی اگر یہود، دیّت دینے سے انکار کریں تو ہمارا ان کا معاہدہ فسخ ہو کر جنگ چھڑ جائے گی۔

[2] صحیح بخاری: 7192 [3] مسند بزار: 306/2 [4] مسند بزار: 306/2

حویصہ اور محیصہ مقتول کے چچا کے بیٹے تھے اور عبدالرحمان اس کا بھائی تھا۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اسلام میں یہ پہلا واقعہ ہے جس میں قسامت واقع ہوئی۔ [1]

پہلا فقہی مسئلہ

اس روایت میں یہ ہے کہ قسامت پر سزائے قتل ہو سکتی ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے کہ

''کیا تم حلف اُٹھاتے ہو اور اپنے عزیز کے خون کے حق دار بنتے ہو؟''

دوسری حدیث مسلم شریف میں ہے کہ اس کو جکڑ کر تمہارے حوالہ کیا جائے گا۔

دوسرا فقہی مسئلہ

پہلے مدعیوں کو بخلاف حقوق کے قسم کھانے کو کہا۔ [2]

تیسرا فقہی مسئلہ

صرف قسم کھانے سے انکار کرنے پر فیصلہ نہیں کیا جاتا، جب تک کہ مدعا علیہم پر قسمیں نہ عائد کی جائیں۔

چوتھا فقہی مسئلہ

ذمی لوگ جب کسی حق کے ادا کرنے سے انکار کریں تو ان سے جہاد کیا جائے۔

پانچواں فقہی مسئلہ

جو شخص بادشاہ سے دُور ہو، اس کو پیش نہ کیا جائے بلکہ اس مقام کی طرف حکم لکھ کر بھیجا جائے، جہاں وہ موجود ہو۔

چھٹا فقہی مسئلہ

قاضی کا شاہدوں کے بغیر حکم لکھنا جائز ہے۔

[1] جس مقتول کا قاتل نہ معلوم ہو تو اہلِ محلہ سے پچاس آدمی قسمیں اُٹھا کر محلہ کی بریت کریں تا کہ سزائے قتل سے بچ جائیں اور اس کی دیت تمام اہل محلہ پر لازم ہو گی۔

[2] یعنی مال مقدمات و خصومات میں مدعی کے ذمہ شہادت اور مدعا علیہ کے ذمہ قسم ہوتی ہے۔

ساتواں فقہی مسئلہ

اہل عراق کے قول کے برعکس غائب کے خلاف فیصلہ صادر کیا جا سکتا ہے۔

آٹھواں فقہی مسئلہ

قسامت میں صرف ایک آدمی قسم نہیں کھاتا۔

نواں فقہی مسئلہ

ذمیوں پر اسلامی قانون سے فیصلہ کیا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے زکوۃ کے اُونٹوں سے اُن کا تاوان ادا کر دیا، جن کے لیے اللہ نے زکوۃ میں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو یقین نہیں ہوا کہ کسی یہودی نے اس کو قتل کیا ہے۔

دسواں فقہی مسئلہ

کسی کو زکوۃ میں سے نصاب سے زیادہ مال دیا جا سکتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اس میں متفق ہیں کہ پہلے خون کے مدعیوں کو قسم کھانے کا حکم دیا جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک مقتول کے اس قول پر کہ میرا خون فلاں شخص پر ہے، قسم کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

"جب مدعیوں اور مدعا علیہم میں عداوت ہو، جیسے کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں تھی، تو قسامت واجب ہے ورنہ نہیں۔"

ابن لبابہ نے کہا ہے کہ

"حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ اگر لوگوں کے دعوے کے مطابق اُن کے مطالبات پورے کیے جاتے تو لوگ ایک دوسرے کے خون اور مال پر خواہ مخواہ دعوے کرنے لگتے۔" [1]

[1] صحیح مسلم: 1711

اس شخص کے بارے میں فیصلہ جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا

براء نے نسائی اور مسند ابن ابی شیبہ میں بیان کیا ہے کہ میں اپنے ماموں ابو بردہ سے ملا، ان کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ انہوں نے فرمایا:

''مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے تاکہ میں اُس کو قتل کر دوں۔''

بعض دوسری کتابوں میں آیا ہے کہ اس کا سر کاٹ کر اس کے مال کو ضبط کر لیا جائے۔ [1]

ابن السکن کی کتاب الصحابہ میں ہے اور اس کو ابن ابی خثیمہ نے بھی ذکر کیا ہے کہ خالد بن ابی کریمہ نے معاویہ بن قرہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے والد یعنی معاویہ کے دادا کو ایک شخص کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تھا۔ پس اس کی گردن اُڑا دی گئی اور اس کا مال ضبط کر لیا [2] یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن السکن اور ابن ابی خثیمہ کی کتاب میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اُمِ ولد ماریہ کے چچا کا بیٹا ماریہ کے ساتھ متہم تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ

''اگر تم اس کو ماریہ کے پاس پاؤ تو اس کی گردن اُڑا دو۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے تو اس کو ایک تالاب میں پایا۔ جس میں وہ اپنا بدن ٹھنڈا کر رہا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اپنا ہاتھ لا، پس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اُسے پکڑایا اور اُسے نکالا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ آلت بریدہ ہے یعنی اس کا عضو تناسل نہیں تھا۔ پس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے ہاتھ روک لیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! وہ آلت بریدہ ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس کو ایک نخلستان میں پایا جس سے کھجوریں جمع کر رہا تھا۔ اس نے اپنے اوپر ایک کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔ پس جب تلوار دیکھی تو کانپ گیا اور کپڑا گر گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ آلت بریدہ ہے۔ [3]

[1] جامع ترمذی: 4457

[2] طبرانی: 24/19

[3] صحیح مسلم: 2771

حضور نبی کریم ﷺ کا حکم اس مقتول کے بارے میں جو دو بستیوں کے درمیان پایا گیا

مسند ابی شیبہ میں ابوسعید سے مروی ہے کہ ایک مقتول دو بستیوں کے درمیان پایا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم سے ان کی درمیانی مسافت کو ناپا گیا اور قریب تر بستی والوں کے ذمہ لگایا۔ [1]

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے عبدالرزاق نے نقل کیا ہے کہ ایک مقتول چند لوگوں کے گھروں کے سامنے پایا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''مدعا علیھم کے ذمہ قسم ہے۔ اگر وہ قسم کھانے سے انکار کریں تو مدعی قسم کھائیں اور طالبِ حق ہوں۔ اگر دونوں فریق قسم سے انکار کر دیں تو دیت کا نصف حصہ مدعا علیہم پر پڑے گا اور نصف حصہ باطل ہو جائے گا۔'' [2]

زخم کا بدلا لیا جائے اور اُس وقت لیا جائے جب زخم اچھا ہو جائے

عبدالرزاق نے ابنِ جریج سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کسی کے پاؤں کو سینگ کے ساتھ زخمی کر دیا۔ اُس نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس سے بدلہ دلایئے۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''زخم کے اچھا ہونے تک تم خاموش رہو۔''

اس نے اس بات پر اصرار کیا کہ ابھی بدلہ لے کر دیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے بدلہ لے لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ اچھا ہو گیا اور جس نے بدلہ لیا، وہ لنگڑا ہو گیا۔ اب اس نے شکایت کی کہ میں لنگڑا ہو گیا ہوں اور میرا حریف اچھا ہو گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ اپنا زخم اچھا ہونے تک بدلہ نہ لے۔'' تو نے میرا حکم نہ مانا۔ اللہ نے تجھ کو رد کیا اور تیرے لنگڑے پن کو دیر پا کر دیا۔''

اب رسول اللہ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا کہ

[1] مسند احمد: 11435 [2] مصنف عبدالرزاق: 42/10

"اس شخص کے بعد، جو لنگڑا ہو رہا ہے، جس کسی کو زخم ہو، وہ زخم رساں سے بدلہ نہ لے۔ تاوقتیکہ اس کے حریف کا زخم اچھا نہ ہو جائے۔ [1] پس زخم اس کے مطابق ہوگا، جس قدر کہ پہنچا ہے۔ حتیٰ کہ اچھا ہو جائے۔ پس جو عارضہ بطلان حرکت یا لنگڑے پن کی قسم سے ہو، اس میں بدلہ نہیں صرف دیت ہے۔ جس شخص نے زخم کا قصاص لیا، پس جس سے بدلہ لیا گیا ہے اگر اس کو اس سے شدید نقصان پہنچ گیا تو اس کے حریف کے زخم کی دیت سے جو زائد مال ہوگا، وہ اس کا حق ہے۔"

عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ زخموں کا قصاص ہے۔ امام کو یہ روا نہیں کہ اس کو مارے، نہ یہ کہ اس کو قید کرے۔ اس کا تو قصاص ہی لینا چاہیے۔ تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں۔ اگر وہ چاہتا تو مارنے اور قید کرنے کا حکم دیتا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے اور اس کی جرأت پر کوئی سزا نہ دی جائے۔

دانت کے بارے میں فیصلہ اور وہ امر جس میں قصاص مناسب نہیں

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نضر کی بیٹی، ربیع کی بہن نے ایک لڑکی کو تھپڑ مارا اور اس کے اگلے دانت توڑ ڈالے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جھگڑا پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔ اُمِ ربیع نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا فلاں عورت سے قصاص لیا جائے گا؟ واللہ اس سے قصاص نہیں لیا جا سکتا۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"سبحان اللہ! اے اُمِ ربیع! قصاص تو اللہ کی کتاب میں وارد ہے۔"

اس نے عرض کیا: واللہ اس سے قصاص کبھی نہیں لیا جا سکتا۔

پس برابر تکرار کرتی رہی حتیٰ کہ ان لوگوں نے دیت کا دینا منظور کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے بندوں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھا لیں تو وہ ضرور پورا کرتے ہیں۔"

[1] مسند احمد: 6994

بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص نے کسی کا ہاتھ کاٹ کھایا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کے منہ میں سے کھینچا تو اس کے اگلے دانت گر پڑے۔ لوگوں نے یہ جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے ایک شخص اپنے بھائی کو اونٹ کی طرح کاٹ کھاتا ہے، جاؤ تمہارے لیے کوئی دیت نہیں۔" [1]

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آنکھ کے بارے میں جو قائم ہو، اپنی جگہ ٹھہری ہوئی ہو مگر ضرب سے اس کی بینائی کمزور پڑ گئی ہو، تہائی دیت کا فیصلہ ارشاد فرمایا۔ مدوّنہ اور موطا میں زید بن ثابت سے سو (۱۰۰) دینار مروی ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس میں مجتہد کا اجتہاد ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

اس شخص کے بارے میں فیصلہ فرمانا جس نے زنا کا اقرار کیا جبکہ وہ شادی شدہ ہو

موطا میں ہے کہ ایک شخص بنی اسلم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں زنا کا مرتکب ہو گیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ

"کیا تُو نے میرے سوا کسی اور سے بھی اس کا ذکر کیا ہے؟"

اس نے کہا: نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ کی جناب میں توبہ کر اور اپنا پردہ رکھ، اللہ تیری پردہ پوشی کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔"

اس پر اس کا دل مطمئن نہ ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ ان کے سامنے بھی اسی طرح عرض کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ پھر بھی اس کا دل مطمئن نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آیا اور عرض کیا کہ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے چہرۂ انور پھیر لیا۔ تین مرتبہ اس نے یہی عرض کیا۔ ہر مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا۔ حتیٰ کہ جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے گھر والوں سے کہلا بھیجا۔ کیا جنون کی شکایت ہے یا اس کو دیوانگی عارض ہے؟ انہوں نے عرض کیا:

1 صحیح بخاری: 6892

''یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم! وہ بالکل تندرست ہے۔''

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا:

''کیا تو کنوارا ہے یا شادی شدہ ہے۔''

اس نے عرض کیا: شادی شدہ ہوں۔

پس رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے حکم سے اس کو سنگسار کیا گیا۔ [1]

بخاری شریف میں آیا ہے کہ ایک آدمی بنی اسلم سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور زنا کا اعتراف کیا۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اس کو ارشاد فرمایا:

''کیا تجھ کو جنون ہے۔''

اس نے عرض کیا: نہیں!...... ارشاد فرمایا: کیا تو شادی شدہ ہے؟...... اس نے کہا: ہاں!...... آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے حکم سے وہ جنازہ گاہ میں سنگسار کیا گیا۔ جب پتھروں نے اس کو بے تاب کر دیا تو بھاگ نکلا، پھر اس کو پکڑ لیا گیا اور سنگسار کیا گیا حتیٰ کہ مر گیا۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے حق میں اچھا کلمہ فرمایا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

پھر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے شام کو خطبہ دیا کہ ہم جب بھی اللہ کے راستے میں جنگ کے لیے نکلتے ہیں تو ہمارے اہل وعیال میں پیچھے ایک آدمی رہ جاتا جس کی آواز سانڈ کی طرح ہوتی ہے۔ اب میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ جب بھی میرے پاس کوئی آدمی لایا گیا جس نے ایسا کام کیا ہوگا جس طرح اس شخص نے کیا ہے تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے نہ اس کے لیے استغفار کیا اور نہ ہی اس کو گالی دی۔ [2] ایک اور حدیث میں ہے وہ دو یا تین دن ٹھہرے، پھر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم آئے تو لوگ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: ماعز بن مالک کے لیے بخشش مانگو، راوی کہتا ہے پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

''اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر پوری امت میں تقسیم کی جاتی تو وہ سب کو شامل کرلیتی۔'' [3]

کتاب ابی داؤد میں ہے کہ

''قسم اس ذات پاک کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اب ضرور وہ بہشت کی

[1] مؤطا امام مالک:1552

[2] صحیح مسلم:1694

[3] صحیح مسلم:1695

نہروں میں غوطے مار رہا ہے۔'' [1]

مؤطا میں ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا:

''میں نے زنا کیا ہے اور حاملہ ہوں۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جاؤ حتیٰ کہ تو وضع حمل کر لے۔''

پس جب اس نے وضع کر لیا تو آئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''جاؤ حتیٰ کہ تو اس کو دودھ پلائے۔''

پس جب وہ دودھ پلا چکی تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ پس ارشاد فرمایا:

''جا اس کو کسی کے سپرد کر آ۔''

چنانچہ وہ سپرد کر کے حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اُسے سنگسار کر دیا جائے۔ [2] اس کے لیے ایک گڑھا سینے تک کھودا گیا، پھر اس کو سنگسار کیا گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس پر نماز پڑھتے ہیں۔ حالانکہ اس نے زنا کیا ہے۔''

ارشاد فرمایا:

''اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ اہل مدینہ میں سے ستر آدمیوں میں تقسیم کی جائے تو ان کے لیے کافی ہو جائے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا تھا کہ اس نے اللہ کے لیے جان دے دی۔'' [3]

نسائی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے سنگسار کرنے میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے ایک پتھر چنے کے برابر اُس کو مارا۔ آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے۔

مؤطا کی حدیث سے ایک فقہی مسئلہ نکلتا ہے کہ جو کوئی ایک مرتبہ زنا کا اقرار کر لے اس پر حد قائم کی جاتی ہے۔ اس بات کا انتظار نہیں کیا جاتا کہ چار مرتبہ اقرار کرے۔ دوسرا فقہی مسئلہ یہ ہے کہ جس کا سنگسار کرنا واجب ہو، اُس کو کوڑے نہیں لگائے جاتے۔ تیسرا فقہی مسئلہ یہ کہ مجنون کا اقرار مؤثر نہیں۔ جس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے کہ کیا اس کو جنون ہے؟

[1] سنن دار قطنی: 196/3 [2] مؤطا امام مالک: 1555 [3] صحیح مسلم: 1696

رسول اللہ ﷺ کا یہود پر زنا میں رجم کا حکم دینا

مؤطا میں ہے کہ چند یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تورات میں رجم کے متعلق کیا حکم ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''ہم ان کو رُسوا کرتے ہیں اور اُن کو درّے مارتے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ تورات میں سنگسار کی آیت موجود ہے۔ وہ تورات لائے اور اس کی ورق گردانی کرنے لگے۔ ان میں سے ایک شخص نے سنگسار کی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اور اس سے اگلی پچھلی آیات پڑھ کر سنائیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا اپنا ہاتھ اُٹھائیے۔ جب اس نے ہاتھ اُٹھایا تو رجم کی آیت نظر آ گئی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے حکم سے دونوں کو سنگسار کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

''میں نے مرد کو دیکھا کہ وہ عورت پر جھکا پڑتا تھا۔ اس کو پتھروں کی ضرب سے بچاتا تھا۔''

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یحنی ظھرہ کے معنیٰ یہ ہے کہ اس پر اوندھا ہوا جاتا تھا تاکہ خود اس پر پتھر پڑیں۔'' [1]

معانی القرآن میں زجاج کا قول ہے کہ یہود خیبر کے سرداروں میں زنا کی کثرت تھی۔ تورات میں حکم تھا کہ کتخداؤں کو سنگسار کیا جائے۔ ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا تو یہود کو یہ طمع دامن گیر ہوئی حضور نبی کریم ﷺ پر کتخداؤں کو درّے لگانے کا حکم نازل ہوا ہوگا۔ اللہ عزوجل کا قول ہے:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ [2]

''کتاب اللہ کے الفاظ کو ان کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنیٰ سے پھیرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو، نہیں تو نہ مانو۔''

[1] صحیح بخاری: 3635 [2] المائدۃ: 41

سنن ابوداؤد میں ہے کہ یہودی اپنی قوم کے ایک مرد اور ایک عورت کو لائے، جنہوں نے زنا کیا تھا۔آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

''اپنی قوم کے دو بڑے عالموں کو میرے پاس لاؤ۔''

وہ صوریا کے دونوں فرزندوں کو لے گئے۔آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ان کو اللہ کی قسم دے کر ارشاد فرمایا کہ

''تم تورات میں ان دونوں کے بارے میں کیا حکم پاتے ہو؟''

انہوں نے کہا کہ ہم کو تورات میں یہ حکم ملتا ہے کہ

''جب چار آدمی یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اس کے آلۂ تناسل کو اس کی فرج میں اس طرح دیکھا ہے، جس طرح سلائی سُرمے دانی میں تو ان کو سنگسار کیا جائے۔''

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پھر اس کے سنگسار کرنے میں تم کو کون سا امر مانع ہے؟''

انہوں نے عرض کیا کہ ''ہمارا غلبہ جاتا رہا۔پس ہم نے قتل کو ناپسند کیا۔''

پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے گواہ طلب فرمائے تو چار آدمی آئے اور انہوں نے گواہی دی۔لہٰذا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ان کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔[1]

اس حدیث میں ایک فقہی مسئلہ یہ ہے کہ یہودی جب اسلام کے فیصلے پر راضی ہوں اور قاضی اسلام کو اگر پسند ہو تو یہود کے عالموں کی رائے لیے بغیر ان میں فیصلہ کر دے۔دوسرا فقہی مسئلہ یہ ہے کہ جس مرد کو سنگسار کیا جائے، اس کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے۔کیونکہ اگر یہودی کے لیے گڑھا کھودا ہوتا تو وہ عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے اس پر جھکنے کی قدرت نہ رکھتا۔اسی پر امام مالک رَحِمَہُ اللہ کا عمل ہے لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ گڑھا کھودے یا نہ کھودے۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس کو سنگسار کرنے کا حکم ہے، اُس کو دُرّے نہیں لگائے جاتے اور سنن ابوداؤد اور کتاب الشرف میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کے بارے میں کوڑے لگوانے کا فیصلہ کیا، جس نے اپنی بیوی کی لونڈی سے وطی کی تھی جو کہ بیوی نے اُس کے لیے حلال کر دی تھی اور اگر حلال نہ کرتی تو سنگسار کرنے کا فیصلہ ہوتا۔[2]

صلح حرام کے فسخ کرنے میں حکم اور کنوارے اور بیمار زانی پر حد قائم کرنے کے باب میں

مؤطا میں ہے کہ دو شخصوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے حضور میں جھگڑا پیش کیا۔ان میں سے ایک

[1] سنن ابوداؤد: 4452
[2] سنن ابوداؤد: 4458

نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ فرمائیے۔''

دوسرے نے، جوان دونوں میں سے دین کی سمجھ زیادہ رکھتا تھا، عرض کیا کہ

''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ فرمائیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ کچھ عرض کروں۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہو!...... اس نے عرض کیا کہ

''میرا بیٹا اس کے پاس مزدور تھا۔ اُس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرا بیٹا سنگسار کیے جانے کا موجب ہے۔ میں نے بطور فدیہ ایک سو بکریاں اور ایک اپنی لونڈی دے دی۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ تیرے بیٹے پر سو درّے اور ایک سال جلاوطنی ہے۔ سنگسار کرنے کی سزا اس کی بیوی پر ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قسم ہے اس ذات پاک کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ تیری بکریاں اور تیری لونڈی تجھے واپس دی جائے۔''

آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کو سو(۱۰۰) کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کردیا۔ انیس اسلمی کو حکم دیا کہ دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جائے، اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو سنگسار کرے۔ چنانچہ اس نے اعتراف کرلیا تو اسے سنگسار کردیا گیا۔[1]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عسیف کا معنی اجیر (مزدور) ہے۔ بعض علما نے کہا ہے کہ ''حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول کے معنے کہ تمہارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کروں گا، یہ ہیں کہ اللہ کے اس حکم کے ساتھ جو وحی ہے[2]، قرآن نہیں ہے۔ اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ قول ہے کہ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اُس سے حکم

[1] صحیح مسلم:1698

[2] چونکہ قرآن مجید میں رجم یعنی (سنگسار کرنے) کا حکم صریحاً نہیں آیا اس لیے یہاں حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول کی تاویل کرتے ہیں کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔

دیتے ہیں۔" [1]، [2]

بعضوں نے کہا ہے کہ یہ فیصلہ قرآن کے مجمل مضمون سے ہے۔ خداوند سبحانہٗ وتعالیٰ کے اس قول میں کہ عورت سے یوں عذاب ٹل سکتا ہے [3]، [4] اور یہ وہ عورت ہے، جس پر اس کا شوہر زنا کی تہمت لگائے۔ پس رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے فعل سے ظاہر فرما دیا کہ سنگسار کرنے کی سزا کتخدا زانی کے لیے ہے۔

اس حدیث میں فقہی نکات سے ایک صلح حرام کا فسخ ہے اور دوسرا حد قائم کرنے پر وکیل بنانا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ حدود میں وکالت کو ان حالتوں کے سوا جائز نہیں رکھتے بالخصوص گواہ قائم کرنے پر اور تیسرا زانی کا ایک مرتبہ اقرار کرنا اور چوتھا جس پر رجم واجب ہو، اُس کو درّے نہ لگائے جائیں۔ پانچواں کسی عالم سے سوال کیا جائے، پھر اس سے بڑے عالم سے اور چھٹا یہ کہ جو شخص غیر کی عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو حاکم اس کی طرف کسی کو بھیج کر دریافت کرے۔ پس اگر وہ اقرار کرے تو حد لگائی جائے اور اس پر تہمت لگانے والا بری ہے۔ اگر وہ انکار کر دے تو تہمت لگانے والے کو حد لگائی جائے۔ ساتواں یہ کہ احکام میں خبر واحد جائز رکھی جاتی ہے۔ آٹھواں یہ کہ جس کے خلاف حکم لگایا جائے، اس کو عذر کرنے کا حق ہے۔ نواں یہ کہ ناکتخدا زانی کی سزا جلاوطنی ہے۔ دسواں یہ کہ عورتوں اور غلاموں کے لیے جلاوطنی نہیں کیونکہ عورتیں قابلِ ستر ہیں اور غلام مال ہیں۔

بخاری نے تاویل کی ہے کہ تغریب جلاوطنی سے مراد شہر بدر کرنا ہے۔ [5] چنانچہ انہوں نے اس باب کا عنوان یوں باندھا ہے، ناکتخدا مرد اور عورت کو کوڑے لگائے جائیں اور ان کو شہر بدر کیا جائے۔

مؤطا میں امام مالک رحمہ اللہ، زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

"ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے عہد میں اپنے متعلق زنا کا اقرار کیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ایک کوڑا منگایا۔ ایک ٹوٹا ہوا کوڑا لایا گیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس سے اچھا کوڑا لاؤ، پھر ایک نیا کوڑا لایا گیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس سے ذرہ کمزور لاؤ۔ پھر ایسا کوڑا لایا گیا جو سواری پر استعمال کیا گیا تھا اور نرم ہو چکا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے حکم سے اس سے حد لگائی گئی۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے

[1] ایسے حکمِ غیب پر بھی فیصلہ ہو سکتا ہے جو منزل ومکتوب نہیں۔ [2] الطور:41

[3] یہ آیت سورۂ نور کے پہلے رکوع میں لعان کے متعلق ہے۔ [4] النور:8

[5] نفی یعنی شہر بدر کرنا مطلق ہے اس کے لیے کسی بُعد مسافت کی قید نہیں بخلاف اس کے تغریب یعنی جلاوطنی کا اطلاق اس صورت پر ہوتا ہے کہ محرم کو کم از کم اتنی مسافت پر چلے جانے کا حکم ہو جس پر نماز قصر کی جاتی ہے۔

ارشاد فرمایا: اے لوگو! اب تمہارے لیے وہ وقت آ چکا ہے کہ تم اللہ کی حدود سے رُک جاؤ۔ جو شخص ان ناپاک افعال سے کچھ ارتکاب کر بیٹھے تو چاہیے کہ اللہ کی پردہ داری کے ساتھ پردہ رکھے کیونکہ جو شخص اپنا چہرہ ہم پر ظاہر کردے گا۔ ہم اس پر کتاب اللہ کا حکم قائم کریں گے۔'' [1]

ابوعبید کی کتاب میں ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لائے جو قبیلہ میں اپاہج اور بیمار تھا۔ وہ ان کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی پر پایا گیا، جس کے ساتھ وہ بدفعلی کر رہا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس کے لیے ایک شاخ لے لو، جس میں ایک سو ڈنٹھل ہو۔ پھر وہ اس کے ایک مرتبہ مار دو۔''

ابن قتیبہ کی شرح حدیث میں ہے کہ اس کو کوڑے لگاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا ہمیں خوف ہے کہ وہ مرجائے گا۔ ارشاد فرمایا:

''ایک عثکال کے ساتھ مارو۔'' [2]

عثکال خرما کے خوشہ کو کہتے ہیں اور اہل مدینہ اس کو عذق کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تہمتِ زنا اور شراب کی حد کے متعلق اور جو حکم اغلام کے متعلق آپ سے مروی ہے

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مروی ہیں کہ جب میری بریت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور جو حکم اللہ نے نازل فرمایا تھا، وہ ارشاد فرمایا۔ جب منبر شریف سے نیچے تشریف لائے تو دو مردوں اور ایک عورت کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان پر حد جاری کی جائے۔ [3]

بخاری شریف میں عروہ سے مروی ہے کہ اہل افک میں صرف حسان اور مسطح اور حمنہ بنت جحش کا نام لیا گیا۔ دوسرے لوگوں میں سے جن کا مجھے علم نہیں، سوائے اس کے کہ ایک گروہ تھا، جس میں بقول اللہ عزوجل کے ایک شخص نے سب سے زیادہ حصہ لیا تھا۔ وہ عبداللہ بن ابی ابن السلول تھا۔ [4]

[1] مؤطا امام مالک: 1562
[2] سنن ابوداؤد: 4482
[3] سنن ابوداؤد: 4474
[4] صحیح بخاری: 4141

مرتکب لواطت کی سزا

حضور نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے لواطت میں کسی کو سنگسار کیا ہو اور نہ یہ کہ آپ ﷺ نے اس میں کوئی حکم دیا ہو۔ آپ ﷺ سے اتنا ثابت ہے کہ فاعل اور مفعول کو قتل کرو۔ [1] اس کو ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ کتخدا ہوں یا نا کتخدا ہوں، اسی کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا اور یہی فیصلہ خیر القرون کے مشورہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اس بارے میں سب سے زیادہ سخت تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اغلام بازوں کو آگ میں جلا دیا۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بعد اس کے کہ ان کو سنگسار کر دیا تھا سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگرچہ غیر محصن ہو، اس کو سنگسار کیا جائے گا اور ابن قصار نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ان دونوں کو بلند مقام سے نیچے گرایا جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان دونوں پر دیوار گرائی۔

مرتد و زندیق کی سزا

مشہور کتابوں میں یہ کہیں نہیں آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی مرتد یا بد مذہب کو قتل کیا ہو۔ مگر اتنا آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ ارشاد فرمایا:

''جو شخص اپنا دین بدل لے، اس کو قتل کر ڈالو۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو قتل کیا، جس کو اُمِ قرفہ کہتے تھے، وہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئی۔

شراب نوشی کی سزا

بخاری شریف میں عقبہ بن الحارث سے مروی ہے کہ نعمان یا ابن نعمان کو حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ وہ مست حال میں تھا۔ آپ ﷺ کو ناگوار ہوا اور تمام حاضرین کو حکم دیا کہ اس کو ماریں۔ انہوں نے چھڑی اور جوتی سے اس کو پیٹا۔ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس کو پیٹتے

[1] سنن ابو داؤد: 4462

دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب نوشی کرنے والے کو چھڑی اور جوتی سے سزا دی۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگوائے۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت کے آغاز میں شراب نوش کو لاتے تو اس کو ہاتھوں اور جوتوں اور چادروں سے مارنے کھڑے ہو جاتے، حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام آئے تو انہوں نے چالیس کوڑے لگوائے۔ یہاں تک کہ جب لوگ سرکشی اور فسق کرتے تو اسی کوڑے لگواتے۔

ایک دوسری جگہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اُن کے پاس حمران اور ایک دوسرے آدمی نے ولید بن عقبہ کے خلاف شہادت دی اور حمران نے کہا کہ اس نے شراب پی تھی۔ دوسرے شخص نے شہادت دی کہ میں نے شراب کی قے کرتے دیکھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''وہ شراب کی قے نہیں کر سکتا تاوقتیکہ پی نہ ہو۔''

پس فرمایا: ''اے علی (رضی اللہ عنہ)! اُٹھو اس کو دُرّے لگاؤ۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے حسن (رضی اللہ عنہ)! اُٹھو اس کو دُرّے لگاؤ۔''

امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

''اس کے دُکھ کا کام اسی شخص کے سپرد کریں، جس کے سپرد اس کی راحت کا کام رہا ہے۔''

گویا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئے، پھر فرمایا:

''اے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اُٹھو، اس کو دُرّے لگاؤ۔''

انہوں نے دُرّے لگائے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گنتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ چالیس تک پہنچے تو فرمایا:

''بس کرو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس کوڑے لگوائے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس (کوڑے) لگوائے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسّی کوڑے لگوائے۔ سب سنت ہیں اور مجھے یہی زیادہ پسند ہے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ نے چالیس کو اختیار کیا ہے اور مصنف عبدالرزاق نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسّی کوڑے لگوائے ہیں۔

چور کے متعلق فیصلہ جس نے کئی مرتبہ چوری کی

مؤطا میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال کی چوری میں ایک چور کا ہاتھ کاٹا، جس کی قیمت تین درہم تھی۔ امام مالک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن اُمیہ کو کہا گیا، جو شخص ہجرت نہ کرے وہ ہلاک ہو گیا۔ صفوان بن اُمیہ ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ مسجد نبوی ﷺ میں سو گئے اور اپنی چادر کو سرہانے رکھ لیا۔ اتنے میں ایک چور آیا اور اُس نے چادر اُٹھالی۔

صفوان نے چور کر پکڑ لیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ صفوان نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! میں یہ نہیں چاہتا۔ میں نے یہ اس کو خیرات کر دی۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اس کو میرے پاس لانے سے پہلے ہی ایسا کیوں نہ کیا۔" [1]

نسائی میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ کٹوایا اور اس کے گلے میں لٹکا دیا۔ [2]

بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ قریش کو اُس مخزومیہ عورت کے معاملہ نے سخت پریشان کیا تھا، جس نے چوری کی۔ لوگوں نے کہا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون گفتگو کرے؟ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا، جو رسول ﷺ کو بہت محبوب ہیں، کون اس کی جرأت کر سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے اُسامہ (رضی اللہ عنہ)! کیا تو اللہ کی حدود کے معاملہ میں سفارش کرتا ہے؟"

اس پر حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے جھٹ عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! مجھے معاف کیجیے، میں نے غلطی کی۔"

اس کے بعد پچھلے پہر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

"تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم

[1] سنن نسائی: 4878 [2] سنن ابوداؤد: 4411

کرتے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی، تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔''

پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس مخزومیہ عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔ [1]

مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔'' [2]

ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ مخزومیہ عورت زیور اور برتنے کی چیزیں مانگ لاتی، پھر انکار کر دیا کرتی۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ [3]

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک غلام لایا گیا، جس نے چوری کی تھی۔ وہ چار مرتبہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر پانچویں مرتبہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ پھر چھٹی مرتبہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا پاؤں کاٹ دیا۔ پھر ساتویں مرتبہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر آٹھویں مرتبہ لایا گیا تو اس کا دوسرا پاؤں کاٹ ڈالا۔ [4]

چور کو سزائے قتل

واضحہ میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں ایک چور لایا گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس کو قتل کر دو۔''

لوگوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! اس نے تو چوری کی ہے۔''

ارشاد فرمایا:

''اس کا ہاتھ کاٹ دو۔''

پھر اسی کو چوری کی وجہ سے پیش کیا گیا تو فرمایا کہ اس کو قتل کر دو۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس نے تو چوری کی ہے۔ ارشاد فرمایا: اس کا پاؤں کاٹ ڈالو۔ یہاں تک کہ اس کے

[1] صحیح بخاری: 3875
[2] صحیح مسلم: 1689
[3] سنن ابو داؤد: 4395
[4] مصنف عبد الرزاق: 188/10

چاروں ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس نے منہ کے ساتھ چوری کی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا۔ [1]

اکثر علما کے نزدیک یہ حکم اس اکیلے شخص کے ساتھ خاص ہے۔ مگر وہ جو ابومصعب صاحب مالک نے کہا ہے کہ اگر اس نے پانچویں مرتبہ چوری کی تو قتل کیا جائے۔ ابوداؤد میں ہے کہ پانچویں مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اسے ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم نے اس پر پتھر مارے۔ [2]

اصیلی نے اپنے شیوخ بغداد سے جو روایت کی ہے اور اس کو میں نے انہی کے خط سے دیکھا ہے، اس میں یہ ہے کہ ایک شخص بچوں کو چرا کر لے جاتا تھا۔ اس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سامنے لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ [3]

ایک اور روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے کھانا چرایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ [4] سفیان نے کہا کہ جو چیز اسی دن بگڑ جائے، یعنی ثرید اور گوشت اور اس کی مثل، اس میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں بلکہ تعزیز کی جائے۔

اُس مسلمان یا ذمی یا حربی کے بارے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف دشنام دہی کرے

ایک قوی حدیث میں ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلایا۔ [5] یہودیہ کا نام زینب بنت الحارث بن سلام تھا۔ پس اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شانہ کا گوشت کھانے کے لیے اٹھایا اور اس سے ایک ٹکڑا چبایا مگر وہ حلق سے نیچے نہ اُترا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کھانے میں شریک تھے۔ انہوں نے بھی اس سے لقمہ لیا تھا۔ بشر رضی اللہ عنہ کے حلق سے لقمہ اتر گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دہن مبارک سے نکال ڈالا۔ فرمایا:

''یہی ہڈی مجھے بتارہی ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔''

[1] سنن نسائی: 4977
[2] سنن ابوداؤد: 4410
[3] سنن دارقطنی: 202/3
[4] مصنف عبدالرزاق: 222/10

[5] اس کم بخت یہودیہ کو معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست گوسفند کو زیادہ رغبت سے تناول فرماتے ہیں۔ اس لیے اس میں زیادہ زہر ملایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس رغبت کا پتا مشکوٰۃ کی کئی احادیث سے ملتا ہے جو باب مایوجب الوضوء میں درج ہیں۔

پھر یہودیہ کو بلایا تو اس نے اقرار کرلیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی۔ اس نے کہا کہ

"میں نے خیال کیا۔ اگر کوئی بادشاہ ہے تو ہم اس سے چھوٹ جائیں گے۔ اگر نبی ہے تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس سے درگزر فرمائی اور بشر رضی اللہ عنہ نے اس لقمہ سے وفات پائی۔ [1]

بخاری اور مسلم شریف اور قاضی اسماعیل اور ابن ہشام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو معاف فرما دیا۔ ابوداؤد نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور کتاب شرف المصطفیٰ کے مؤلف نے بھی اس کو ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان مسلمانوں کے سبب سے، جو اس بکری کا گوشت کھانے سے انتقال کر گئے تھے، اس کے قتل کا حکم دیا۔ کتاب الشرف کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو سولی دیا۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ایک جادوگر پیش کیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

"اس کو قید میں رکھو، اگر اس کا حریف مسحور مر گیا تو اس کو قتل کر دو۔" [2]

حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے چور کو تلوار کے ساتھ سر اڑا دینے کی سزا دی۔ [3] اس کو ابن سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مدبرہ لونڈی کو قتل کیا، جس نے ان پر جادو کیا تھا۔ جیسے کہ مذکور ہے مگر ثابت نہیں۔ اتنا ضرور ثابت ہے کہ انہوں نے اس کو فروخت کر دیا۔ ایسا ہی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی کیا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اس کو قتل کرنا قاضی اسماعیل کی کتاب احکام القرآن میں بیان ہوا ہے۔ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق ان پر اعتراض کیا کہ انہوں نے حاکم کے حکم کے بدوں ایسا کیا۔ ابن منذر نے ذکر کیا کہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کو فروخت کر دیا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث ذکر کی کہ جادوگر کی حد ضرب شمشیر ہے اور کہا کہ اس کے اسناد میں کلام ہے۔ اس لیے کہ وہ اسماعیل بن مسلم کی روایت ہے اور وہ ضعیف ہے۔

نسائی اور ابوداؤد کی کتب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک اندھے آدمی نے سنا کہ اس کی اُم ولد حضور نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) نازیبا الفاظ کہا کرتی ہے۔ اُس نے غصہ میں آ کر اُسے قتل کر دیا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔ [4]

[1] صحیح بخاری: 2617
[2] مصنف عبدالرزاق: 184/10
[3] سنن ترمذی: 1460
[4] سنن ابوداؤد: 4361

اس حدیث میں یہ فقہی نکتہ ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ کہے اس کو قتل کیا جائے، اس کی توبہ قبول نہ کی جائے بخلاف مرتد کے۔ ابنِ منذر نے اشراف میں ذکر کیا ہے کہ عام علما نے اس پر اجماع کیا ہے۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جو شخص اہلِ ذمہ میں سے حضور نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ جس مشرکانہ مذہب پر ہے، وہ اس فعل سے زیادہ بُرا ہے۔ اس کے خلاف دلیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کعب ابنِ اشرف کا ذمہ کون اُٹھاتا ہے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دُکھ دیا۔''[1]

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے اذن سے ایک جماعت نے اس کی تعمیل کی اور اس کو قتل کر ڈالا۔ فضل نے اپنی کتاب میں اور صاحب الشرف نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ لوگ اس کا سر ایک بوترہ میں ڈال کر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لائے۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول میں، جو انہوں نے ابو برزہ اسلمی کو کہا، جب کہ ابو برزہ نے ایک آدمی کو قتل کرنے کا قصد کیا جس نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی زبان سے ایذا دی تھی۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ یہ حق رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو نہیں پہنچتا۔ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کو گالی دے، اس کو قتل کیا جائے اور اسی طرح جو شخص آپ ﷺ کو ایذا دے، یا آپ ﷺ پر عیب لگائے یا آپ ﷺ کی کسرِ شان کرے۔ اس کو عیسیٰ نے ابن قاسم سے اپنی مستخرج میں روایت کیا ہے اور ابن وہب نے مالک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

''جو شخص رسول اللہ ﷺ کی توہین یا تحقیر کے لیے کہے کہ وہ ناپاک ہیں تو اس کو قتل کیا جائے گا۔''

مستخرجہ میں عیسیٰ سے اور انہوں نے ابن قاسم سے روایت کی ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالی دے، اس کو توبہ پیش کرنے کے بعد قتل کیا جائے، جیسے کہ مرتد کو کیا جاتا ہے۔ اس کا ورثہ جماعت مسلمین کے لیے ہے۔ خواہ اس نے ظاہر کیا ہو یا چھپایا ہو۔ اسی طرح واضحہ میں مالک اور ابنِ قاسم کا قول ہے اور ان دو کتابوں کے سوا میں ہے کہ توبہ کے باوجود قتل کیا جائے۔ اس کو ابنِ عبدالحکیم نے مالک سے ذکر کیا ہے۔

[1] صحیح بخاری: 2510

کتاب الجہاد

ابن نحاس کی کتاب معانی القرآن، قاضی اسماعیل کی کتاب احکام القرآن اور سیرت ابن ہشام میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر بھیجا۔ مہاجرین کی ایک جماعت ان کے ہمراہ کی، جن میں انصار میں سے کوئی نہ تھا۔ سیر میں کہا ہے کہ رجب کی آٹھویں تاریخ تھی۔ احکام میں کہا ہے کہ جمادی الآخر کا مہینہ تھا۔ اس نے ذکر کیا ہے کہ ابن حضرمی کا قتل جمادی الآخر کے آخری دن اور رجب کے پہلے دن میں واقع ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو ایک تحریر لکھ دی اور حکم دیا کہ اس کو نہ پڑھے تاوقتیکہ فلاں فلاں مقام پر نہ پہنچے اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرے۔ پس جب دو دن چل چکے اور اس کو پڑھا تو لکھا تھا کہ

"جب تم میری اس تحریر کو دیکھو تو چلتے رہو حتیٰ کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ کے مقام پر پہنچو، وہاں قریش کا انتظار کرو اور ہمارے لیے ان کی خبریں معلوم کرو۔"

پس جب اس کو پڑھا تو انا للہ و انا الیہ راجعون منہ سے نکلا اور کہا کہ میں بسرو چشم تعمیل کروں گا۔ پھر اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ

"جو شخص میرے ساتھ چلنا چاہے، وہ چلے۔ جو شخص واپس جانا چاہے، وہ واپس چلا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تم میں سے کسی کو مجبور کرنے سے منع فرما دیا ہے۔"

قاضی اسماعیل اور نحاس نے لکھا ہے کہ اس پر ان کے دو آدمی واپس چلے گئے۔ ابنِ ہشام نے سیر میں کہا ہے کہ ان میں سے کوئی واپس نہیں گیا۔ مگر جب وہ ایک مقام میں پہنچے جس کو نجران کہتے ہیں، جو فرع [1] کی بالائی سمت پر ہے، تو ان میں سے سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ گم ہو گیا، جس پر

[1] فرع ایک وسیع مقام ہے جو کئی دیہات پر مشتمل ہے۔ مدینہ منورہ سے چار منزل پر واقع ہے۔

دونوں باری باری سوار ہوتے چلے آ رہے تھے۔ وہ اسی تلاش میں پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اپنے باقی ہمراہیوں کے ساتھ آگے نکل گئے۔ یہاں تک کہ نخلہ میں اُترے۔ جہاں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا تھا۔ اتنے میں قریش کا قافلہ گزرا جو کشمش، چمڑے اور قریش کے دیگر مال تجارت کے لیے جاتا تھا۔ اس میں عمر ابن الحضرمی اور عبداللہ بن عباد اور مالک بن عباد تھے۔ موخر الذکر صدف [1] کا بھائی تھا۔

ان لوگوں نے اہلِ قافلہ کے بارے میں مشورہ [2] کیا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر ہم ان کو آج رات چھوڑیں گے تو وہ ضرور حرم میں داخل ہو جائیں گے اور ہم سے بچ جائیں گے۔ اگر ان کو قتل کریں تو ماہِ حرام میں قتل کریں گے۔ پس ان لوگوں کو تردّد ہوا۔ ان پر پیش قدمی کرنے سے ڈرے۔ پھر اس پر متفق ہو گئے کہ جس پر قدرت پائیں، اس کو قتل کر دیں اور ان کا مال چھین لیں۔ چنانچہ واقد بن عبداللہ تمیمی نے عمرو بن الحضرمی پر پتھر پھینکا اور اسے مار ڈالا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکیم بن کیسان کو قید کر لیا۔ نوفل بن عبداللہ ان کے ہاتھ سے نکل بھاگا اور اس نے ان کو بے بس کر دیا۔ پھر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور اُن کے ہمراہی قافلہ کے مال اور دونوں قیدیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نے تم کو شہر الحرام میں جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔''

پھر قافلہ کے مال اور دونوں قیدیوں کو موقوف رکھا اور ان میں ہر چیز کے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات فرمائے تو ان کے چھکے چھوٹ گئے اور انہوں نے سمجھا کہ ہم ہلاک ہو گئے۔ ان کے مسلمان بھائی ان سے برہم ہو گئے۔ قریش نے کہا کہ

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شہر الحرام کی بے حرمتی کی اور اس میں خونریزی کی، ان کا مال لوٹ لیا اور لوگوں کو قید کیا۔''

مسلمانوں میں سے جو شخص یہود کی تردید کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ انہوں نے کام شعبان میں کیا ہے۔ یہود نے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف فال لیتے ہوئے کہا:

''عمرو بن الحضرمی کو واقد نے قتل کیا۔''

پس عمرو سے عمرت الحرب جنگ دیر پا ہو گئی اور حضرمی سے حضرت الحرب یعنی جنگ آ پہنچی واقد سے وقدت الحرب جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی مگر اللہ تعالیٰ نے یہ فال انہی پر ڈال دی۔

[1] صدف کا نام عمرو بن مالک ہے جو سکون بن اخرس کا بھائی تھا۔

[2] یہ واقعہ رجب کے آخری دن میں تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

''اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! تم سے ادب والے مہینوں میں لڑائی کرنے کی نسبت سے دریافت کرتے ہیں تو ان کو سمجھا دو کہ ادب والے مہینوں میں لڑنا بڑا گناہ ہے مگر اللہ کی راہ سے روکنا، اللہ کو نہ ماننا، خانہ کعبہ میں نہ جانے دینا اور اس کے اہل کو اس میں سے نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر بُرا ہے۔'' [1]

یعنی ابن الحضرمی کے قتل سے بڑھ کر بُرا ہے۔ فتنہ اللہ کے ساتھ کفر ہے۔ اور بت پرستی ان سب سے بڑھ کر ہے۔ مسلمان جس خوف میں مبتلا تھے، اللہ نے اس کو رفع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قافلہ کے مال اور دونوں قیدیوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کے فدیہ کے لیے پیغام بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہم ان کو تم سے فدیہ لے کر نہیں چھوڑیں گے، تاوقتیکہ ہمارے دونوں یعنی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ واپس نہ آ جائیں کیونکہ ہم ان کے متعلق تم سے خائف ہیں۔ پس اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو ہم تمہارے دونوں آدمیوں کو قتل کر دیں گے۔''

اتنے میں سعد رضی اللہ عنہ اور عتبہ رضی اللہ عنہ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا لیکن حکم بن کیسان رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور اچھے مسلمان ہو کر ہمیشہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ٹھہر گئے۔ بیر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے اور عثمان مکہ چلا گیا اور بحالتِ کفر مرا۔

مکی کی کتاب ہدایہ میں ہے کہ یہی پہلی جنگ تھی، جو مسلمانوں اور کافروں میں واقع ہوئی۔ پہلی غنیمت تھی، جو لوٹی گئی اور کافروں کا پہلا مقتول تھا جو قتل ہوا۔ نیز اسماعیل کی کتاب الاحکام میں ہے کہ ابن الحضرمی پہلا مقتول ہے جو مشرکوں سے قتل ہوا۔ مکی نے ذکر کیا ہے کہ ابن وہب نے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت واپس دے دیا۔ مقتول کی دیت ادا کر دی۔ یہ واقعہ ہجرت سے چودہ مہینے بعد ہوا۔ قاضی اسماعیل نے کہا کہ

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو سربمہر تحریر کے ساتھ بھیجنے اور یہ حکم دینے میں کہ اس کو دو دن سے پہلے نہ پڑھے، یہ فقہی نکتہ ہے کہ سربمہر وصیت پر شہادت جائز ہے۔''

[1] سورۃ البقرۃ: 217 رکوع: 27

امام مالک رحمہ اللہ اور بہت سے سلف کا قول ہے اور امام حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وصیت کی سربمہر تحریر پر شہادت جائز نہیں اور فرمایا کہ شاید اس میں حق تلفی ہو۔

جاسوس کے بارے میں حکم (ایک جاسوس کا قتل)

بخاری اور دیگر کتب احادیث میں ایاس بن سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ مشرکوں کا ایک جاسوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی منزل میں فروکش تھے۔ [1] جب وہ کھسک گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"اسے میرے پاس لاؤ اور مار ڈالو۔"

پس لوگ اس کی طرف بڑھے۔ ایاس کہتے ہیں کہ میرے والد نے گھوڑا بڑھا کر اس کو جا لیا اور اس کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتول کا سامان انہیں بطورِ غنیمت عطا فرمایا۔ [2]

حاطب بن ابی بلتعہ سے جرم جاسوسی کا وقوع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عفو

عبداللہ بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے، زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر نامزد فرما کر حکم دیا کہ کوچ کرتے چلے جاؤ، یہاں تک کہ روضہ خاخ پر پہنچو۔ وہاں ایک ہودج نشین عورت ملے گی، اس کے پاس ایک خط ہے، وہ اس سے لے لو۔" [3]

کتاب الفضل میں ہے کہ

"تم دونوں اس سے خط لے لو اور اس عورت کو چھوڑ دو۔ اگر وہ تم کو نہ دے تو اس کی گردن اُڑا دو۔"

بیان کیا کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خط کی اطلاع دی۔ زجاج نے یوں ذکر

---

[1] صحیح بخاری: 3051

[2] مشکوٰۃ شریف میں متفق علیہ روایت کے الفاظ یوں ہیں: و هو فی سفر فجلس عند اصحابه یتحدث ثم اقتل فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطلبوه و اقتلوه فقتلته فنفلنی سلبه۔

[3] صحیح بخاری: 3007

کیا ہے کہ اس کی اطلاع آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کو اللہ نے دی۔

''پس ہم روانہ ہوئے۔ ہمارے گھوڑے ہم کو اڑائے لیے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم روضہ میں پہنچے۔ اچانک ہم کو وہ ہودج نشین عورت مل گئی۔ ہم نے اس سے کہا کہ وہ خط نکال، ورنہ ہم تیرے ساتھ بُرا سلوک کریں گے۔''

''پس اُس نے وہ خط اپنی مینڈھیوں سے نکالا۔ ہم اس کو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کی خدمت میں لائے تو اس میں حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ میں سے بعض لوگوں کی طرف رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کے بعض معاملات کے متعلق خبر رسانی تھی۔

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

''اے حاطب! یہ کیا بات ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم! میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیے۔ میں مہاجرین میں سے ہوں۔ ان کی مکہ میں قرابتیں ہیں، جو ان کے عیال و اموال کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ جب نسبی تعلق مجھے حاصل نہیں تو ان پر کوئی احسان کروں جس کے عوض میں وہ میرے اہل قرابت کی حمایت کریں۔ یہ حرکت میں نے کفر کی وجہ سے نہیں کی اور نہ مرتد ہونے کی وجہ سے کی ہے، نہ اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کے باعث ایسا کیا ہے۔''

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے حاضرین سے ارشاد فرمایا:

''اس نے تم سے سچ کہہ دیا۔''

حضرت عمر فاروق اعظم رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔''

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

''یہ غزوۂ بدر میں شریک ہو چکا ہے اور تجھے کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کے افعال و اعمال پر مطلع ہو۔''

اس بنا پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے ان سے ارشاد فرمایا:

''جو چاہو کرو، میں نے تم کو بخش دیا۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

''مسلمانو! اگر تم ہماری راہ میں جہاد کرنے اور ہماری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض سے نکلے ہو تو ہمارے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کی طرف دوستی کے تعلقات قائم کرنے لگو۔''[1]

ابو عبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ ہودج نشین عورت کا نام جس کے پاس خط پایا گیا، سارہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اس کو ہشام نے بھی ذکر کیا ہے۔ بیان کیا ہے کہ وہ عورت مزینہ سے تھی۔ سحنون نے کہا ہے کہ

''جب کوئی مسلمان اہلِ حرب کے ساتھ خط و کتابت کرے تو اس کو قتل کیا جائے۔ اس کو توبہ پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس کا مال اس کے وارثوں کو دیا جائے۔''

ان کے سوا دوسرے کہتے ہیں کہ

''اس کو سختی کے ساتھ کوڑے لگائے جائیں اور دیر تک قید میں رکھا جائے، اسے اس جگہ سے دور رکھا جائے، جو کفار کے قریب ہو۔''

مستخرجہ میں ہے کہ ابنِ قاسم نے کہا کہ

''اس کو قتل کیا جائے۔ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے، وہ زندیق کی مانند ہے۔ کتاب اللہ میں ہے کہ تم میں ایسے لوگ ہیں جو تمہاری باتیں کافروں کو جا سناتے ہیں۔[2] پس یہی جاسوس ہیں۔''

سحنون کا قول زیادہ صحیح ہے، جس کی دلیل حاطب کا بیان ہے جس کے قتل کرنے کا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا تھا۔

قیدیوں کے بارے میں حکم

ابن وہب نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہودیوں سے جہاد کے بعد ستر (۷۰) قیدی قتل کیے۔ جنگ بدر کے دن قیدیوں میں سے عقبہ بن ابی معیط قید رکھ کر قتل کیا گیا۔ جنگ بدر کے قیدیوں میں سے اس کے سوا اور کوئی قتل نہیں کیا گیا۔ اس کی گردن عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح نے اڑائی اور بعض کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کیا۔

[1] صحیح بخاری: 3007, سورۃ الممتحنۃ: 1

[2] التوبہ: 47

ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ نضر بن حارث ابن کلد کو حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قید رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قتل کیا تھا۔ اسی روایت میں اس کا قتل بمقام صفرا [1] مذکور ہے۔ ابن ہشام کا اپنا قول ہے کہ اثیل میں قتل کیا گیا تھا۔ ابنِ حبیب نے ذکر کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ پس اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان روایات میں سے کون سی زیادہ صحیح ہے۔ ابنِ قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ بدر کے دن تین شخصوں کو قید میں رکھ کر قتل کیا۔ ان میں عقبہ بن ابی معیط اور طعیمہ بن عدی اور نضر بن حارث شامل تھے۔ اس روز بہت فدیہ لیا گیا۔ ایک آدمی کا زیادہ سے زیادہ فدیہ چار ہزار تھا۔ ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان سے فدیہ لیا گیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر شخص دس مسلمانوں کو لکھنا سکھائے۔ ابن وہب نے بتایا کہ اہل مدینہ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے۔

ابنِ سلام کی تفسیر میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ ان میں سے جس نے چاہا، مکہ چلا گیا۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ طلقاء قریش سے ہیں اور عتقاء ثقیف سے ہیں۔ [2]

کتاب الاعراب سفیان شعبۃ اور نحاس کی معانی القرآن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ

”جب غزوۂ بدر کے قیدی لائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: ان قیدیوں کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم میں سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم اصل ہیں۔ پس ان کو جیتے رہنے دیجیے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے۔“

لیکن حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وطن سے نکالا اور ان کے جنگجو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑائی کی، لہٰذا ان کی گردنیں اڑا دیجیے۔“

---

[1] صفرا مکہ و مدینہ کے مابین ایک سرسبز وادی ہے جس میں بہت سے چشمے اور درخت ہیں۔

[2] مسند احمد: 18733

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهٗۤ اَسۡرٰى حَتّٰى يُثۡخِنَ فِى الۡاَرۡضِ۔ [1]

''نبی (ﷺ) جب تک ملک میں کافروں سے اچھی طرح لڑائی نہ کرلیں ان کے پاس قیدیوں کی بھیڑ کا رہنا مناسب نہیں۔''

حسن نے یہ بھی کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف اس بارے میں کوئی وحی نہیں آئی۔ مگر آپ ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا تو سب کی رائے فدیہ قبول کرنے کی تھی۔ پس اہلِ بدر کے قیدیوں کا فدیہ چار چار ہزار لیا گیا۔ اس روز اللہ کے نبی ﷺ نے زمین میں خونریزی نہیں کی۔ کتاب الشرف میں ہے کہ پہلا سر، جو اسلام میں لٹکایا گیا، ابوعزہ کا تھا جس کو نیزہ پر چڑھایا گیا۔ مدینہ کی طرف لے جایا گیا۔ سیرۃ میں ہے کہ جنگِ بدر کے ستر قیدیوں میں سے ابوعزہ، عمرو بن عبداللہ شاعر تھا۔ وہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ پر برانگیختہ کرتا ہوا نکلا اور قید کیا گیا۔ اس کے سوا کوئی قید نہیں کیا گیا۔ بعدازاں قید کی حالت میں اس کی گردن اڑا دی گئی اور اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ نے ابی بن خلف کو قتل کیا اور اس کو ایک چھوٹے سے نیزے سے زخمی کیا، جس سے اس کی گردن میں خراش آ گیا۔ اُس نے خون کو بند کرلیا، پھر بولا:

''اوہ، مجھ کو محمد (ﷺ) نے قتل کر ڈالا۔''

کفار قریش نے کہا کہ نہیں تیرا دل ہار گیا ہے اور تجھ پر خوف طاری ہے۔

اُس نے کہا کہ وہ مکہ میں مجھ کو مار ڈالے۔ چنانچہ اللہ کا یہ دشمن سرف کے مقام میں مر گیا۔ تب وہ لوگ مکے کی طرف واپس جا رہے تھے اور مسلمان جنگ اُحد میں سات سو آدمی تھے۔ مشرک تین ہزار تھے، جن کے ساتھ دوسو (۲۰۰) سوار تھے۔

بخاری میں ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اُمیہ بن خلف کو کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''وہ تیرے قتل کا حکم دے چکے ہیں۔''

اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ پھر اس بات سے اس کو بڑی گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ پس جب جنگ بدر کا دن آیا تو ابوجہل نے لوگوں کو مشتعل کیا اور کہا کہ اپنے قافلہ کی طرف پہنچو تو امیہ نے نکلنا ناپسند کیا۔ ابوجہل نے اس کے پاس آ کر کہا کہ

''اے ابوصفوان! جب تو بیٹھ گیا تو لوگ بھی بیٹھ جائیں گے۔ اگر تو پیچھے رہ گیا، جب کہ تو ان سب کا سردار ہے، تو لوگ تیرے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے۔''

[1] سورۃ الانفال: 67، صحیح مسلم: 1763

وہ برابر اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ امیہ نے کہا کہ

''لو جب تم مجھے مجبور ہی کر رہے ہو تو مکے میں سب سے اچھا اونٹ میں خریدتا ہوں۔''

پھر امیہ نے کہا کہ ''اے صفوان کی ماں! میری تیاری کر دے۔''

اس نے کہا اے صفوان کے ابا! کیا تو وہ بات بھول گیا جو تیرے مدنی بھائی نے تجھ کو بتائی تھی؟

اس نے کہا نہیں! میں ان کے ساتھ تھوڑی دور تک ہی جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

پس جب امیہ نکلا تو ہر ایک منزل پر، جہاں اترتا تھا، اپنے اونٹ کے زانو باندھتا رہا۔ وہ برابر اسی طرح کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس کو بدر کے مقام میں ہلاک کیا۔ [1]

اور معانی نحاس میں لکھا ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے اُمیہ ابنِ خلف کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا، وہ غلط ہے۔ جنگ اُحد کا واقعہ شنبہ کے دن ساتویں تاریخ شوال کو ہجرت کے بتیسویں مہینے کے آغاز پر ہوا۔''

رسول اللہ ﷺ کے سامنے ابوامامہ سردار یمامہ کو قید کر کے لایا گیا۔ آپ ﷺ کے حکم سے اس کو مسجد میں باندھ دیا گیا۔ آپ ﷺ ہر روز تین دفعہ اس پر اسلام پیش کرتے رہے۔ جب وہ نہ مانا تو اس کو اختیار دیا کہ

''تو آزاد رہنا چاہے تو آزاد کر دیا جائے گا، فدیہ دینا چاہے تو فدیہ لے لیا جائے گا اور اگر قتل ہونا چاہے تو قتل کر دیا جائے گا۔''

اُس نے کہا کہ

''اگر آپ ﷺ قتل کریں گے تو یہ ایک بڑے آدمی کا قتل ہوگا اگر فدیہ لیں گے تو بڑے آدمی کا فدیہ ہوگا۔ اگر آزاد کریں گے تو ایک بڑے آدمی کو آزاد کرنا ہے لیکن یہ بات کہ میں اسلام لے آؤں، خدا کی قسم کہ میں مجبور ہو کر اسلام نہیں لاؤں گا۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اسے چھوڑ دیا گیا۔ اس حسنِ سلوک کا اس پر اتنا اچھا اثر ہوا کہ اس نے جھٹ کہہ دیا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ ﷺ۔ [2]

[1] صحیح بخاری: 3632 [2] سنن سعید بن منصور: 234/2

اصبغ نے ابن المواز کی کتاب میں کہا ہے کہ امام کو چاہیے کہ جب کسی قیدی کو قتل کرنا چاہے تو اس کو اسلام کی دعوت دے اور اس سے پوچھ لے کہ جن لوگوں نے اسے قید کیا ہے، آیا اُن میں سے کسی کے ساتھ اس کا عہد ہے؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیدیوں کے متعلق فدیہ لینے اور احسان رکھ کر چھوڑ دینے اور مار ڈالنے اور غلام کرنے میں اختیار دیا گیا کہ جو چاہیں کریں۔''

خطابی کی کتاب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک قیدی لایا گیا، جو کانپتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ادفؤہ (یعنی اس کو گرم کپڑا اوڑھا دو) دفٔ سے ھمزہ بولنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاورہ سے نہیں تھا۔ پس لوگ اسے لے گئے اور اسے قتل کر ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی دیت ادا کر دی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قتل کا ارادہ فرماتے تو کہتے دافوہ (یعنی اس کو جلدی قتل کرو) اور دافوا علیہ فا کی تشدید کے ساتھ (یعنی اس کو جلدی قتل کرو)۔''

بنی قریظہ اور بنی نضیر کے بارے میں

بخاری و مسلم شریف اور نسائی میں ہے کہ جنگ احزاب کے دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا گیا جس سے ان کی اکحل کی رگ کٹ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگ کے ساتھ اس کو داغ کیا تو ان کے ہاتھ پر ورم آ گیا۔ جب اس کو چھوڑ دیا تو خون بہنے لگا۔ پھر دوبارہ داغ کیا تو پھر ان کا ہاتھ متورم ہو گیا۔ پس جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو دُعا کی کہ

''الٰہی! میری اس وقت تک جان نہ نکلے، جب تک بنی قریظہ کی طرف سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔''

پس اپنی رگ کو تھامے رہے۔ ابھی کوئی قطرہ ٹپکنے نہ پایا تھا کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر نے سعد رضی اللہ عنہ کی منصفی منظور کر لی۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا۔[1]

وہ قریب ہی تھے، گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب مسجد کے قریب آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[1] سنن نسائی: 1582

"اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ، پس وہ لوگ کھڑے ہو گئے۔"

آپ رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"یہ لوگ تمہاری منصفی منظور کرتے ہیں۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

"میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ لڑنے والے قتل کیے جائیں۔ عورتیں اور بچے قید ہوں اور ان کا مال تقسیم کر لیا جائے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تو نے ان کے بارے میں بادشاہ حقیقی کا سا فیصلہ کیا ہے۔ [1] اس کے بعد وہ لوگ قلعے سے اُترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مدینے میں بنی نجار کی ایک عورت بنت حارث کے گھر کے اندر قید کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھائیاں کھدوائیں اور ان کو بلوایا اور ان کھایوں میں ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ ان میں حی ابنِ اخطب اور کعب ابن اسد، ان کے رئیس بھی تھے اور وہ چھ سو یا سات سو تھے۔ ان کی کثرت بیان کرنے والا کہتا ہے کہ وہ آٹھ سو سے ہزار تک تھے۔

بنی قریظہ نے کعب بن اسد کو کہا جب وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لیے جا رہا تھا:

"اے کعب! تیری رائے میں ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

اس نے کہا:

"کیا تم ہر موقع پر بے عقل بنے رہو گے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ پکارنے والا ٹلنے کا نہیں اور تم میں سے جانے والا واپس آنے کا نہیں؟ وہ تو خدا کی قسم قتل ہے۔"

چنانچہ وہ سب قتل ہوئے۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ

"ان کی عورتوں میں سے ایک کے سوا اور کوئی قتل نہیں کی گئی۔ اس کا نام بنانہ تھا۔ یہ وہ عورت تھی جس نے خلدا ابن سوید پر چکی گرا کر انہیں قتل کر دیا تھا۔" [2]

حضرت عبداللہ بن ابی بن سلول نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بنی قریظہ کے بارے میں کہا کہ وہ میرے دونوں بازوؤں میں سے ایک ہیں۔ وہ تین سو (۳۰۰) زرہ پوش اور چھ سو (۶۰۰) بے زرہ ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ

[1] صحیح بخاری: 3043 [2] سنن ابوداؤد: 2671

"سعد! قسم کھا چکا ہے کہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اس پر موثر نہ ہوگی۔"

پس سعد رضی اللہ عنہ جب ان کے قتل سے فارغ ہوئے تو ان کی رگ کھل گئی اور وہ فوت ہو گئے۔

ابنِ سحنون کی کتاب میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"تم دشمن سے اللہ کے فیصلے پر رضامند ہونا منظور نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ٹھیک اللہ کے فیصلے پر عمل کر سکو گے۔ ان کو اپنے فیصلے پر رضامند کرو۔"

سحنون نے کہا ہے کہ اگر امام ناواقف ہو اور ان کو اللہ کے فیصلہ پر رضامند کرے، یعنی جب انہوں نے اس کی درخواست کی ہو تو یہ مشتبہ امر ہے۔ پس ان کو ان کی امن گاہ کی طرف لوٹایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کریں۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

"ان کے لوٹانے سے پہلے ان پر اسلام پیش کرنا چاہیے۔ پس اگر وہ انکار کریں تو ان پر جزیہ پیش کیا جائے۔"

سحنون نے کہا ہے کہ

"اگر وہ اللہ کے حکم اور فلاں شخص کے حکم پر رضامند ہوں اور وہ شخص تلوار یا قید یا اخذ مال کا فیصلہ کر دے تو یہ نافذ نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ اکیلے خدا کے حکم پر رضامند ہوں۔"

ابن شہاب نے مختصر مدوّنہ میں کہا ہے کہ بنی نضیر کا واقعہ ماہِ محرم ۳ھ میں ہوا۔ بعض نے کہا ۴ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعۃ المبارک کے پچھلے پہر ۹ ربیع الاوّل کو ان کی طرف نکلے اور تیئس دن ان کا محاصرہ رہا۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پچیس دن اور بنی قریظہ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے میں یہ فقہی نکتہ ہے کہ اہلِ ذمہ جب جنگ کے لیے آمادہ ہو جائیں اور امام عادل ہو تو اس سے ان کی عورتوں، بچوں اور ضعیف لوگوں مثلاً بوڑھوں مزمن مریضوں کو قید کرنا حلال سمجھے۔ اس بات کے قائل امام اوزاعی رحمہ اللہ ہیں۔

ابن قاسم نے بڑے بوڑھے اور مزمن مریض کے بارے میں اور اس شخص کے بارے میں، جو ان سے مغلوب ہو، اس اصول کی مخالفت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے خون کو مباح سمجھنا اور ان کو قید کرنا جائز نہیں۔

ابوعبید نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بنی قریظہ کے خون کو مباح قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف عرب کی حملہ آور جماعتوں کی مدد کی تھی، باوجودیکہ ان کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ان کی معاہدہ شکنی قرار دیا۔

ابوعبید اور سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کسی قوم سے معاہدہ کیا ہو اور اس نے معاہدہ شکنی کی ہو اور آپ ﷺ نے اس کا قتل حلال نہ ٹھہرایا ہو، سوائے اہل مکہ کے۔ وہ بھی ان پر احسان فرمایا تھا۔

اہلِ مکہ کی عہد شکنی یہ تھی کہ ان کے حلیفوں یعنی بنی بنوبکر نے رسول اللہ ﷺ کے حلیفوں یعنی بنی خزاعہ سے جنگ کی تو اہلِ مکہ نے آپ ﷺ کے حلیفوں کے خلاف بنوبکر کی مدد کی۔ پس آپ ﷺ نے ان سے جنگ کرنا حلال ٹھہرایا۔

مفضل نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کا اکیس رات محاصرہ جاری رکھا۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے صلح کی درخواست کی مگر آپ ﷺ نے انکار کر دیا مگر اس شرط پر کہ مدینہ سے نکل جائیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ تین تین گھروں کا اسباب صرف ایک ایک اونٹ پر، جس قدر چاہیں لاد لیں اور جو باقی رہے وہ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ وہ لوگ ملک شام کی طرف نکل گئے۔ یہ ہوا ان کا حشر۔

ابوعبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ یہود کو کہا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے فیصلے تسلیم کر لو۔ انہوں نے کہا ہمارا مدار سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بہتر! سعد (رضی اللہ عنہ) کے فیصلے پر ہی مدار رکھو۔'' [1]

ابوداؤد نے لکھا ہے کہ بنونضیر، بنوقریظہ سے افضل تھے اور دونوں ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ [2]

کتاب المفضل میں ہے کہ بنونضیر کی جلاوطنی کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت تھی۔ پس ان کے ساتھ اس بارے میں گفتگو فرمائی کہ بنی کلاب کے ان دو مقتولوں کی دیت میں آپ ﷺ کو مدد دیں جن کو عمرو بن اُمیہ ضمیری نے قتل کر دیا۔ انہوں نے کہا:

''اے ابوالقاسم (ﷺ)! ہم تعمیل کو حاضر ہیں۔''

اور انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی میں مشورہ کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ غداری کا قصد کیا۔ عمرو بن حجاش نضیری نے کہا کہ

''میں چھت پر چڑھ کر ان پر پتھر گرا دوں گا۔''

دوسرے مؤرّخ نے چکی کا ذکر کیا ہے۔ ان کو سلام بن مشکم نے کہا کہ

[1] مسند احمد: 24573 [2] سنن ابوداؤد: 4494

"ایسا نہ کرنا، خدا کی قسم تم نے جو قصد کیا ہے، ان کو اس کی اطلاع مل جائے گی اور یہ ہمارے اور ان کے عہد کی خلاف ورزی ہے۔"

ادھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے پاس ان کے قصد کی اطلاع پہنچ گئی۔ دوسرے راوی نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نازل ہو کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو خبر دی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم جلدی اُٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی طرف تشریف لے گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے آ ملے۔ انہوں نے عرض کیا کہ

"یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم! آپ چلے آئے ہم کو پتہ بھی نہ ہوا۔"

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"یہود نے غداری کا قصد کیا تھا، مجھے اللہ عزوجل نے اس کی خبر دے دی۔"

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ان کو کہلا بھیجا کہ

"میرے شہر سے نکل جاؤ۔ میرے ساتھ مقیم نہ رہو۔ تم نے میرے ساتھ غدر کرنے کا قصد کیا۔ اب میں تم کو دس دن کی مہلت دیتا ہوں۔ پس اس کے بعد جو شخص یہاں پایا گیا، میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔"

وہ کچھ دنوں تک تیاری کرنے کے لیے ٹھہر گئے۔ عبداللہ بن ابی نے ان کو کہلا بھیجا کہ

"تم اپنے گھروں سے نہ نکلو کیونکہ میرے ساتھ دو ہزار جوان ہیں، جو تمہارے ساتھ قلعوں میں داخل ہوں گے۔ تمہارے ارد گرد کٹ مریں گے۔ بنو قریظہ اور بنی غطفان سے تمہارے حلیف تم کو مدد دیں گے۔"

اس قول سے ان کے سردار حیی کو حکم عدولی کی جسارت ہوگئی اور اس نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی طرف کہلا بھیجا کہ

"ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلتے، تمہارے جی میں جو آئے، سو کرو۔"

پس رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے تکبیر کہی اور ان پر چڑھائی کر دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا جھنڈا تھا۔ جب انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو آتے دیکھا تو اپنے قلعوں پر چڑھ گئے اور ان کے پاس تیر اور پتھر تھے۔ قریظہ نے ان سے کنارہ کشی اختیار کی اور ابنِ اُبی نے اور ان کے غطفانی حلیفوں نے ان سے خیانت کی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے نخلستان تباہ کر دیئے۔ اب انہوں نے کہا کہ ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے شہر سے نکلنے کو تیار ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ

"ہم ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ اگر نکلنا ہے تو فوراً نکل جاؤ۔ تمہارے خون معاف

اور ہتھیاروں کے سوا جو کچھ اونٹوں پر لاد سکو، وہ بھی لے جاؤ۔''

انہوں نے اس کو منظور کر لیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اموال اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا۔ بنونضیر کے اموال محض رسول اللہ ﷺ کی ضرورتوں کے لیے مخصوص تھے۔ اس کا پانچواں حصہ نہیں نکالا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ ہی کو بطور غنیمت دیا تھا۔ مسلمانوں کو اس پر گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ حملہ آور ہونا نہیں پڑا۔ پس یہ بنی نضیر کا بدلہ ہے جس کے متعلق اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

''تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں۔ اس کے سوا ان کا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان کو رسوائی ہو۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: ''تا کہ بدکار لوگوں کو رسوا کرے۔'' [2]

بنی قریظہ کی طرف رسول اللہ ﷺ نے تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ چڑھائی فرمائی اور ان کا پندرہ روز محاصرہ رکھا۔ تب انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو کہلا بھیجا کہ ان کی طرف ابولبابہ کو بھیجا جائے۔ آپ ﷺ نے ان کو بھیج دیا۔ بنوقریظہ نے اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ اب تمہارا فیصلہ ذبح ہے مگر بعد میں اُن کو اپنے اس اشارہ پر ندامت ہوئی۔ [3]

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

پڑھا اور کہا میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی، پس حضور نبی کریم ﷺ کی طرف واپس نہیں گئے۔ بلکہ مسجد میں گئے اور اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ اللہ نے ان کو توبہ کی بشارت دی۔ پھر بنوقریظہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا۔ انہوں نے ان کی مشکیں کس دیں اور ایک طرف کو الگ کر دیا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو مامور کیا تو انہوں نے ان کا اسباب اور جو کچھ ان کے قلعوں میں پایا گیا، از قسم اسلحہ اور اثاثہ، جمع کیا۔ ان میں ڈھائی ہزار تلواریں، تین سو زرہیں اور ایک ہزار نیزے، پانچ سو تلواریں مع چرمی ڈھالیں ملیں اور ان کے پاس شراب کے مٹکے ملے جن کو گرایا گیا۔ اس مالِ غنیمت سے خمس نہیں نکالا گیا۔

[1] سورۃ البقرہ: 85 [2] سورۃ الحشر: 5

[3] ندامت کی وجہ یہ تھی کہ ابھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے فیصلہ صادر نہیں ہوا، میں نے پہلے ہی فیصلہ کے متعلق اظہارِ رائے کی گستاخی کی یا اگر اس فیصلہ کے متعلق دربارِ رسالت ﷺ سے کچھ اشارات معلوم تھے تو ان کو ابھی صیغۂ راز میں رکھنا تھا۔ یہ بے موقع افشائے راز کی حرکت سرزد ہوئی۔

''ایسا نہ کرنا، خدا کی قسم تم نے جو قصد کیا ہے، ان کو اس کی اطلاع مل جائے گی اور یہ ہمارے اور ان کے عہد کی خلاف ورزی ہے۔''

ادھر رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کے قصد کی اطلاع پہنچ گئی۔ دوسرے راوی نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نازل ہو کر آپ ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ جلدی اُٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی طرف تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ ﷺ سے آ ملے۔ انہوں نے عرض کیا کہ

''یارسول اللہ ﷺ! آپ چلے آئے ہم کو پتہ بھی نہ ہوا۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہود نے غداری کا قصد کیا تھا، مجھے اللہ عزوجل نے اس کی خبر دے دی۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہلا بھیجا کہ

''میرے شہر سے نکل جاؤ۔ میرے ساتھ مقیم نہ رہو۔ تم نے میرے ساتھ غدر کرنے کا قصد کیا۔ اب میں تم کو دس دن کی مہلت دیتا ہوں۔ پس اس کے بعد جو شخص یہاں پایا گیا، میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔''

وہ کچھ دنوں تک تیاری کرنے کے لیے ٹھہر گئے۔ عبداللہ بن ابی نے ان کو کہلا بھیجا کہ

''تم اپنے گھروں سے نہ نکلو کیونکہ میرے ساتھ دو ہزار جوان ہیں، جو تمہارے ساتھ قلعوں میں داخل ہوں گے۔ تمہارے ارد گرد کٹ مریں گے۔ بنوقریظہ اور بنی غطفان سے تمہارے حلیف تم کو مدد دیں گے۔''

اس قول سے ان کے سردار حیی کو حکم عدولی کی جسارت ہو گئی اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کہلا بھیجا کہ

''ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلتے، تمہارے جی میں جو آئے، سو کرو۔''

پس رسول اللہ ﷺ نے تکبیر کہی اور ان پر چڑھائی کر دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آپ ﷺ کا جھنڈا تھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو آتے دیکھا تو اپنے قلعوں پر چڑھ گئے اور ان کے پاس تیر اور پتھر تھے۔ قریظہ نے ان سے کنارہ کشی اختیار کی اور ابنِ اُبی نے اور ان کے غطفانی حلیفوں نے ان سے خیانت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے نخلستان تباہ کر دیئے۔ اب انہوں نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کے شہر سے نکلنے کو تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''ہم ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ اگر نکلنا ہے تو فوراً نکل جاؤ۔ تمہارے خون معاف

اور ہتھیاروں کے سوا جو کچھ اونٹوں پر لاد سکو، وہ بھی لے جاؤ۔‘‘

انہوں نے اس کو منظور کر لیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اموال اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا۔ بنونضیر کے اموال محض رسول اللہ ﷺ کی ضرورتوں کے لیے مخصوص تھے۔ اس کا پانچواں حصہ نہیں نکالا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ ہی کو بطور غنیمت دیا تھا۔ مسلمانوں کو اس پر گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ حملہ آور ہونا نہیں پڑا۔ پس یہ بنی نضیر کا بدلہ ہے جس کے متعلق اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

’’تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں۔ اس کے سوا ان کا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان کو رسوائی ہو۔‘‘ [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: ’’تا کہ بدکار لوگوں کو رسوا کرے۔‘‘ [2]

بنی قریظہ کی طرف رسول اللہ ﷺ نے تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ چڑھائی فرمائی اور ان کا پندرہ روز محاصرہ رکھا۔ تب انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو کہلا بھیجا کہ ان کی طرف ابولبابہ کو بھیجا جائے۔ آپ ﷺ نے ان کو بھیج دیا۔ بنوقریظہ نے اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ اب تمہارا فیصلہ ذبح ہے مگر بعد میں اُن کو اپنے اس اشارہ پر ندامت ہوئی۔ [3]

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

پڑھا اور کہا میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی، پس حضور نبی کریم ﷺ کی طرف واپس نہیں گئے۔ بلکہ مسجد میں گئے اور اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ حتیٰ کہ اللہ نے ان کو توبہ کی بشارت دی۔ پھر بنوقریظہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا۔ انہوں نے ان کی مشکیں کس دیں اور ایک طرف کو الگ کر دیا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو مامور کیا تو انہوں نے ان کا اسباب اور جو کچھ ان کے قلعوں میں پایا گیا، از قسم اسلحہ اور اثاثہ، جمع کیا۔ ان میں ڈھائی ہزار تلواریں، تین سو زرہیں اور ایک ہزار نیزے، پانچ سو تلواریں مع چرمی ڈھالیں ملیں اور ان کے پاس شراب کے مٹکے ملے جن کو گرایا گیا۔ اس مالِ غنیمت سے خمس نہیں نکالا گیا۔

---

[1] سورۃ البقرہ: 85 [2] سورۃ الحشر: 5

[3] ندامت کی وجہ یہ تھی کہ ابھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے فیصلہ صادر نہیں ہوا، میں نے پہلے ہی فیصلہ کے متعلق اظہارِ رائے کی گستاخی کی یا اگر اس فیصلہ کے متعلق دربارِ رسالت ﷺ سے کچھ اشارات معلوم تھے تو ان کو ابھی صیغۂ راز میں رکھنا تھا۔ یہ بے موقع افشائے راز کی حرکت سرزد ہوئی۔

قبیلہ اوس نے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ لوگ ان کو بخش دیئے جائیں کیونکہ وہ ان کی حلیف تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جنگجو جوانوں کو قتل کرنے، عورتوں اور بچوں کو قید کرنے اور مال تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم نے بادشاہ حقیقی کا سا فیصلہ کیا ہے، جو سات آسمانوں کے اوپر ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور ان کے بارے میں حکم دیا جس کی رو سے ان کو مدینہ میں داخل کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف فرما ہوئے اور قریظیوں کو ٹولی ٹولی کر کے نکالا گیا۔ ان کی گردنیں اُڑائی گئیں۔ یہ لوگ چھ سو سے سات سو تک تھے اور رسول اللہ ﷺ نے خاص اپنے لیے ریحانہ بنت عمرو کو رکھا۔ لوٹ کا مال جمع کرنے کا حکم دیا، جسے جمع کیا گیا اور تمام اسباب اور قیدیوں سے پانچواں حصہ نکالا اور باقی آپ ﷺ کے حکم سے نیلام کیا گیا اور اس کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ تمام حصے تین ہزار بہتّر ہوئے، جن میں دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ اس کے سوار کا تھا، رسول اللہ ﷺ قیدیوں میں سے کسی کو آزاد کرتے تھے، کسی کو عطا کر دیتے تھے اور کسی کو خدمت پر لگاتے تھے۔ اس طرح مالک نے مستخرجہ میں کہا ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے قریظہ کے مال سے خمس نکالا ہے۔ نضیر کے مال سے خمس نہیں نکالا۔''

فتح مکہ کے وقت امن دینے کے متعلق

ایک دشمنِ اسلام جس کے طلبِ امن پر بھی امن نہیں دیا گیا: مؤطا، بخاری، مسلم اور نسائی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھی۔ جب اس کو اتارا تو ایک آدمی آپ ﷺ کے حضور میں آیا اور اس نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! ابنِ خطل کعبہ کے پردوں کو تھامے کھڑا ہے۔'' [1]

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

[1] ابن خطل ایک بدترین کافر تھا جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے میں انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ وہ رقص و سرود کی مجلس قائم کرتا اور اس میں رقاصہ عورتوں سے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کے راگ سنتا۔ کعبہ کے پردوں کو تھامنا درخواست امن کی ایک بہترین صورت ہے مگر اس کے جرائم ماضیہ کے آگے طلب رحم کی یہ حالت بے سود تھی۔

''اس کو قتل کر ڈالو۔'' [1]

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم شریف نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باآوازِ بلند ارشاد فرمایا:

''زخمی کو ہلاک نہ کیا جائے، بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔ قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے اور جو دشمن اپنا دروازہ بند کر لے، اس کو امن ہے۔''

نسائی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص کعبہ میں داخل ہو، اس کو امن ہے، جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، اس کو امن ہے۔ جو شخص ہتھیار رکھ دے، اس کو امن ہے۔ جو شخص ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں داخل ہو، اس کو امن ہے۔ [2]

سب لوگوں کو امن دے دیا سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے۔''

ابن حبیب نے ذکر کیا ہے کہ سوائے چھ مردوں اور چار عورتوں کے، چنانچہ ان کے بارے میں حکم ارشاد فرمایا کہ

''قتل کیے جائیں، اگرچہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹک جائیں۔''

نسائی وغیرہ کے بیان کے مطابق عبداللہ بن خطل، عکرمہ بن ابی جہل مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔ عبداللہ بن خطل پر قابو پایا گیا۔ جب کہ وہ کعبہ کے پردوں کو تھامے ہوئے تھا۔ اس کی طرف حضرت سعید بن حریث رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ کر [3]، جو دونوں میں سے چھریرا بدن رکھتے تھے، اس کو قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں جالیا اور اسے ہلاک کر ڈالا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن خطل کے مال سے تعرض نہیں کیا اور ابن ہشام نے ذکر کیا کہ مقیس کو نمیلہ نے قتل کیا اور وہ اسی کی قوم کے ایک آدمی تھے۔

عبداللہ بن خطل کو حضرت سعید بن حریث رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ دونوں اس کے خون میں شریک تھے۔ عکرمہ (رضی اللہ عنہ) نے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا۔ مسافروں کو طوفان نے آلیا۔ کشتی والوں نے کہا:

[1] صحیح بخاری: 1846 [2] سنن ابو داؤد: 3022

[3] سعید بن حریث رضی اللہ عنہ اس وقت پندرہ سال کے نوجوان تھے۔

''خدا کی خالص عبادت اختیار کرو، کیونکہ یہاں تمہارے باطل معبود کچھ فائدہ نہیں دیتے۔''

عکرمہ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا:

''واللہ! اگر سمندر میں مجھے خدا کی خالص عبادت ہی نجات دلا سکتی ہے تو خشکی میں بھی مجھے اس کے سوا کوئی چیز نجات نہ دلائے گی۔ الٰہی! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے بچا لیا جس میں مبتلا ہوں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس حاضر ہوں گا حتیٰ کہ ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا کیونکہ میں ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو معاف کرنے والا کریم النفس پاتا ہوں۔''

چنانچہ وہ اسلام لے آئے۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو وہ اس کو نکال لائے۔ حتیٰ کہ اس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لا کھڑا کیا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عبداللہ کو بیعت فرمائیے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور تین مرتبہ اس کو دیکھا، ہر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار ٹپکتا تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بیعت کر لیا۔ پھر اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''کیا تم میں سے کوئی بھی موقع شناس نہیں کہ جب وہ دیکھتا کہ میں نے اس کو بیعت کرنے سے ہاتھ روک لیا فوراً کھڑا ہو جاتا اور اس کو قتل کر دیتا؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں کیا معلوم کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو سر سے اشارہ کیوں نہ کر دیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''نبی کو یہ بات زیبا نہیں کہ دزدیدہ نگاہوں سے کام لے۔''

ابن ہشام کی کتاب میں ہے اور اس کو ابن حبیب نے ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ مردوں اور عورتوں کے سوا حویرث بن نفیر بن وہب بن عبد مناف بن قصی کے قتل کا بھی حکم دیا۔ اس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مقید کر کے قتل کیا۔ اس کو ابن حبیب نے ذکر کیا ہے اور ابنِ حبیب نے ان دو عورتوں کے سوا دو اور عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ اور سارہ، عمرو بن ہشام کی آزاد

کردہ کنیز تھی۔ دو مذکورہ عورتیں، دو کنیزیں فرتنا اور قریبہ تھیں جو عبداللہ ابن خطل کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کی ہجو کے گیت گاتی تھیں۔ فرتنا مسلمان ہو گئی حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے عہد میں انتقال کر گئی۔ قریبہ اور سارہ قتل کی گئیں اور ہندہ بنت عتبہ مسلمان ہو گئیں اور انہوں نے بیعت کر لی۔

ابنِ اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ سارہ کو حضور نبی کریم ﷺ نے امن دے دیا۔ وہ زندہ رہی یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے سنگلاخ وادی میں اس کو گھوڑے کے ٹاپوں سے کچل کر مار ڈالا۔ ابو عبید نے کتاب الاحوال میں ذکر کیا ہے کہ سارہ حاطب کا خط مکے کی طرف لے کر گئی تھی۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی سرح کے قتل کا حکم دیا کیونکہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا، پھر مشرک ہو کر مرتد ہو گیا۔ اس کے بعد پھر اسلام لے آیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک عہدہ پر نامزد کر دیا۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کو عہدہ دیا۔ عبداللہ بن خطل بھی مسلمان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کسی کام کے لیے بھیجا اور اس کے ساتھ ایک آدمی انصار میں سے بھیجا اور اس کے ساتھ اس کا ایک غلام بھی تھا، جو اس کی خدمت کرتا تھا اور وہ مسلمان تھا۔ وہ ایک منزل میں اترا اور غلام کو حکم دیا کہ اس کے لیے ایک بکرا ذبح کر کے کھانا پکائے۔ پھر جاگا تو اس نے کوئی چیز تیار نہ کی تھی۔ اس پر جھپٹ کر اسے مار ڈالا، پھر مشرک ہو کر مرتد ہو گیا۔ حویرث بنی نفیر ان لوگوں میں سے تھا جو رسول اللہ ﷺ کو مکے میں اذیت دیا کرتے تھے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیوں سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو مکے سے مدینے کی طرف لے جا رہے تھے تو حویرث نے ان دونوں کو لکڑی سے ٹھکرایا اور ان کو زمین پر گرا دیا۔ مقیس نے ایک انصاری کو قتل کیا تھا جس نے اس کے بھائی کو غلطی سے مار ڈالا تھا۔ وہ مشرک بن کر مکے کی طرف واپس چلا گیا۔ مقیس مکے میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ۶ھ میں صلح حدیبیہ میں حاضر ہوا اور اپنے بھائی کی دیت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بھائی کی دیت کا حکم دے دیا۔ پھر اس نے اس شخص کو قتل کر دیا جس نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا اور مشرک بن کر مکے کو واپس چلا گیا اس نے ایک شعر میں کہا ہے:

حَلَلْتُ بِهٖ وَتْرِیَ وَ اَدْرَکْتُ ثُوْرَتِیْ

وَ کُنْتُ اِلَی الْاَوْثَانِ اَوَّلَ رَاجِعٖ

''جس شخص نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا، وہ ہشام بن صبابہ ایک آدمی عبادہ بن صامت کی جماعت سے تھا، جو غلطی سے غزوہ بنی مصطلق میں ماہ شعبان ٦ ھ میں اس پر وار کر بیٹھا اور وہ سمجھتا تھا کہ وہ دشمن ہے۔''

ابن ہشام نے کہا کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ سب سے پہلا مقتول، جس کی رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن دیت ادا فرمائی، وہ جنید بن اکوع تھا۔ اس کو بنو کعب نے قتل کیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس کی دیت میں سو اونٹنیاں دیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے جماعت خزاعہ! اپنے ہاتھ قتل سے بند کرو کیونکہ قتل بہت ہو چکا ہے۔''

ابن حبیب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی خزاعہ کو اذن دے دیا تھا کہ عصر کی نماز تک بنی بکر میں تلوار چلاتے رہیں۔ ابنِ ہشام نے کہا کہ

''اس کا قصہ یہ ہے کہ سال حدیبیہ میں جو صلح حضور نبی کریم ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان ہوئی تھی، اس میں ایک یہ شرط واقع ہوئی تھی کہ جو کوئی چاہے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق معاہدہ میں داخل ہو جائے اور جو کوئی چاہے اہل مکہ کے معاہدہ میں داخل ہو جائے۔ بنی خزاعہ حضور نبی کریم ﷺ کے معاہدہ میں داخل ہو گئے۔ بنو بکر اہل مکہ کے معاہدہ میں تھے۔ بعد ازاں بنو بکر نے بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور ان کے بارے میں عہد کو توڑ ڈالا اور ان کو تباہ کر دیا۔ پس عمرو بن سالم خزاعی نکلا، یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس مدینے میں آیا اور آپ ﷺ سے مدد مانگی اور یہی عمرو فتح مکہ کا محرک ہوا۔''

ابن سالم نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ بنی خزاعہ نے جن لوگوں کو مکے میں قتل کیا، وہ پچاس آدمی تھے۔ ان کے قتل کے متعلق اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۔ [1]

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! قریش کی سرسبزی پائمال کر دی گئی۔ آج کے بعد قریش نہ ہوں گے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اس کو امن ہے۔'' [2]

[1] سورۃ التوبۃ: 14 [2] صحیح مسلم: 1780

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قریش کے ساتھ آئندہ کبھی جنگ نہ کی جائے گی اور کوئی قریش کبھی مقید کر کے قتل نہ کیا جائے گا۔'' [1]

نماز کو قصر کرنے کا حکم

ابنِ حبیب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ان دنوں مکے میں پندرہ راتیں ٹھہرے، نماز کو قصر کرتے رہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

''حضور نبی کریم ﷺ مکے میں اُنیس دن مقیم رہ کر قصر فرماتے رہے۔'' [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''ہم نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ دس دن ٹھہر کر قصر کی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

''اس منزل میں جو ہمارے اور مکے کے درمیان ہے، انیس دن مقیم رہ کر قصر فرماتے رہے۔ پس جب زیادہ ٹھہرتے تو پوری پڑھتے۔''

مزنی نے کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

''حضور نبی کریم ﷺ نے جب مکہ فتح فرمایا تو وہاں اٹھارہ دن ٹھہر کر قصر کرتے رہے۔''

مصنف نے ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

''حضور نبی کریم ﷺ تبوک میں بیس دِن ٹھہرے اور نماز قصر کرتے رہے۔'' [3]

سردارانِ یہود کا حشر

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ خیبر کا محاصرہ بیس سے تیس رات تک رکھا۔ پھر انہوں نے اسی شرط پر امن حاصل کیا کہ کوئی چیز رسول اللہ ﷺ سے نہ چھپائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے حقیق کے بیٹو! تم کو اپنی عداوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ معلوم

[1] صحیح مسلم: 1782 [2] صحیح بخاری: 4298 [3] سنن ابوداؤد: 1235

ہے۔ پھر بھی کوئی بات مجھے اس سے مانع نہیں کہ تم کو وہی حق دوں، جو تمہارے ساتھیوں کو دیا ہے۔ تم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ اگر کسی چیز کو چھپاؤ گے تو تمہارے خون ہمارے لیے حلال ہو جائیں گے۔ تمہارے برتن کیا ہوئے؟"

انہوں نے عرض کیا کہ

"ہم نے ان کو اپنی جنگ میں خرچ کر دیا۔" [1]

راوی کہتا ہے کہ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا تو وہ مکان میں آئے، جس میں برتن تھے اور ان کو قبضہ میں لے لیا۔ لہٰذا ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ ابن عقبہ کی کتاب میں ہے کہ انہوں نے اس شرط پر امن حاصل کیا تھا کہ کوئی چیز، سوائے پہنے ہوئے کپڑوں کے، ان کی ملکیت میں نہ ہوگی اور وہ اگر کسی چیز کو چھپائیں گے تو اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ سے محروم ہوں گے۔ ابو عبید نے کہا کہ ہم سے یزید نے حدیث بیان کی ہے کہ حیی بن اخطب نے رسول ﷺ سے معاہدہ کیا کہ وہ آپ ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہ کرے گا اور اس معاہدہ پر اللہ کو ضامن بنایا۔ پس جب حیی بنی قریظہ کے دن آیا تو اس کو اور اس کے بیٹے سلمی کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب اپنا موزوں بدلہ پاؤ۔ پھر اس کی اور اس کے بیٹے کی گردن اُڑا دی گئی۔

ابو عبید نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو ابنِ ابوالحقیق طرف بھیجا تا کہ اس کو قتل کر دیں۔ پس انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ [2] ابوالحقق کے مال سے ایک خزانہ تھا جس کو مسک الجمل (اونٹ کا چمڑہ) کہتے تھے اور بڑے کے بعد بڑا اس کا متولی ہوتا تھا۔ پس اس کو انہوں نے غائب کر لیا اور چھپا لیا۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو ان کی عہد شکنی کی پاداش میں قتل کر دیا۔ واقدی نے کہا کہ اس خزانہ کی تعداد دس ہزار دینار تھی۔

جنگِ احزاب اور بنی غطفان

کہتے ہیں کہ جنگِ احزاب جنگِ احد سے دو برس بعد ہوئی۔ یہ وہ دن تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کو کھودا اور ان دنوں کافروں کا سردار ابوسفیان بن صخر بن حرب تھا۔ پس انہوں نے دس راتیں رسول اللہ ﷺ کو محاصرہ میں رکھا۔ مسلمانوں کو بڑی بے چینی لاحق ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے یوں دُعا فرمائی:

"الٰہی! میں تجھ کو تیرا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ الٰہی! اگر تیری یہ مشیت ہے تو تیری

[1] سنن ابوداؤد: 3006
[2] طبرانی کبیر: 74/19

عبادت نہ کی جائے گی۔''

پس تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے نخلستان کی پیداوار کا تیسرا حصہ اس کو پیش کیا۔ اس شرط پر کہ حملہ آور جماعتوں کی امداد نہ کرے گا۔ اپنے غطفانی ہمراہیوں سمیت واپس چلا جائے گا۔ عینیہ نے جواب دیا کہ

''نہیں! اس کی پیداوار کا آدھا حصہ لے کر میں ایسا کروں گا۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو، جو اس کے سردار تھے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو، جو خزرج کے سردار تھے، بلا بھیجا اور فرمایا:

''عینیہ مجھ سے تمہارے نخلستان کی آدھی پیداوار مانگتا ہے۔ اس وعدہ پر کہ اپنے غطفانی ساتھیوں سمیت واپس چلا جائے گا۔ حملہ آور جماعتوں کی امداد چھوڑ دے گا۔ میں اس کو تیسرا حصہ دیتا تھا اور وہ نصف پر اصرار کرتا ہے۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ کو کسی بات کا حکم ہوا ہے تو اس کو عمل میں لائیے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مجھ کو اگر کسی بات کا حکم ہوا ہوتا تو میں تم سے مشورہ طلب نہ کرتا، لیکن میری یہ رائے ہے، جو تم پر پیش کر رہا ہوں۔''

اس پر انہوں نے عرض کیا کہ

''پھر ہم ان کو سوائے ضرب شمشیر کے اور کچھ پیش نہ کریں گے۔''[1]

پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہی خوب ہے۔

ابنِ عتبہ کی کتاب میں ہے کہ

''یہودیوں نے اس شرط پر امن حاصل کیا کہ وہ پہنے ہوئے کپڑوں کے سوا اور کسی چیز کے مالک نہ ہوں گے۔ انہوں نے اگر کسی چیز کو چھپایا تو ان سے اللہ کا ذمہ اور رسول ﷺ کا ذمہ منقطع ہوگا اور فتح مکہ کے دن حضرت خالد کی فوج میں سے دو

[1] مصنف عبدالرزاق: 367/5

آدمی کرز بن جابر منہری اور خالد بن اخفش خزاعی قتل ہوئے۔“

ابن حبیب نے کہا کہ مشرکین میں سے تئیس آدمی قتل ہوئے اور ابنِ ہشام نے کہا بارہ یا تیرہ مارے گئے۔

کفار کے ساتھ صلح کرنے کا مسئلہ

ابوعبید نے کہا کہ مشرکوں کے ساتھ ایک مدت معلومہ کے لیے صلح اور التوائے جنگ کرنے میں علما کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ان کے ساتھ صلح جائز ہے، جس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ قول ہے کہ

”وہ اگر صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف جھکو۔“ [1]

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ

”مسلمانو! تم بودے نہ بنو اور خود پیام دے کر دشمن کو صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔“ [2]

یہ دونوں آیتیں محکم ہیں کہ جب مشرک صلح کے لیے بلائیں تو ان کی درخواست قبول کرو اور مسلمان جب قوت میں ہوں تو ان کو صلح کی طرف نہ بلائیں۔ یہ قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ ان کے ساتھ کسی صورت میں صلح نہ کی جائے اور ان کے ساتھ تو جنگ ہی ہو، یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا جزیہ ادا کریں۔ انہوں نے اس آیت کو جو سورۂ انفال میں ہے، آیت قتال کے ساتھ منسوخ قرار دیا ہے [3] اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ جب مسلمان ان کی جنگ سے عاجز آئیں تو کچھ مال پر صلح کر لینا جائز ہے جو مسلمان ان کو ادا کر دیں گے۔

روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور عبدالملک بن مروان نے ایسا کیا ہے۔ یہ اوزاعی نے ذکر کیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کی صلح کی اجازت میں دلیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد صفوان بن امیہ کے لیے ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف وہب بن عمیر کو اپنی چادر مبارک دے کر روانہ فرمایا کہ ”صفوان کے لیے دو مہینے امن ہے۔“ پھر اس کو فرمایا کہ ابن ابو وہب صلح کر لو۔ [4] اس نے کہا نہیں صلح نہیں

[1] سورۃ الانفال:61 [2] سورۃ محمد 35

[3] متقدمین کی کتابوں میں سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورۃ قتال لکھا ہے۔

[4] مؤطا امام مالک:1154

کروں گا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے واضح طور پر فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''اچھا تمہیں حق ہے کہ چار مہینے تک آزادی سے چلو پھرو۔''

اوزاعی نے ذکر کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان روم کے سرکش بادشاہ کو ہر روز ایک ہزار دینار دیتا تھا۔ اس کو ولید بن مسلم نے بروایت اوزاعی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایام صفین میں ایسا ہی کیا اور عبدالملک نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ایسا کیا۔

مالِ غنیمت کے حِصّوں کے متعلق

بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور پیدل کے لیے ایک حصہ مقرر فرمایا۔[1] یہی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سوا علما نے اس عمل پر اجماع کیا ہے۔ انہوں نے سوار کے لیے دو حصے میں سے ایک حصہ اس کا اپنا اور ایک حصہ اس کے گھوڑے کا رکھا۔ انہوں نے اس حدیث سے دلیل دی ہے جس کو مجمع بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے جنگِ خیبر میں گھوڑے پر آنے والے کے لیے مال یوں تقسیم کیا کہ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ انہوں نے ابن مبارک کی حدیث سے دلیل دی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سوار کے لیے دو حصے اور پیدل کے لیے ایک حصہ ٹھہرایا۔

ان روایتوں میں سے کوئی ان کے لیے دلیل نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خیبر کی تقسیم میں اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اکثر اصحاب نے ان کی روایت کی مخالفت کی ہے اور خیبر کا مالِ غنیمت خاص اہلِ حدیبیہ کے چودہ سو آدمیوں کے لیے تھا۔ اہلِ حدیبیہ سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی غائب نہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے بھی حصہ رکھا اور اپنے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ نے اسی پر عمل کیا کہ گھوڑے کے دو حصے اور سوار کا ایک حصہ۔

ابنِ اسحاق نے کہا ہے کہ بنی قریظہ کے معرکے میں چھتیس (۳۶) سوار تھے۔ اسی طرح مدوّنہ میں آیا ہے۔ یہ پہلا مالِ غنیمت تھا جس میں حصے واجب ہوئے ہیں اور اس سے پانچواں حصہ نکالا گیا ہے۔ اس پر سنت جاری ہوئی ہے۔

قاضی اسماعیل نے بھی کہا ہے کہ میں گمان کرتا ہوں کہ بعض علما کا یہ قول ہے کہ پانچویں حصّے کا حکم اس کے بعد نازل ہوا ہے۔ اس کے بارے میں حدیث سے کوئی شافی بیان نہیں ملتا۔ خُمس کا ذکر یقینا

[1] صحیح بخاری: 2863

حنین کے اموالِ غنیمت میں آیا ہے۔ یہ آخری غنیمت ہے جس کی جنگ میں رسول اللہ ﷺ شامل ہوئے۔

واقدی نے کہا ہے کہ

کتاب المفصل میں ہے کہ پہلی مرتبہ پانچواں حصہ بنی قینقاع کی جنگ میں نکالا گیا جو بدر سے ایک مہینہ تین دن بعد ہوئی۔ جن دنوں رسول اللہ ﷺ نے پندرہ راتیں ان کا محاصرہ کیا تو انہوں نے آپ ﷺ کے فیصلے پر رضامندی ظاہر کی۔ آپ ﷺ نے اسی شرط پر ان سے صلح کی کہ ان کا مال آپ کے لیے اور ان کی عورتیں اور بچے ان کے لیے ہوں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہتھیاروں سے تین کمانیں دو زرہیں اور تین تلواریں لے لیں اور ان کے مالوں کا پانچواں حصہ نکالا۔

اہلِ بدر کی تعداد

بزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ بدر کے دن مسلمان تین سو تیرہ تھے۔ مہاجرین سے ستتر (۷۷) اور انصار میں سے دوسو چھتیس (۲۳۶) تھے۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ان میں سے بیس غلام تھے۔ ان کے ساتھ تین گھوڑے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑے اور ستر اونٹ تھے، جن پہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد رضی اللہ عنہ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انیسہ رضی اللہ عنہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے آزاد غلام تھے، ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ تین سو چودہ (۳۱۴) آدمی تھے۔ تراسی (۸۳) مہاجروں میں اکسٹھ اوس میں سے اور دوسو ستر خزرج میں سے تھے۔ بخاری نے ذکر کیا ہے کہ قریش میں سے تمام حاضرین بدر جن کے لیے حصہ نکالا گیا، اکیاسی آدمی تھے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

قاضی اسماعیل نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی طرف نکلے۔ پھر جب اللہ نے مشرکوں کو شکست دی تو ایک جماعت ان کو قتل کرنے کے لیے پیچھے گئی۔ ایک جماعت رسول اللہ ﷺ پر حلقہ کیے رہی۔ ایک جماعت نے فوج اور مال غنیمت پر غلبہ

پایا۔ جب وہ لوگ واپس آئے، جنہوں نے مشرکوں کا تعاقب کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے مالِ غنیمت کا حصہ نکالو۔ ہم نے دشمن کا تعاقب کیا تھا۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر حلقہ کر رکھا تھا، انہوں نے کہا ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ پر حلقہ کیا تا کہ دشمن آپ ﷺ کو کوئی ناگہاں ایذا نہ پہنچائے۔ جنہوں نے لشکر پر غلبہ پایا تھا، انہوں نے کہا کہ یہ مالِ غنیمت ہمارا حق ہے، ہم نے اس پر قبضہ کیا ہے۔ اس صورت حال میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ۔ [1]

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس کو فوراً تقسیم فرما دیا [2] قبل اس کے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ۔ [3]

اسماعیل نے کہا حضور نبی کریم ﷺ نے بنی نضیر کا مال مہاجروں میں اور تین انصاریوں یعنی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ میں تقسیم کر دیا کیونکہ مہاجرین جب مدینہ میں آئے تو انصار ان کو اپنی پیداوار نصف دینے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا:

''تو میں بنی نضیر کا مال تم میں اور ان میں تقسیم کر دوں اور تم اپنی پیداوار کے متعلق ان کے ساتھ سلوک کرنے پر قائم رہو۔ اگر تم چاہو تو میں وہ صرف مہاجرین کو دے دوں اور جو کچھ اپنی پیداوار تم ان کو دیتے ہو وہ بند کرلو۔''

تو انہوں نے عرض کیا کہ

''آپ ﷺ ہم کو چھوڑ کر انہی کو عطا فرمائیں اور ہم اپنی پیداوار دینی بند رکھیں گے۔''

چنانچہ جو کچھ تھا، رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کو دے دیا۔ جس سے وہ آسودہ ہو گئے اور مہاجرین کی جو پیداوار ان کے پاس رہ گئی، اس سے وہ خوش حال ہو گئے۔ انصار میں سے انہی تین شخصوں نے محتاجی کی شکایت کی تھی۔ [4]

غائب کا حصہ

ابنِ ہشام، ابن سحنون، ابن حبیب اور برقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور

[1] سورۃ الانفال:1
[2] مسند احمد:22256
[3] انفال:41
[4] روح المعانی:55/28

حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ جنگِ بدر شریک نہیں ہوئے، وہ شام میں گئے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے حصے رکھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے اجر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا اور تمہارے اجر بھی۔ [1]

بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں حاضر تھے۔ یحییٰ بن معین کا کہنا ہے کہ وہ اس میں حاضر نہیں ہوئے وہ تو بیعت عقبہ [2] میں حاضر ہوئے تھے۔

ابنِ سحنون اور ابن حبیب نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ، حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو واپس بھیج دیا اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا امیر بنا دیا۔ ابنِ اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھانے پر مقرر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے حصے نکالے اور حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ روحا [3] میں کمین گاہ میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے حصہ نکالا۔

ابنِ ہشام نے کہا ہے کہ حضرت خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصہ نکالا۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ محترمہ حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیارداری میں پیچھے رہ گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا حصہ بھی نکالا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرا اجر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

''تمہارا اجر بھی تم کو ملے گا۔''

ابنِ حبیب نے کہا ہے کہ غائب کو حصہ دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اجماع کیا ہے کہ غائب کے لیے حصہ نہیں۔ ابنِ وہب اور ابنِ نافع نے امام مالک رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے کہ جب امام کسی کو فوج کے مصالح میں بھیجے تو اس کو اس کا حصہ ملے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ اس کا حصہ نہیں۔ سحنون کہتے ہیں کہ میں پہلی روایت کا قائل ہوں۔ بخاری اور دیگر کتب میں ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ احد کے روز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس بھیج دیا۔ تب

[1] سنن کبریٰ بیہقی: 334/6

[2] بیعتِ عقبہ وہ ہے جس میں اہل مدینہ کے ستر آدمیوں نے مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر خفیہ طور سے بیعت کی تھی اور آپ کی حمایت ونصرت کا عہد و پیمان کیا تھا اور وہی اسلام کی ترقی کا پہلا سنگِ بنیاد تھا۔

[3] روحا مکہ و مدینہ کے پرانے راستے پر واقع ہے لیکن اب مدینہ سے بدر کی طرف جائیں تو راستے میں آتا ہے وہاں بیئر الروحا مشہور کنواں بھی ہے جو مدینہ سے تیس چالیس میل پر ہے۔

وہ چودہ سال کے تھے۔ جنگِ خندق میں ان کو اجازت دی، جب کہ وہ پندرہ سال کے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو جنگِ خندق کے روز اجازت دی۔ وہ دونوں پندرہ پندرہ برس کے تھے۔ ابنِ حبیب نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں، بچوں اور غلاموں کا حصہ نہیں نکالتے تھے لیکن ان کو غنیمت میں سے کچھ عطا فرما دیتے تھے۔"

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو کچھ نہ دیا جائے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ اور بکریاں تقسیم کی ہیں اور دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر رکھی ہیں۔[1]

انفال کا ذکر

مؤطا، بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واقعہ حنین میں نکلے۔ جب فریقین کا مقابلہ ہوا تو مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ میں نے مشرکوں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر غالب ہو رہا تھا، تو میں نے اس کے لیے رُخ بدلا، یہاں تک کہ اس کے پیچھے کی طرف سے آیا اور اس کے کندھے کے پٹھے پر تلوار ماری۔ وہ میری طرف پلٹا اور سختی سے مجھے بھینچا جس سے مجھے موت کی بُو آئی۔ پھر وہ لقمہ اجل ہو گیا تو مجھے چھوڑ دیا۔ پھر میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں نے کہا:

"لوگوں کو کیا ہوا؟"

انہوں نے کہا کہ اللہ کا حکم۔ پھر لوگ واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کسی کو قتل کرے اور اس کے پاس گواہ ہو تو اس کا اسباب اس کو ملے گا۔"

پس میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ کیا میرا کوئی گواہ ہے، پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری مرتبہ اسی طرح فرمایا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"میں پھر کھڑا ہوا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

[1] صحیح بخاری: 2488

''اے ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ)! کیا بات ہے؟''

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سارا قصہ عرض کیا تو ایک شخص بولا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ سچ کہتے ہیں۔ اس مقتول کا اسباب میرے پاس ہے۔ اس میں سے ان کو کچھ دے کر راضی کر دیجیے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''نہیں خدا کی قسم! ایسا نہیں ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شیر کی طرف توجہ نہ فرمائیں، جو اللہ کے شیروں میں سے ہے اور اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جہاد کرتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقتول کا اسباب تم کو دے دیں۔''[1]

ایک روایت میں ''توجہ فرمائیں'' بلا حرف نفی آیا ہے۔ بخاری کتاب الاحکام میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہرگز نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اسباب قریش کے ایک کمزور آدمی کو نہیں دے گے کہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو محروم رکھیں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سچ کہا، پس یہ ان کو دے دو۔''

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے زرہ کو بیچ کر اس کے عوض ایک باغ خرید لیا۔ یہ پہلا مال تھا جو اسلام میں مجھ کو ملا۔''[2]

ابن اعرابی نے لکھا ہے کہ سلمہ جو راوی ہے وہ ازد میں بکسر لام ہے اور قشیر میں بفتح اللام ہے۔

قاتل کے لیے مقتول کا اسباب واجب نہ ہونے کے دلائل

بخاری نے ذکر کیا ہے کہ مقتول کا اسباب، جو قاتل کا حق ہے، مالِ غنیمت کے پانچویں حصے سے جداگانہ ہے اور یہ کہ مقتول کے اسباب سے پانچواں حصہ نہیں نکالا جاتا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ وہ پانچویں حصے میں داخل ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے بعض شاگردوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑی ہے کہ

[1] صحیح بخاری:3142 [2] صحیح بخاری:7170

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوۡلِ۔ [1]

اور انہوں نے باقی چار خمس ان لوگوں کے لیے ٹھہرائے ہیں جو مالِ غنیمت کو لوٹتے ہیں۔ پس یہ جائز نہیں کہ مالِ غنیمت میں سے ان کے لیے کچھ زائد مال الگ کیا جائے۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے (حنین میں) پہلی مرتبہ خمس میں سے زائد عطیہ بخشا ہے اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خمس میں اجتہاد کے ساتھ نظر کرنے کا کام آپ ﷺ کے سپرد [2] فرمایا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ آیت خیبر اور نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ اس کی تصریح کو (کہ مقتول کا اسباب قاتل کا حق ہے) معرکہ حنین تک موخر فرمانے والے نہ تھے۔ حالانکہ وہ قول آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا جب جنگ ٹھنڈی پڑ گئی۔ اگر یہ امر (مذکور) پہلے سے فیصل شدہ ہوتا تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو ضرور معلوم ہوتا، جو رسول اللہ ﷺ کے ایک شہ سوار اور جلیل القدر صحابی تھے۔ (غرض قاتل کو مقتول کا اسباب ملنا خلافِ دستور تھا) جبھی تو انہوں نے اس کا مطالبہ نہیں کیا حتیٰ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس اعلان کا حکم ارشاد فرمایا کہ جو کسی کو قتل کرے، اس کا اسباب قاتل کے لیے ہے اور یہ بات قابل اخفا نہ تھی۔

ایک اور دلیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے وہ اسباب ان کو صرف ایک کی شہادت پر بلا حلف دلا دیا۔ اگر وہ اصل غنیمت سے ہوتا تو اس حق کو مالِ غنیمت سے نکالنے کے لیے روشن دلائل یا شاہد اور حلف کی ضرورت اسی طرح ہوتی جس طرح دیگر املاک نکالنے کے لیے ہوتی ہے۔

ایک اور امر یہ ہے کہ اگر مقتول کا اسباب قاتل کے لیے واجب ہوتا اور اس کے پاس شہادت نہ ہوتی تو وہ متوقف ہوتا جیسے لقطہ، اور تقسیم نہ کیا جاتا، حالانکہ وہ شاہد نہ ہونے پر بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ پس وہ ملکیت کے معنی سے نکل گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ وہ (نفل یا زائد عطیہ) امام کے اجتہاد کے ساتھ نکلتا ہے، وہ اس کو اُس پانچویں حصے سے نکالتا ہے جو بلا وجہ معین دیا جاتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم کو یہ روایت نہیں پہنچی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو حکم دیا ہے

[1] سورۃ الانفال: 41...... وجہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو صرف پانچ حصوں میں تقسیم فرمانے کا حکم دیا ہے۔ پس کسی قاتل کو جو مقتول کا اسباب بطور نفل دیا جائے وہ خمس میں سے ہو سکتا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر بیت المال کا حق ہے۔ مالِ غنیمت کی اس تقسیم سے جداگانہ نہیں ہو سکتا۔

[2] یعنی حضور نبی کریم ﷺ کو خدا کی طرف سے اجازت ہے کہ خلافِ دستور بھی جب چاہیں جس کو چاہیں محض اپنے اجتہاد سے خمس میں سے دے دیں۔

اور نہ یومِ حنین کے سوا کبھی اس پر عمل کیا اور نہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ ابن مواز نے کہا کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو اس کے مقتول کا اسباب اور اس کا پانچواں حصہ نہیں دیا گیا۔ مصنف عبدالرزاق میں ذکر ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے ایک سو جنگجو آدمی قتل کیے۔ یہ ان کے علاوہ ہیں جن کے قتل میں وہ شریک ہوئے۔

بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور معاذ بن عفرا رضی اللہ عنہ دونوں انصاری تھے۔ انہوں نے بدر کے دن ابوجہل پر اپنی تلواریں چلائیں یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف واپس گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم دونوں میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟''

دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کیا کہ اس کو ہم نے قتل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

''کیا تم نے اپنی تلواروں کو پونچھ ڈالا۔''

دونوں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تلواریں دیکھیں۔ پھر فرمایا کہ

''تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ اس کا اسباب معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو ملے گا۔'' [1]

بخاری کے علاوہ دوسروں نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا، جب کہ وہ گرا پڑا تھا اور لوگوں کو اپنی تلوار کے ساتھ سامنے سے ہٹا رہا تھا۔ انہوں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا اور فرمایا:

''اے اللہ کے دشمن! کیا اللہ نے تجھے خوار کر دیا؟''

ابوجہل نے ان کو کہا: ''او! بکریوں کے حقیر چرواہے، ایک دشوار گزار بلندی پر چڑھ گیا۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار اس پر چلائی تو کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر ابوجہل کی تلوار لے کر اس کا سر کاٹ لیا اور اس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو وہ تلوار بطور انعام عطا فرمائی اور اس کو پہلے تلوار مارنے والے حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے اس کا پاؤں کاٹ ڈالا اور اس کے بیٹے عکرمہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تلوار ماری جس کو کاٹ گرایا۔ پھر حضرت معاذ بن عفرا رضی اللہ عنہ نے اس کے تلوار ماری، حتیٰ کہ اسے وہیں گرا دیا اور چھوڑ دیا۔ ابھی اس میں جان باقی تھی۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مرتے کو مار ڈالا یعنی اس کا خاتمہ کر دیا۔

[1] صحیح بخاری: 3141

مسلمانوں کے ان اموال کے بارے میں حکم جو مشرکوں کے ہاتھ آ گیا

بخاری شریف میں ہے کہ

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک گھوڑا جاتا رہا۔ اس کو دشمن نے پکڑ لیا پھر مسلمان ان پر غالب آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی میں وہ گھوڑا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو واپس دیا گیا۔ ان کا ایک غلام بھاگ گیا جو اہلِ روم میں جا ملا۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو واپس دیا۔''[1]

مدوّنہ، واضحہ اور دیگر کتب میں ہے کہ مسلمانوں سے ایک آدمی نے اپنا ایک اونٹ غنیمت کے مالوں میں پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو حکم فرمایا کہ

''اگر دیکھتا ہے کہ تقسیم نہیں کیا گیا تو لے لے اور اگر دیکھتا ہے کہ تقسیم کیا جا چکا ہے تو قیمتاً لینے کا زیادہ حق دار ہے اگر تو اس کو چاہے۔''

بخاری شریف، مسلم شریف اور مصنف ابی داؤد میں ہے کہ

''فتح مکہ کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں فروکش ہوں گے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہمارے لیے عقیل [2] نے کون سا گھر باقی چھوڑا ہے۔''

بخاری شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفرِ حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کو کہاں فروکش ہوں گے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر باقی چھوڑا ہے؟''

[1] سنن ابوداود: 2699

[2] حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، ابوطالب کے بڑے فرزند طالب سے چھوٹے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد بنی عبدالمطلب کے سارے گھروں پر قابض ہو گئے اور ان کو بنوایا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

''ہم کل ان شاء اللہ بنی کنانہ کی وادی میں اُتریں گے، جو محصب میں ہے اور وہیں جا رہے ہیں۔ یہ اس لیے کہ بنی کنانہ نے قریش کے ساتھ ہی بنی ہاشم کے خلاف قسمیں کھائی تھیں کہ وہ مسلمانوں سے لین دین نہیں کریں گے، نہ ان کو اپنے ہاں جگہ دیں گے۔'' [1]

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما گئے تو عقیل نے بنی ہاشم کے گھر لے لیے اور ان پر قبضہ جما لیا۔ پھر وہ اسلام لائے تو انہی کے پاس رہے اور رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ ارشاد فرما دیا کہ

''کسی شخص کے اسلام لانے کے وقت جو چیز اس کے قبضہ میں ہو، وہ اس کی ہے۔''

خطابی کی کتاب میں ہے کہ انہوں نے عبد المطلب کے گھروں کو بیچ ڈالا کیونکہ وہ ابوطالب کے وارث تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد کی موت سے پہلے اسلام لانے کے باعث ان کے وارث نہیں ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ کا کوئی گھر بھی ان میں سے نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس وقت وصال فرما گئے جب کہ ان کے والد عبد المطلب زندہ تھے۔ ان کے اکثر بیٹے فوت ہو گئے تھے۔ ان کا کوئی فرزند نہ رہا۔ ان کے گھر ابوطالب کے ہاتھ آ گئے اور ان کی وفات کے بعد عقیل ان پر قابض ہو گئے۔ کفار قریش ان مسلمانوں پر، جو ہجرت کر جاتے تھے، زیادتی کرتے تھے، ان کے گھر اور زمین کو فروخت کر دیتے۔

بخاری میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس دیباج کے چغے بطور ہدیہ آئے، جن پر سونے کی گھنڈیاں لگی تھیں۔ ان کو اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کچھ لوگوں میں تقسیم فرما دیا۔ ان میں سے ایک چغہ مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے لیے الگ رکھ لیا۔ جب وہ آئے اور ان کے ساتھ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تھے اور انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا آپ ﷺ کو پکارو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی آواز سماعت فرما لی اور باہر تشریف لا کر ان کے ساتھ ملاقات فرمائی اور اپنے تہبند ہی کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا:

''اے ابو مسور! تمہارے لیے میں نے یہ الگ کر رکھا ہے۔'' [2]

---

[1] صحیح بخاری: 3058...... پس حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ کل کو ان شاء اللہ وہ وقت آنے والا ہے کہ ہم ان لوگوں کے گھروں پر قابض ہوں گے۔

[2] صحیح بخاری: 3127

نسائی نے کتاب الاسماء والکنی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ

''ان کپڑوں میں سے میرا حصہ کہاں ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم فرمائے ہیں؟''

تو ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''یہ قبا میں نے تمہارے لیے رکھی ہے اے ابوصفوان!''

انہوں نے اس کو لے لیا اور عرض کیا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلہ رحمی فرمائی۔''

اس ہدیہ کے بارے میں حکم جو کسی معاہدہ یا حربی نے پیش کیا

ابنِ سحنون کی کتاب میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان، اہلِ ذمہ، دحیہ، مقوقس اور اکیدر سے ہدیہ قبول فرمایا اور ان میں سے بعض کو خود بھی ہدیہ دیا۔ عیاض مجاشعی کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔

مقوقس کے ہدیہ میں حضرت سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا، ام ابراہیم، سیرین، ایک چتکبرا خچر اور ایک گدھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے اختیار کیا اور خچر اور گدھا رکھ لیے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ پُرملال کے وقت دونوں موجود تھے۔ مقوقس، شاہ اسکندریہ کی طرف سے ہدیہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لائے تھے، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۶ ھ میں اس کی طرف بھیجا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ ہدیہ تین لونڈیاں تھیں ان میں سے ایک جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی جس کا نام طرفا تھا اور حضرت سیرین رضی اللہ عنہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی، جس سے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور وہ حضرت سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔

مسلم شریف کی کتاب میں ہے کہ فروہ بن نفاثہ جذامی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک سفید خچر ہدیہ میں دیا۔ [1] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معرکہ حنین میں اس پر سوار ہوئے۔

سحنون نے کہا ہے کہ جب شاہِ روم کوئی ہدیہ امام کی طرف بھیجے تو اس کے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور وہ خاص اس کا ہوگا۔

اوزاعی نے کہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے لیے ہوگا اور بیت المال سے اس کی قیمت کے برابر عوض دے گا۔

سحنون نے کہا کہ اس کا عوض دینا اس کے ذمہ نہیں۔

[1] صحیح مسلم: 1775

سحنون کہتا ہے کہ قاصد کو جو کسی کافر حکمران کی طرف بھیجا جائے، کچھ انعام ملے تو اسی کا ہے نہ کہ عام مسلمانوں کا اور نہ اس میں سے پانچواں حصہ نکالا جائے۔ جب کافر حکمران کا قاصد آئے تو امیر المومنین کو نہیں چاہیے کہ اس کو کچھ انعام دے مگر یہ کہ اس کے لیے کوئی وجہ دیکھے، جس میں مسلمانوں کی کوئی بہتری ہو اور وہ موقع شناسی سے کام لے۔

بخاری شریف میں ہے کہ ایلہ کے بادشاہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو سفید خچر ہدیہ میں دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو چادر پہنائی اور اس کے لیے بحیرہ لکھ دیا۔ [1] یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے۔ حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''حضور نبی کریم ﷺ نے صرف سفید خچر اور اپنے ہتھیار پیچھے چھوڑے۔ وہ زمین، جس کو بطور صدقہ چھوڑا۔''

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ

''آپ ﷺ نے اپنی وہ زرہ چھوڑی، جو ایک یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض میں گروی تھی۔''

بخاری شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کوئی دینار و درہم نہیں چھوڑا اور نہ کوئی غلام یا لونڈی اور نہ کوئی چیز، مگر اپنا سفید خچر اور زمین، جس کو صدقہ کر دیا۔ [2]

ابوعبید نے کتاب الاحوال میں کہا ہے کہ عامر بن مالک نیزہ باز نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک گھوڑا بطورِ ہدیہ بھیجا تو آپ ﷺ نے اس کو واپس کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ

''ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔'' [3]

اس طرح عیاض مجاشعی کو ارشاد فرمایا:

''ہم مشرکوں کا عطیہ قبول نہیں کرتے۔'' [4]

ابوعبید نے کہا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (قبل از قبولِ اسلام) کا ہدیہ جو قبول فرمایا، وہ آپ ﷺ کے اور اہل مکہ کے مابین التوائے جنگ کی مدت میں تھا۔ اس طرح مقوقس شاہ اسکندریہ کا ہدیہ حضور نبی کریم ﷺ نے قبول فرمایا۔ وہ اس لیے کہ اس نے آپ ﷺ کے قاصد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی، جو اس کی طرف بھیجے گئے تھے، عزت کی۔ آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا اور

1 صحیح بخاری: 1482
2 صحیح بخاری: 2739
3 طبرانی: 70/19
4 سنن ابو داؤد: 3057

آپ ﷺ کو اپنے اسلام لانے سے مایوس نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کسی جنگ کا ارادہ رکھنے والے مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور وہ نصرانی تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی جان بخشی کی اور جزیہ پر اس کے ساتھ صلح کر لی اور اس کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ اپنی بستی میں واپس چلا گیا۔ [1]

اس مالِ غنیمت کے متعلق جو اللہ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا

بخاری نے ایک عنوان باندھا ہے، حضور نبی کریم ﷺ کے ان عطیات کا باب، جو آپ مؤلفۃ القلوب وغیرہ کے لیے خمس میں سے عطا فرماتے تھے۔ اس کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے زُہری نے کہا کہ مجھ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ

''جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بنی ہوازن کے مال بطورِ غنیمت بخشے اور آپ ﷺ قریش کے لوگوں کو سو سو اونٹ عطا فرمانے لگے تو انصار میں سے بعض لوگوں نے عرض کیا:

''اللہ اپنے رسول ﷺ کو معاف کرے، وہ قریش کو دیئے جاتے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون ٹپک رہے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ کو انصار کی بات پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے ان کو چمڑے کے خیمہ میں جمع کیا اور ان کے ساتھ کسی غیر کو نہ آنے دیا، جب وہ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یہ کیا بات تھی جو تم سے مجھ کو پہنچی۔''

ان کے ثقہ لوگوں نے عرض کیا کہ

''ہمارے اہل الرائے لوگوں نے تو کچھ نہیں کہا لیکن ہم میں سے کچھ نوعمر لوگ ہیں، انہوں نے کہیں کہہ دیا ہے کہ اللہ اپنے رسول کو معاف کرے، وہ قریش کو دیتے ہیں اور انصار کو چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون ٹپک رہے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''میں انہی لوگوں کو دیتا ہوں، جو تھوڑے دن پہلے کافر تھے۔ کیا تم اس بات پر خوش

[1] سنن ابوداؤد: 3037

نہیں ہو کہ لوگ تو مالوں کو لے جائیں اور تم اپنے گھروں کی طرف اللہ کے رسول ﷺ کو لے جاؤ گے اور جس چیز کے ساتھ تم واپس جاؤ گے، وہ بہتر ہے اس چیز سے، جس کے ساتھ وہ واپس جائیں گے۔" (سبحان اللہ!!)

انہوں نے عرض کیا کہ "صحیح ہے یا رسول اللہ ﷺ! ہم راضی ہو گئے۔"

تو آپ ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا: "عنقریب میرے بعد شدت کے ساتھ تم پر اور لوگوں کو ترجیح دی جائے گی، پس تم صبر کرنا یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر تم مجھ سے ملو" [1]

تصنیف ابی داؤد میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ

"جب خیبر کا معرکہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے بنی ہاشم اور بن مطلب میں قرابت داروں کے حصے نکالے اور بنی نوفل اور بنی عبد شمس کو چھوڑ دیا۔ میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! ہم بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے، ان کے اس مرتبے کے لیے جو آپ ﷺ کی وجہ سے ہے مگر ہمارے بھائی بنی مطلب کیا حق رکھتے ہیں [2] کہ آپ ﷺ ان کو دیتے ہیں اور ہم کو چھوڑتے ہیں، حالانکہ ہماری قرابت ایک ہی ہے۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں اور بنی مطلب جدا نہیں ہیں، نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں، ہم اور وہ تو ایک ہی چیز ہیں۔"

آپ ﷺ نے اپنی مبارک انگلیوں میں انگلیاں دے لیں [3] اور کہا جاتا ہے کہ یہ خاص حضور نبی کریم ﷺ کا آلِ مطلب کے لیے فعل ہے۔ کیونکہ وہ ہاشم کے ساتھ سگے بھائیوں کی اولاد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالشمس اور ہاشم جڑواں تھے اور بعض روایات میں ہے کہ

"صبر کرو، یہاں تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے حوضِ کوثر پر ملو۔"

اسی طرح اس کو ابوزید نے روایت کیا ہے۔

[1] صحیح بخاری: 3147

[2] ہاشم، مطلب، نوفل اور عبدالشمس چاروں بھائی تھے اور یہ چاروں عبد مناف کے بیٹے ہیں۔

[3] سنن ابوداؤد: 2980

جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے ترجیح دے کر سو سو اونٹ دیئے، وہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن وغیرہ تھے۔ ابن ہشام وغیرہ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم بن حزام، حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ، حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت حویطب بن عبدالعزی رضی اللہ عنہ، حضرت علاء بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو دو دو سو اونٹ دیئے۔ ایک جماعت کو سو سے کم دیئے اور ایک جماعت کو پچاس پچاس دیئے۔ کسی کہنے والے نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے عیینہ بن حصن، اقرع بن حارث کو سو سو دیئے اور جمیل بن سراقہ ضمری کو چھوڑ دیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ عیینہ اور اقرع جیسے تمام تجربہ کارانِ روئے زمین سے جمیل بن سراقہ زیادہ واقف کار ہے لیکن میں نے ان دونوں کی دلجوئی کی ہے تاکہ اسلام لے آئیں اور جمیل بن سراقہ کو اس کے اسلام کے سپرد کر دیا۔''

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''میں کچھ لوگوں کو ان کی کمزوری اور بے صبری کی تلافی کے لیے دیتا ہوں اور کچھ لوگوں کو ان کی بھلائی اور غنائے قلب کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ نے ان کے دلوں میں ڈالی ہے۔ ان میں سے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ ہیں۔''

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''رسول اللہ ﷺ کے ان کلمات کے عوض، جو آپ ﷺ نے میرے حق میں فرمایائے اگر مجھے وہ باغ ملیں، جن میں میوہ دار درخت سایہ فگن ہوں تو مجھے پسند نہیں۔''[1]

بعض ضعیف الایمان لوگوں کو آپ ﷺ کی تقسیم غنائم پر اعتراض

غزوۂ حنین کی اس تقسیم میں ایک شخص نے کہا:

[1] صحیح بخاری: 3145

"واللہ یہ ایسی تقسیم ہے، جس میں انصاف نہیں کیا گیا۔ اس میں اللہ کی رضا مطلوب نہیں۔"

وہ شخص بنی تمیم میں سے ذوالخویصرہ کہلاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تیرا بُرا ہو، جب میں انصاف نہ کروں تو کون کرے گا؟" [1]

اس کا نام حرقوص بن زہیر تھا۔ اس کو واقدی کے شاگرد ابن سعد نے بیان کیا ہے۔ مبرد کامل میں ابراہیم محمد تیمی سے ذکر کیا کرتے ہیں کہ

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس یمن سے کچھ سونا بھیجا۔ آپ ﷺ نے اس کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک چوتھائی اقرع بن حابس کو دیا، ایک چوتھائی زید الخیل کو دیا اور چوتھائی چوتھائی علقمہ بن علاثہ اور عینیہ بن حصن فزاری کو دیا۔ ایک آدمی آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا، جو بے ڈول وجود، گہری آنکھوں اور اُبھری ہوئی پیشانی والا تھا۔ وہ کہنے لگا:

"میں نے ایسی تقسیم دیکھی، جس میں اللہ کی رضا مطلوب نہیں۔"

اس پر رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہوئے۔ [2] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیبر کے اموالِ غنیمت کو تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک سیاہ فام آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: آج آپ ﷺ نے شروع دن سے ہی انصاف نہیں کیا۔

مشرکین کی رکھی ہوئی چیزیں

ابنِ وہب کی روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا محاصرہ کیا تو آپ ﷺ کے پاس بعض لوگ آئے اور سوال کیا کہ آپ ﷺ ہمیں کچھ عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ان کو کچھ نہ دیا۔ پھر انہوں نے کسی قلعہ کو فتح کیا تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے ایک تھیلہ چربی کا بھرا ہوا اٹھا لیا۔ مالِ غنیمت کے محافظ (حضرت کعب بنی عمر بن زید انصاری رضی اللہ عنہ) نے اس کو دیکھا تو اسے پکڑ لیا۔ وہ شخص بولا:

"نہیں! خدا کی قسم میں یہ آپ کو نہیں دوں گا، یہاں تک کہ اس کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤں۔"

انہوں نے کہا:

[1] صحیح بخاری: 3150 [2] صحیح بخاری: 4351

”یہ مجھ کو دے دو کہ لوگوں میں بانٹ دوں۔“

اس نے انکار کیا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اس شخص کا تھیلا اسی کے پاس رہنے دو کہ اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لے جائے۔“ [1]

امام مالک رحمہ اللہ نے مختصر عبدالحکیم کبیر میں کہا ہے کہ

”میں یہودیوں کی چربی کا کھانا اچھا نہیں سمجھتا، سوائے اس کے کہ میں اس کو حرام سمجھوں۔“

ابن ابی زید نے کہا ہمارے بعض اصحاب نے اس کے لیے حدیث سے دلیل پکڑی ہے، جو اس شخص کے بارے میں ہے جس نے خیبر سے تھیلا لوٹا تھا، جس میں چربی تھی۔ پھر باقی حدیث بیان کی۔

بنی نضیر کے اموال اور خیبر کی تقسیم کے متعلق

بخاری اور ابوعبید نے ذکر کیا کہ بنی نضیر کے اموال، جو اللہ نے اپنے رسولِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ کو عطا فرمائے، وہ ایسے تھے جن کے لیے اسپ سواروں اور شتر سواروں نے کوئی تکلیف نہیں اٹھائی۔ وہ خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے، جن سے اپنے اہلِ عیال پر سال بھر خرچ کرتے، پھر باقی کو گھوڑوں اور ہتھیاروں پر اللہ کی راہ میں تیاری کرنے کے لیے صرف فرماتے۔ یہ سب بنی نضیر کے مالوں میں سے تھا۔ اس سے پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا کیونکہ وہ خالص تھا اور قریظہ کے مال سے پانچواں حصہ نکالا گیا کیونکہ وہ جنگ کے ساتھ ملا تھا۔

بنی نضیر کا واقعہ، جیسے کہ ابوعبید نے ذکر کیا ہے، واقعہ بدر سے چھ مہینے کے بعد ہوا تھا۔ اسی طرح بخاری نے ذکر کیا ہے، ابن ابی زید نے مختصر مدونہ میں ابن شہاب سے ذکر کیا ہے کہ وہ ماہِ محرم ۳ھ میں ہوا۔ ابن شہاب کے سوا بیان کرتے ہیں کہ ۴ھ میں ہوا۔ انھی کے بارے میں سورۂ حشر نازل ہوئی جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ مالک نے دو کتابوں میں کہا ہے کہ خیبر تھوڑی سی جنگ کے ساتھ فتح کیا گیا اور خمس نکالا گیا۔ مگر وہ جو اس میں سے زبردستی یا صلح سے ملا تھا اور وہ کم ہے تو اس میں پانچواں حصہ نہیں نکالا۔ میں کہتا ہوں کہ زبردستی اور جنگ ایک ہی چیز ہے۔ انھوں نے کہا کہ میری مراد صلح ہے۔ میں نے ابنِ شہاب کو کہتے ہوئے سنا کہ خیبر زبردستی فتح کیا گیا اور کچھ اس میں سے جنگ کے ساتھ فتح ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ اس سے ان کی کیا مراد ہے۔

[1] المدوّنۃ الکبریٰ: 520/1

خیبر کے مالِ غنیمت کی تقسیم

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ خیبر کا مال غنیمت اٹھارہ حصوں میں اٹھارہ سو آدمیوں پر تقسیم کیا گیا۔ ہر سو آدمی کے لیے ایک حصہ تھا۔ ابو عبید نے کہا کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے مال کو چھتیس حصوں میں تقسیم کیا۔ ان میں سے ہر حصہ ایک سو حصوں پر مشتمل تھا۔ نصف اپنی ضروریات اور واقعات کے لیے رکھا اور نصف مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ جن جائیدادوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقف کیا، ان میں سے قلعہ کتیبہ اور قلعہ مٹہ اور قلعہ سلالم تھے۔ جب تمام اراضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں آگئی اور اس کے لیے ایسے کام کرنے والے نہیں تھے، جو زمین کے کام کے لیے کافی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اراضی یہود کو دے دی کہ نصف حصہ پر اس میں کام کریں۔''

واضحہ میں ہے کہ وہ سات باغ، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقف کیا، وہ بنی نضیر کی اراضی میں سے تھے۔ عنقریب اس کے بعد اخماس (خمس کی جمع) میں ان کا ذکر آئے گا۔ حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''اگر آخری لوگوں کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں جس بستی کو فتح کرتا، اسے تقسیم کر دیتا، جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا۔''

امام مالک رحمہ اللہ اور ابو عبید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ شام کا مفتوحہ علاقہ ان میں تقسیم کر دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان میں زیادہ سخت تھے مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف دُعا کرتے ہوئے عرض کیا:

''الٰہی! ان سے میرا پیچھا چھڑا۔''

ابو عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک روایت میں یوں ہے کہ

''الٰہی! بلال (رضی اللہ عنہ) اور اس کے ساتھیوں سے میرا پیچھا چھڑا۔''

پس وہ سال بھی نہ گزرا تھا کہ ایک بھی زندہ نہ رہا۔

ابنِ ہشام نے کہا ہے کہ خیبر کا واقعہ ماہ صفر ۶ھ میں ہوا۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ واقعہ سخت سردی میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے عرض کیا کہ ہم جنگ نہیں کر سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: ''کیوں؟''

انہوں نے عرض کیا کہ سردی، بھوک اور عریانی سے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی:

''الٰہی! آج ان پر وہ قلعہ فتح فرما، جس میں زیادہ کھانا اور چربی ہو۔'' [1]

پس ان پر خیبر فتح ہو گیا۔ ابن ہشام نے کہا ہے کہ خیبر کا مال اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا، جو خیبر میں حاضر تھے یا غائب تھے۔ اس سے سوائے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی غائب نہ تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا حصہ انہی لوگوں کے حصے کے برابر رکھا، جو وہاں حاضر تھے۔ مفضل نے کہا کہ

''رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو بھی کھانے کا سامان بخشا، جو آپ ﷺ کے اور اہلِ فدک کے درمیان صلح کرانے گئے تھے۔ ان میں سے محیصہ بن مسعود تھے۔ ان کو آپ ﷺ نے جَو کے تیس وسق دیئے۔''

قاصد کے بارے میں حکم کہ اس کو قتل نہ کیا جائے اور کافروں سے عہد کو پورا کیا جائے

تصنیف ابی داؤد میں نعیم بن مسعود اشجعی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ

''مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کی طرف خط لکھا۔ جب آپ ﷺ نے اس خط کو پڑھا تو میں نے آپ ﷺ کو اس کے دونوں قاصدوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم دونوں کس بات کے قائل ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو وہ کہتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصد قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اُڑا دیتا۔'' [2]

ابو رافع سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

''مجھ کو قریش نے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا، جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا۔ میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! میں ان کی طرف کبھی نہیں جاؤں گا۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں بد عہدی نہیں کروں گا اور نہ قاصدوں کو روکوں گا بلکہ تو اب واپس جا، پھر اگر تیرے دل میں یہی کیفیت رہی، جواب ہے تو پھر چلا آ۔'' [3]

[1] البدایۃ والنہایۃ: 194/4 [2] سنن ابو داؤد: 2761 [3] سنن ابو داؤد: 2758

چنانچہ وہ چلا گیا، پھر بعد میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر اسلام لایا۔

بخاری میں ہے کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں لڑکھڑاتے ہوئے حاضر ہوئے۔ وہ اپنی بیڑیوں میں اُچک اُچک کر چلتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو اس عہد کی وجہ سے، جو اہل مکہ کے ساتھ باندھا تھا کہ ان میں سے جو آئے گا وہ ان کی طرف واپس کر دیا جائے گا، ان کو مکے واپس بھیج دیا۔

ابوسفیان خطابی نے شرحِ غریب الحدیث میں کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی اندیشہ نہ تھا کیونکہ ان کو ان کے باپ اور ان کے گھر کے لوگوں کی طرف لوٹایا تھا۔ جو کوئی عورت آئی، اس کو نہیں لوٹایا کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ''ان بیبیوں کو کفار کی طرف نہ لوٹاؤ۔'' [1]

اسی طرح بخاری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو ہی کی طرف لوٹایا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حدیبیہ کے دن حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تین باتوں پر عہد باندھا تھا:

> ''اس بات پر کہ جو کوئی مشرکوں میں سے آئے گا، اسے ان کی طرف لوٹا دیں، جو مسلمانوں میں سے آئے، وہ اسے نہیں لوٹائیں گے اور اس بات پر کہ آپ ﷺ اگلے سال مکے میں آئیں گے، وہاں تین دن ٹھہریں گے اور وہاں داخل ہوتے وقت ہتھیاروں کے صرف ایک غلاف کے سوا، جس میں تلوار اور کمان وغیرہ ہوگی اور کچھ ساتھ نہ ہوگا۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''یہ عہد ہمارے درمیان چوکھٹ کے جوڑ کی طرح ہے اگر اس کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا تو سب ٹوٹ گیا۔''

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کا آنا سہیل بن عمرو کے جانے اور عہد نامہ کے لکھنے سے پہلے تھا۔ صحیح بخاری میں کتاب شروط کے اندر یہ بھی آیا ہے کہ یہ سہیل ان لوگوں میں سے تھا، جو بدر کے دن قید ہوئے تھے۔

مفضل نے ذکر کیا ہے کہ حدیبیہ کے دن سبیعہ اسلمیہ مسلمان ہو کر مکے سے آئی۔ بعد میں ان کا شوہر ان کی تلاش میں آن پہنچا بولا:

[1] سورۃ الممتحنہ: 10...... صحیح بخاری: 2713
[2] تعلیقاتِ بخاری

"یا محمد (ﷺ)! میری بیوی مجھے دے دو، ابھی تو یہ آپ ﷺ کی تحریر کی سیاہی خشک نہیں ہوئی۔"

اللہ عزوجل نے یہ آیۂ مبارکہ نازل فرمائی کہ

"مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں......الخ"[1]

تو رسول اللہ ﷺ نے عورت سے قسم لی۔ اس نے عرض کیا:

"معبودِ حقیقی کی قسم! مجھے آپ ﷺ کی طرف صرف اسلام کی رغبت اور اس کی محبت اور اس کی حرص لائی ہے۔ اسے کسی جنگ نے نہیں نکالا، جو اس کی قوم میں واقع ہوئی نہ اس کے شوہر کے بغض نے۔"

اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کے شوہر کو اس کا مہر اور جو کچھ اس پر خرچ تھا، دے دیا۔ اس خاتون کو اسے واپس نہ دیا۔

امن اور عورت کی امان کے متعلق حکم

تفسیر ابنِ سلام میں کلبی نے لکھا ہے کہ مشرکوں میں سے کچھ لوگ، جن کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی عہد نہ تھا اور نہ وہ ایامِ حج میں حاضر ہوتے تھے، ان کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مشرکوں کے ساتھ محرم کے ختم ہونے کے بعد جنگ کرنے کا حکم دے دیا ہے، جن کے ساتھ عہد نہیں اس لیے وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تاکہ عہد پیمان تازہ کریں۔ یہ محرم کے گزرنے کے بعد واقع ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سوائے اسلام لانے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کے ان کے ساتھ صلح نہ کی۔ اس سے انہوں نے انکار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو چلے جانے کی اجازت دے دی یہاں تک کہ وہ اپنے وطن پہنچ گئے۔ وہ بنی قیس بن ثعلبہ میں سے نصاریٰ تھے۔ پھر وہ یمامہ سے جا ملے۔ حتیٰ کہ لوگ اسلام لائے تو ان میں سے بعض مسلمان ہو گئے اور بعض اپنی نصرانیت پر قائم رہے۔

مسند ابن ابی شیبہ اور سیر میں ہے کہ ایک فوجی دستے نے کچھ مال پر قبضہ کیا، جو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہرِ نامدار حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھاگ گئے، پھر رات کو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف مال کی طلب میں آئے اور ان کی پناہ لی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر کی تکبیر فرمائی تو حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے صفّہ سے باآوازِ بلند

[1] سورۃ الممتحنۃ: 10

فرمایا:

''اے لوگو! میں نے ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) کو پناہ دی ہے۔''

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

''جو کچھ میں نے سنا ہے، تم نے بھی سن لیا۔''

انہوں نے عرض کیا: جی حضور!

ارشاد فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مجھے کچھ معلوم نہ تھا حتی کہ میں نے یہ بات سنی ہے۔ بے شک مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ شخص بھی کسی کو مسلمانوں سے بچانے کے لیے پناہ دے سکتا ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور بیٹی سے ارشاد فرمایا:

''اس کی خاطر تواضع کرو اور وہ تم پر دست اندازی نہ کرنے پائے کیونکہ تم اس پر حلال نہیں ہو۔'' [1]

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا:

''اگر آپ لوگ احسان کرو اور اس کا مال اسے واپس دے دو تو یہ پسندیدہ بات ہے۔ اگر تم نامنظور کرو تو یہ اللہ کی طرف سے لوٹ کا مال ہے، جس کے تم زیادہ حق دار ہو۔''

چنانچہ لوگوں نے سارا مال واپس دے دیا۔ پھر وہ اسے الٹا کر مکہ لے گیا اور قریش کے ہر شخص کو اس کا مال ادا کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ''اللہ تم کو جزائے خیر دے، تم اہلِ وفا اور بزرگ ہو۔''

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ واللہ ان کے پاس اسلام لانے سے مجھے یہ خطرہ تھا کہ تم سمجھو گے کہ میں نے تمہارا مال ہضم کر لینے کا ارادہ کیا ہے۔ پس جب اللہ نے اس کو تمہیں ادا کر دیا تو میں اسلام لایا۔''

پھر وہ مکہ سے نکلے، یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو گئے۔ [2]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق انصار کے

[1] مستدرکِ حاکم: 49/4 [2] مستدرکِ حاکم: 262/3

ان اشخاص کا اشارہ کیا، جنہوں نے ان کو بدر کے معرکہ میں قید کیا تھا تو انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! اجازت دیجیے تو ہم اپنے بھانجے عباس (رضی اللہ عنہ) کا فدیہ چھوڑ دیتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان کو ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔'' [1]

اور جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند محترم حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے فدیہ میں مال بھیجا اور اپنا وہ ہار بھیجا، جو ان کی والدہ اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رُخصتی کے وقت پہنا کر انہیں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا، تو حضور نبی کریم ﷺ نے انصار کو ارشاد فرمایا:

''اگر تم مناسب سمجھو تو اس کا قیدی اس کے لیے چھوڑ دو اور اس کا مال واپس کردو۔''

ان لوگوں نے عرض کیا کہ

''بہتر یارسول اللہ ﷺ! ان کو چھوڑ دیا اور ان کا مال اور ہار واپس دے دیا۔'' [2]

کہا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ سلوک اس لیے فرمایا کہ جب فدیہ اس ہار کے بدون پورا نہ ہو سکا، جو ان کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تھا اور انہوں نے حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جہیز میں دیا تھا، تو آپ ﷺ پر رِقت طاری ہوگئی۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہ تھا، ان کے پاس قریش کے اموال اور امانتیں تھیں، جن کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے، وہ سب کو واپس دے دیئے، جیسے کہ پہلے مذکور ہو چکا۔

معجزہ

آپ ﷺ نے انصار کو ارشاد فرمایا کہ

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فدیہ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو کیونکہ وہ غنی ہیں۔''

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

''اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل اور نوفل اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کرو کیونکہ تم مال دار ہو۔''

[1] صحیح بخاری: 3049 [2] سنن ابوداؤد: 2692

انہوں نے عرض کیا کہ

’’میں مسلمان ہوں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’تمہارے اسلام کو اللہ جانتا ہے۔ اگر تمہارا قول سچا ہے تو اللہ تم کو اجر دے گا لیکن تمہارا ظاہری حال روشن ہے۔‘‘

انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس مال نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’وہ مال کہاں گیا جو آپ رضی اللہ عنہ نے روانہ ہوتے وقت اُمّ الفضل کے پاس مکہ میں رکھا تھا، آپ دونوں کے ساتھ کوئی اور نہیں تھا اور پھر آپ نے کہا تھا اگر میں اس سفر میں کام آیا تو اتنا مال فضل کے لیے اور اتنا مال عبداللہ کے لیے ہے۔‘‘

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

’’قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اُمّ الفضل کے سوا کسی کو اس کو علم نہ تھا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔‘‘

پھر اپنا فدیہ ایک سو اوقیہ سونا اور باقی ہر ایک کا چالیس چالیس اوقیہ ادا کر دیا۔ اسی طرح ابن قاسم اور ابنِ اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ

’’آپ ﷺ نے مجھ کو لوگوں کے آگے دست سوال پھیلانے کے لائق بنا دیا۔‘‘

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ ان دونوں کے سوا قیدیوں میں اور کوئی مسلمان نہیں ہوا۔ [1]

اجر و برکت

معانی انحاس میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر بیان کیا کہ

’’میں جب قید ہوا تو میرے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ وہ مجھ سے لے لیا گیا تو اللہ نے اس کے عوض مجھ کو بیس غلام عطا کیے اور مغفرت کا وعدہ فرمایا۔‘‘

مؤطا میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ ، ابونضر سے روایت کرتے ہیں کہ ابومرہ نے ان کو بتایا، جو

1 مسندِ احمد: 3300

اُم ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں کہ انہوں نے اُم ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فتح مکہ کے موقع پر گئی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل کرتے ہوئے پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑے کے ساتھ پردہ کر رہی تھیں۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل سے فارغ ہو گئے تو کھڑے ہو کر ایک ہی کپڑے میں لپٹے ہوئے آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ پھر متوجہ ہوئے تو میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ جائے بھائی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے آدمی کو قتل کرنے کا قصد کیا، جس کو میں نے پناہ دی ہے۔ وہ فلاں شخص ہبیرہ کا بیٹا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نے ارشاد فرمایا:

''اے اُمّ ہانی (رضی اللہ عنہا)! جس کو تم نے پناہ دی، اس کو ہم نے بھی پناہ دی۔''

اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ

''یہ چاشت کی نماز تھی [1] اور ہبیرہ بن ابی وہب اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کا شوہر ہے۔''

ابن سحنون کی کتاب اور واضحہ میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ آدمی بھی کسی کو مسلمانوں سے بچانے کے لیے پناہ دے سکتا ہے۔''

ابن حبیب نے کہا ہے کہ

''ادنیٰ آدمی کے پناہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ کم مرتبہ آدمی، جو آزاد یا غلام یا عورت یا لڑکا ہو اور امان کو سمجھتا ہو، اس کا انہیں امان دینا جائز ہے۔''

ابن ماجشون نے کہا ہے کہ

''امان دینا فوج کے افسر یا فوجی دستے کے افسر کو ہی جائز ہے، کسی اور کو نہیں۔''

لیکن ابن شعبان قرطبی نے کہا ہے کہ ابن ماجشون کا قول تمام لوگوں کے خلاف ہے۔

جزیہ کا حکم

ابنِ حبیب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے پہل دعوت

[1] صحیح بخاری: 357

پر مبعوث فرمایا تو جہاد اور جزیہ کے بغیر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس حالت پر اپنی نبوت کے بعد دس سال تک مکے میں قیام رکھا۔ آپ ﷺ کو ان سے ہاتھ روکے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

"جن مسلمانوں سے جنگ کی جاتی ہے ان کو (لڑنے کی) اجازت ہے، اس واسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔" [1]

آپ ﷺ کو جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا اور جنگ نہ کرنے والے سے جنگ نہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

"اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف پیغامِ صلح بھیجیں تو ایسے لوگوں پر دست درازی کرنے کا تمہارے لیے اللہ نے کوئی راستہ نہیں رکھا۔" [2]

پھر ہجرت سے آٹھ سال بعد سورۃ برأۃ نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو ان تمام اہلِ عرب سے جہاد کرنے کا حکم ہوا، جو اسلام نہیں لائے۔ خواہ آپ ﷺ سے جنگ کرتے ہوں یا الگ رہتے ہوں مگر وہ لوگ جنہوں نے آپ ﷺ سے عہد کر لیا اور کسی قسم کی عہد شکنی نہیں کی، ان سے جنگ نہیں کی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "اور قتل کرو تم ان کو جہاں تم ان کو پاؤ، یہاں تک کہ وہ توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں (الخ)!۔" [3]

عربوں میں سے وہ لوگ، جو اسلام سے وابستہ نہیں ہوئے، مستثنیٰ نہیں رکھے گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اہلِ کتاب کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ اسلام لائیں یا جزیہ ادا کریں۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ

"جنگ کرو ان لوگوں سے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔" [4]

ان میں وہ عرب بھی داخل ہیں، جو اہلِ کتاب کے دین سے وابستہ ہو گئے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے اہلِ نجران اور اہلِ ایلہ سے جزیہ لیا اور وہ عربوں میں سے نصاریٰ تھے۔ اہل دومۃ الجندل سے بھی جزیہ لیا گیا کہ وہ بھی نصاریٰ تھے اور ان میں سے اکثر عرب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جزیہ کا لینا سوا اہلِ کتاب کے مستثنیٰ نہیں فرمایا اور اپنے پیارے نبی ﷺ کو ان کے سوا دوسری قوموں سے لڑنے کا حکم دیا۔ پھر اپنے پیارے نبی ﷺ کی زبان مبارک پر آتش پرستوں کے لیے یہ حکم منسوخ فرما دیا، جن کے لیے نزولِ قرآن کے بغیر حدیث میں حکم ظاہر فرما دیا۔ لہٰذا عجم کے مجوسیوں سے جزیہ لینا حلال کر دیا جب کہ وہ

[1] سورۃ الحج: 39
[2] سورۃ النساء: 90
[3] سورۃ التوبہ: 5
[4] سورۃ التوبہ: 29

اس پر راضی ہوں۔ عرب کے مشرکوں کو، جو بت پرست تھے، اس بات پر قائم رکھا کہ ان سے آپ ﷺ جنگ کریں، یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں بدون جزیہ کے، جس کو ان میں مستثنیٰ کیا جاتا۔ اس میں عرب کی عزت افزائی ملحوظ تھی۔

جزیہ اور اس کی مقدار

مصنف عبدالرزاق میں اور ابوعبید نے کتاب الاحوال میں ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ''اہل یمن میں سے ہر بالغ مرد اور بالغ عورت سے جزیہ لیں۔'' [1]

حضرت ابوعبید نے زیادہ کیا کہ غلام ہو یا لونڈی ہو، ایک دینار یا اس کی قیمت یمنی چادر سے اور اسی پر امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا عمل ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چار دینار سونے والوں پر اور چالیس درہم چاندی والوں پر مقرر فرمائے۔ عورتوں اور غلاموں پر جزیہ نہیں رکھا۔

اس حدیث کے معنی بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اہلِ یمن کی تنگ دستی معلوم تھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اہلِ شام کی آسودگی کا علم تھا۔ اشہب نے تمام قوموں کے بارے میں کہا ہے کہ جب وہ جزیہ ادا کریں تو ان سے قبول کیا جائے۔ چنانچہ دونوں اہلِ کتاب سے کتاب اللہ کے ساتھ اور آتش پرستوں سے حدیث کی دلیل سے جزیہ لیا گیا۔ ابن وہب نے کہا کہ

> ''حضور نبی کریم ﷺ نے قریش سے اسلام یا تلوار پر جنگ کی اور جو لوگ عرب میں سے تغلب اور تنوخ وغیرہ کسی مذہب میں داخل نہیں ہوئے، ان سے جزیہ قبول نہیں کیا۔ ان کے ساتھ اسلام پر جنگ کی گئی۔ جو شخص ان میں سے اہل کتاب کے کسی دین میں داخل ہو گیا اس سے جزیہ قبول کیا گیا۔''

سحنون نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں سمجھتا، حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''ان کے ساتھ اہلِ کتاب کا سا برتاؤ کرو۔'' [2]

اور حضور نبی کریم ﷺ نے اہلِ ہجر اور منذر بن مساوی کی طرف اسلام کی دعوت کا فرمان لکھا۔ آپ ﷺ نے فرمان میں کہا کہ جو شخص انکار کرے، اس پر جزیہ ہے۔ [3] عرب وغیرہ میں کوئی تفریق نہیں کی، حالانکہ ان میں آتش پرست وغیرہ تھے۔

[1] سنن ابو داؤد: 1576 [2] مؤطا امام مالک: 617

[3] نصب الرایہ للزیلعی: 4/498

کتابُ النکاح

اس شوہر دیدہ عورت کے بارے میں جس کا نکاح اس کے باپ نے اس کی رضامندی کے بغیر کر دیا

بخاری و مسلم شریف، نسائی، مؤطا امام مالک اور مصنف عبدالرزاق میں خنساء بنت جذام انصاریہ سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا۔ اس نے پہلے ہی اُسے دیکھ رکھا تھا اور وہ اسے ناپسند کرتی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور فسخِ نکاح کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے اس کا نکاح فسخ کر دیا۔[1]

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اس کے بعد ان کا نکاح ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اور مصنف عبدالرزاق میں ہی مہاجر بن عکرمہ سے مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے کر دیا بحالیکہ وہ ناراض تھی۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئی، آپ ﷺ نے اس کا معاملہ اسی کے سپرد کر دیا۔[2]

ابنِ جریج نے بیان کیا کہ ایک شوہر دیدہ عورت اور ایک کنواری لڑکی کے نکاح ان کے باپ نے کر دیئے۔ وہ دونوں ناراض تھیں۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے ان کے نکاح فسخ کر دیئے۔ حضرت عبداللہ بن بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ

''ایک باکرہ عورت حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی:

[1] صحیح بخاری: 5139 [2] مصنف عبدالرزاق: 145/6

''یارسول اللہ ﷺ! میرے باپ نے اپنے ایک بھتیجے کے ساتھ میرا نکاح کردیا، جس سے میری بدولت وہ اپنی ادنیٰ حالت سے نکلنا چاہتا ہے۔ مجھ سے اذن نہیں لیا تو کیا مجھ کو اپنے بارے میں کچھ اختیار ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا: ہاں...... وہ بولی:

''میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ اپنے باپ کے کیے ہوئے کسی کام کو رد کروں، بلکہ میری خواہش ہے کہ عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کو اپنے بارے میں کچھ اختیار ہے یا نہیں۔'' [1]

واضحہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی کسی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتے، تو پردہ کی طرف آتے، پھر فرماتے کہ

''فلاں شخص فلاں لڑکی کے لیے نکاح کی درخواست کرتا ہے۔''

پھر اگر وہ پردہ کو متحرک کرتی تو اس کا نکاح نہ کرتے یا اگر وہ پردہ میں انگلی مارتی تو اس کا نکاح نہ کرتے، اور اگر خاموش ہو رہتی تو اس کا نکاح کر دیتے۔

مدوّنہ میں امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح کیا۔ ان دونوں سے مشورہ نہیں کیا۔''

اسی طرح ابن وضاح کی روایت میں ہے اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ

''باپ کو حق ہے کہ اپنی شوہر دیدہ بیٹی کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کر دے۔''

اسماعیل نے کہا اس میں ایک فقہی نکتہ ہے مگر اجماع اس کے خلاف ہے جس کے دوسرے قائل ہیں۔ نخعی نے کہا کہ یہ اس وقت ہے جب وہ لڑکی اس کے عیال میں ہو۔ قاضی اسماعیل نے کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی بعض صاحبزادیوں کا نکاح ہجرت سے پہلے کیا اور بعض کا ہجرت کے بعد اور احکام کا ثبوت اور پختگی ہجرت کے بعد ہی ہے۔ معلوم نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد کسی ایسی لڑکی کا نکاح کیا ہو، جس کا اس سے پہلا شوہر نہ تھا، سوائے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ، چونکہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا، عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ پھر اس نے ان کو مکہ میں طلاق دے دی تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح مکے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

[1] سنن نسائی: 3269

معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو حسن نے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح کر دیا، ان دونوں سے مشورہ نہیں لیا۔ شاید وہ اُمّ کلثوم ہوں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد ان کے اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی کا نکاح نہیں کیا۔

پس اسماعیل کی روایت ابن وضاح کی روایت کے خلاف ہے، جس میں دو لڑکیوں کا ذکر ہوا ہے اور ابن قتیبہ نے معارف میں ذکر کیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینے میں نکاح کیا۔ پھر ان کے بعد مدینے ہی میں سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور یہ کہ عتیبہ کا نکاح سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے اور عتبہ کا سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے تھا اور دونوں نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی۔ آپ ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دی گئی تھی، رخصتی نہیں ہوئی تھی اور پہلے ہی ان کے شوہروں نے طلاق دے دی تھی۔

نکاح تفویض کا جب کہ حکم شوہر دخول سے پہلے مرجائے

نسائی اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا گیا، جس نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس کا مہر مقرر نہ کیا، اور نہ اس پر داخل ہوا حتیٰ کہ مرگیا۔

آپ رضی اللہ عنہ ان کو ایک مہینہ ٹالتے رہے، ان کو کوئی فتویٰ نہ دیتے تھے۔ پھر فرمایا کہ

"الٰہی! میں اپنا جواب پیش کرتا ہوں، اگر وہ صحیح ہو تو اللہ کی طرف سے ہے، اگر غلط ہو تو میری طرف سے ہے۔"

نسائی میں ہے کہ

"شیطان کی طرف سے، میرا قیاس ہے کہ اس کے لیے مہر ایسی عورت کا سا ہو، جو اس کے خاندان کی عورتوں سے ہو، نہ کم اور نہ زیادہ، اس کے لیے ورثہ ہے اور اس پر چار مہینے دس دن عدت ہے۔"

پس بنی اشجع میں سے کچھ لوگ کھڑے ہوئے۔ وہ کہنے لگے کہ

"ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بروع بنت واشق کے بارے میں اسی قسم کا فیصلہ کیا تھا، جو آپ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔"

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ بنت واشق بنی رواس سے تھی اور بنی رواس ایک قبیلہ ہے۔ بنی عامر بن صعصعہ سے اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے میں موجود تھے، وہ معقل بن سنان اشجعی اور ان کی

قوم کی ایک جماعت تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس کے لیے کوئی مہر نہیں۔

اسی طرح زید نے کہا اور اس پر مالک نے عمل کیا۔ سفیان اور حسن اور قتادہ کا عمل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول پر ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''دیہاتی عرب کی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول پر قابل قبول نہیں۔''

دونوں کتابوں میں لکھا ہے کہ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے ساتھ اتفاق واقع ہوا تو وہ اتنے خوش ہوئے کہ کسی بات پر ایسے خوش نہیں ہوئے تھے۔

اس شخص کے متعلق حکم جس نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا تو اس کو حاملہ پایا

مصنف عبدالرزاق میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ وہ انصار کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں،، جس کو بُصرہ کہا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ

''میں نے ایک کنواری عورت سے اس کی پردہ نشینی میں نکاح کیا۔ پھر اس پر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حاملہ ہے۔''

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس عورت کے لیے مہر ہے۔ بعوض ان فوائد کے، جو اس کی صحبت سے حاصل کیے۔ بچہ تیرے لیے غلام ہے۔ جب وہ بچہ جَن لے تو عورت کو دُرّے مارو اور ان دونوں میں تفریق کر دی۔'' [1]

مؤطا، بخاری و مسلم شریف اور نسائی میں فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ

''ابوعمر بن حفص نے اس کو طلاق بتّہ دے دی۔''

مسلم اور نسائی کی کتاب میں ہے کہ

''اس نے اس کو آخری طلاق دے دی، جو باقی رہتی تھی۔ وہ شام کی طرف گیا ہوا تھا۔ پس اس نے اس کی طرف اپنے وکیل کے ہاتھ کچھ جَو بھیجے، وہ اس پر ناراض ہوئی۔ اس نے کہا:

''واللہ! تیرے لیے ہم پر کچھ حق نہیں۔''

نسائی کی کتاب میں ہے کہ اس کی طرف حارث بن ہشام بن ابی ربیعہ نے اس کا خرچ بھیجا تو وہ اس پر ناخوش ہوئی۔ اس نے کہا:

[1] سنن ابو داؤد: 2131

''واللہ! تیرے لیے ہمارے ذمہ خرچ نہیں مگر یہ کہ تو حاملہ ہوتی اور نہ تو ہمارے گھر میں رہے مگر ہماری اجازت کے ساتھ۔''

مسلم کی کتاب میں ہے کہ اس کی طرف پانچ صاع جو یا پانچ صاع کھجوریں بھیجیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تیرے لیے نفقہ نہیں۔'' [1]

مسلم کی کتاب میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رہنے کے گھر اور خرچ کے بارے میں شوہر سے جھگڑا کیا تو آپ ﷺ نے نہ میرے لیے رہنے کے گھر کا فیصلہ کیا اور نہ خرچ کا۔''

نسائی نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ

''اُمّ شریک رضی اللہ عنہا کے گھر میں عدت گزارے۔ پھر فرمایا کہ اس عورت کے پاس میرے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آمد و رفت رہتی ہے، تو ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کے پاس عدت گزار، چونکہ وہ نابینا شخص ہے۔ تو اپنے کپڑے اتار سکے گی۔ پس جب عدت گزار چکے تو مجھ کو اطلاع دے۔''

پس جب میں عدت گزار چکی تو میں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ابوجہم دونوں نے میرے نکاح کی درخواست کی ہے۔

مؤطا میں یحییٰ ابوجہم بن ہشام کا ذکر ہے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ابوجہم بن ہشام نامی کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ (جنہوں نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا) ابوجہم بن صخر بن عدی قریشی ہیں۔ ان کو ابوجہم بن حذیفہ بن غانم بھی کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) فقیر ہے جس کے پاس مال نہیں لہٰذا تو اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کر۔''

لیکن میں نے اس کو ناپسند کیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اُسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کر، میں نے ان سے نکاح کر لیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں بہتری بخشی اور

[1] صحیح مسلم: 1480

اس سے مجھ پر رشک کیا جانے لگا۔" [1]

خطابی نے کہا کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ

"میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کے ساتھ جھگڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے نہ رہنے کا گھر دلایا اور نہ خرچ۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اس کے اہل کے گھر سے چلے جانے کا حکم فرمایا تو وہ اس کا سبب سمجھنے سے قاصر رہی۔ لہٰذا اس نے اس کو رہنے کا حق باطل کرنے کا وہم کیا۔ اسی لیے اس نے کہا کہ میرے لیے رہنے کے گھر اور خرچ کا فیصلہ نہ کیا، حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ

"ابنِ اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے پاس عدت گزار۔"

اس کے لیے رہنے کا گھر واجب کر رہا ہے۔

فقہی نکات

- اس میں ایک فقہی نکتہ یہ ہے کہ دو آدمیوں کو ایک عورت کے نکاح کی درخواست کرنا جائز ہے۔
- دوسرا یہ کہ غلام کا قریشی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، ضحاک بن قیس کی بہن قرشیہ فہیر یہ ہے۔
- تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اس شخص کے بارے میں، جو نکاح کا سوال کرے، عیب گوئی غیبت نہیں۔ اگرچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ابوجہم کے عورتوں کو مارنے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے فقر کا ہی ذکر کیا، مگر اہل علم نے اس کے نکاح میں اور اس شخص کے بارے میں، جس کے کسی کے خلاف گواہی دینے کے بعد اس کے بارے میں سوال کیا جائے اور اس شخص کے بارے میں، جو امام بنایا جائے اس کی اجازت دی ہے یعنی غیبت کی۔
- اس میں چوتھا فقہی نکتہ یہ ہے کہ کسی شخص کا عیب مبالغہ کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے۔ ابوجہم سوتا بھی تھا، کھاتا بھی اور بیٹھتا بھی تھا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی حالت یوں بیان فرمائی کہ وہ اپنے کندھے پر سے لاٹھی اُتارتا ہی نہیں۔
- اس میں پانچواں فقہی نکتہ یہ ہے کہ طلاق یافتہ عورت کا اپنے گھر سے نکلنا مباح ہے، جب کہ وہ شوہر کے گھر والوں کو اپنی زبان سے دُکھ پہنچائے، ان کو گالیاں دے جس طرح کہ فاطمہ بنت

[1] صحیح مسلم:1480

قیس رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے گھر والوں کے ساتھ کیا۔ یہ بے حیائی کی بات ہے، جس کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ

''ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ مگر یہ کہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔''[1]

اس کو ابنِ مزین وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گھر کی خرابی کی شکایت کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔

- چھٹا فقہی نکتہ یہ ہے کہ طلاق بتہ والی کے لیے نفقہ نہیں اور بعض اہل علم نے اس حدیث کی بنا پر کہا ہے کہ اس کے لیے رہنے کا گھر بھی نہیں۔
- اس میں ساتواں فقہی نکتہ یہ ہے کہ اجنبی مرد، نیک عورت کی زیارت کے لیے جا سکتے ہیں۔
- اس میں آٹھواں فقہی نکتہ یہ ہے کہ غائب کے متعلق فیصلہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ ابو عمر نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو طلاق دی، تب وہ شام میں غائب تھا۔ اس نے نقل مکان کیا جبکہ وہ غائب تھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ کو نکاح کا حکم دیا۔ اس کو اصیلی نے بیان کیا ہے۔

مصنّف ابی داوٗد میں کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہم ایک عورت کے کہنے سے اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑیں گے، ہمیں کیا معلوم کہ اس کا حافظہ صحیح ہو یا نہ ہو۔''

عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہونے کے بارے میں

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہند بنت عتبہ آئی۔ اس نے عرض کیا کہ

''ابوسفیان ممسک آدمی ہے (اور ایک اور حدیث میں بخیل لکھا ہے) وہ مجھے اتنا مال نہیں دیتا جو مجھ کو اور میرے بچوں کو کافی ہو، مگر وہ جو میں اس کی بے خبری میں لے لوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اتنا مال لے لیا کر جو دستور کے موافق تجھ کو اور تیرے بچوں کو کافی ہو۔''[2]

[1] سورۃ الطلاق:1 [2] صحیح بخاری:5364

اس میں فقہی نکتہ یہ ہے کہ کسی غائب کے متعلق فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح بخاری نے اس پر عنوان باندھا ہے: غائب کے متعلق فیصلہ کرنا، نیز اس پر یہ عنوان باندھا ہے:

''وہ حضرات جنہوں نے قاضی کے لیے یہ جائز سمجھا ہے کہ وہ اپنے علم سے لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرے، جب کہ اس کو بدگمانیوں اور تہمت کا خوف نہ ہو۔ معاملہ مشہور ہو اور یہ کہ جو شخص کسی کو اس کے حق سے محروم رکھے اور وہ اس کے مال پر قابو پائے، اس کو جائز ہے کہ اس کی بے خبری میں اپنے حق کے مطابق اس میں سے لے لے۔ اس وجہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔''

شوہر اور بیوی میں کام کی تقسیم

واضحہ میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا میں فیصلہ فرمایا جب کہ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کام کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اندرونی کام کا حکم فرمایا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بیرونی کام کا حکم فرمایا۔

ابنِ حبیب نے کہا کہ

اندرونی کام، آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، بستر بچھانا، گھر میں جھاڑو دینا اور پانی بھرنا ہے جب کہ پانی اس کے ساتھ ہو اور گھر کے باقی تمام کام۔

بخاری و مسلم اور نسائی نے ذکر کیا ہے کہ

''حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اپنے ہاتھ میں چکی سے چھالے پڑ جانے کی شکایت کی۔ ان کو اطلاع ملی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کنیزیں آئی ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائے بحالیکہ ہم بستروں پر لیٹ گئے تھے، ہم کھڑے ہونے لگے۔ ارشاد فرمایا: ''لیٹے رہو۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا کر ہمارے درمیان بیٹھ گئے، یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی اور ارشاد فرمایا کہ

''کیا تم کو وہ چیز نہ بتا دوں جو تمہارے لیے تمہارے سوال سے بہتر ہے، جب تم سونے لگو اور اپنے بستروں میں جانے لگو تو ۳۳ دفعہ سبحان اللہ پڑھو، ۳۳ دفعہ الحمد للہ پڑھو اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھو۔ پس یہ تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔''

چنانچہ اس کے بعد میں نے اس وظیفہ کو کبھی نہیں چھوڑا۔"
کسی نے پوچھا: "صفّین کی رات [1] میں بھی نہیں چھوڑا؟"
فرمایا: "صفّین کی رات میں بھی نہیں۔" [2]

مہر کے بارے میں اور کم سے کم مہر جو ہو سکتا ہے

کتاب نسائی اور مصنف عبدالرزاق و ابوداؤد میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہر میں اپنی زرہ حطمیہ دی جو بعد میں پانچ سو درہم میں فروخت کی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا کچھ خوشبو میں صرف فرمایا۔ مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مہر میں بارہ اوقیہ ادا کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ایک پھندنوں والی چادر اور ایک گدا چمڑے کا، جس میں اذخر بھری تھی، جہیز میں دیا۔

یہ نکاح ہجرت کے پہلے سال میں ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ دوسرے سال میں بائیس مہینے میں یہ نکاح ہوا۔ اس میں اختلاف نہیں کہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں پہلے سال میں دسویں مہینے میں ماہِ شوال میں آئی تھیں۔ مؤطا، بخاری و مسلم اور نسائی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آ کر عرض کیا کہ

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اپنے نکاح میں لے لیجیے۔"
پھر وہ دیر تک کھڑی رہی۔ اُس کے بعد ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا:
"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں چاہیے تو میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیجیے۔"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"کیا تیرے پاس اس کو مہر دینے کے لیے کچھ ہے؟"
اس نے عرض کیا:

[1] صفّین کی رات سے مراد جنگِ صفّین کی رات ہے۔ اس جنگ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں میں خونریز جنگ ہوئی تھی۔ مطلب یہ کہ ایسی فکر و تشویش کی رات میں بھی آپ رضی اللہ عنہا نے یہ وظیفہ نہیں چھوڑا۔

[2] صحیح بخاری: 3113

''اس تہبند کے سوا میرے پاس اور کچھ نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تو نے اس کو یہی دے دیا تو تو ننگا ہو بیٹھے گا؟ کوئی اور چیز تلاش کر۔''

اس نے عرض کیا کہ ''مجھے کچھ نہیں ملتا۔''

ارشاد فرمایا: ''تلاش کر اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔''

مگر باوجود تلاش کے اُسے کچھ نہ ملا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا:

''کیا تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟''

اس نے عرض کیا: ''جی حضور فلاں فلاں سورۃ یاد ہے۔''

پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اتنے قرآن کے عوض، جو تجھے یاد ہے، اس کو تیرے نکاح میں دیا۔'' [1]

کہا جاتا ہے کہ یہ عوت خولہ بنت حکیم تھی اور بعض کہتے ہیں اُمّ شریک۔

- اس میں پہلا فقہی نکتہ یہ ہے کہ حاکم اس شخص کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔
- اس میں دوسرا فقہی نکتہ یہ ہے کہ نکاح اسباب کے عوض میں مباح ہے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا تھا۔
- تیسرا فقہی نکتہ یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت جائز ہے۔ ابنِ حبیب کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور ان کے سوا دوسروں نے کہا ہے کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی خصوصیات سے ہے۔

اس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین اور فقہا رحمۃ اللہ علیہم میں سے سوائے امام شافعی رحمہ اللہ کے کسی نے عمل نہیں کیا۔ شاید وہ عورت اس خاص سورۃ کو حفظ کر رہی تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح کرنے پر خوش تھی۔ اس نے آپ ﷺ کو اپنا نفس ہبہ کر دیا تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے پانچ درہم میں سے کم پر نکاح نہیں کیا۔

وہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونے پر نکاح کیا تھا اور وہ پانچ درہم کا تھا۔

ابن منذر نے اشراف میں ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کچھ مال پر نکاح کیا، جو دس درہم کے برابر تھا۔ واضحہ میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے

[1] صحیح بخاری: 5030

مہر پانچ پانچ سو درہم تھے۔

وثائق ابنِ عطار میں چار سو درہم لکھا ہے۔

نوادر وغیرہ میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور ان کا مہر چار ہزار درہم مقرر فرمایا۔ یہ بھی ہے کہ ان کا مہر چار سو دینار طلائی مقرر فرمایا۔[1]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک حکم

بخاری اور مصنف ابی داؤد اور واضحہ میں ہے کہ

''حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابو جہل بن ہشام کی بیٹی کے نکاح کی درخواست کی۔ بنو ہشام بن مغیرہ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی، مگر آپ ﷺ نے ان کو اجازت نہ دی۔ حضور نبی کریم ﷺ غضبناک ہو کر گھر سے نکلے، یہاں تک کہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثنا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا:

''امابعد! پس بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دیں۔ میں نے ان کو اجازت نہیں دی، میں کبھی ان کو اجازت نہیں دوں گا مگر یہ کہ ابن ابی طالب اس بات کا ارادہ کرے کہ میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ میری بیٹی تو میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ مجھ کو وہ بات خلجان میں ڈالتی ہے جو اسے خلجان میں ڈالتی ہے۔ مجھے وہ بات ایذا دیتی ہے، جو اسے ایذا دیتی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی بیٹی اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ ہرگز جمع نہ ہو گی۔ میں ڈرتا ہوں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے دین کے بارے میں فتنے میں ڈالی جائے۔ میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن خدا کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک مکان میں کبھی بھی جمع نہ ہوں گی۔''[2]

ابنِ حبیب نے کہا کہ ''اگر کوئی دلیل پکڑنے والا اس حدیث سے (نکاح) میں شرائط رکھنے کے جواز پر دلیل پکڑے تو اس میں اس کے لیے کوئی دلیل نہیں، کیونکہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی خصوصیات سے ہے۔''

[1] سنن نسائی: 3350 [2] صحیح بخاری: 3110

آتش پرست کا اسلام لانا

مدوّنہ وغیرہ میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی جب اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''تیرے نکاح میں دس عورتیں ہیں، تو چار رکھ لے اور باقی کو چھوڑ دے۔''[1]

فیروز دیلمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ

''میں اسلام لایا اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا:

''ان دونوں میں سے جس کو تو چاہے طلاق دے دے۔''[2]

مصنف ابی داؤد میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ

''یارسول اللہ ﷺ! میں اسلام لا چکا ہوں اور اس عورت کو میرے اسلام کا علم ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کو دوسرے شوہر سے الگ کر دیا اور پہلے شوہر کے حوالے کر دیا۔[3] اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تھی۔

اس شخص کے بارے میں جس کی بیوی نکاح کے بعد بیمار ہوگئی اور نکاح متعہ کے بارے میں

مؤطا، بخاری اور نسائی میں ہے کہ حضرت رفاعہ بن سموال نے اپنی عورت تمیمہ بنت وہب کو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تین طلاقیں دیں۔ حضرت عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے نکاح کر لیا تو وہ اپنی بیماری کی وجہ سے اس سے الگ رہے، اس کو چھو بھی نہ سکے۔ پھر اس کو طلاق دے دی۔ اب حضرت رفاعہ نے اس سے نکاح کرنا چاہا اور وہ اس کا پہلا شوہر تھا، جو اس کو طلاق دے چکا تھا۔ اس نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اس کو اس کے نکاح کرنے سے روک دیا اور ارشاد فرمایا:

''وہ تیرے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ لذت جماع نہ چکھ لے۔''

[1] سنن ترمذی: 1128 [2] سنن ابوداؤد: 2243 [3] سنن ابوداؤد: 2239

مؤطا کے سوا دوسری کتاب میں ہے:

"یہاں تک کہ شوہر عورت سے لذت چکھے اور عورت شوہر سے لذت چکھے۔" [1]

اس میں فقہی نکتہ یہ ہے کہ جب خاوند عورت سے جماع کرے اور وہ سوتی ہو، محسوس نہ کرتی ہو، یا اس کے ساتھ مباشرت کی کوشش کرے، جس سے عورت لذت محسوس نہ کرے تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ ربیع میسرہ جہنی نے کہا کہ

"ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے سال مکے میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی۔ میں اور میرا ایک دوست بنی عامر میں سے ایک عورت کے پاس گئے گویا کہ وہ ایک دراز گردن، جوان اونٹنی تھی۔ پس ہم نے اپنے آپ کو اپنی اپنی چادروں کے عوض اس پر پیش کیا۔"

راوی کہتا ہے کہ

"میرے دوست کو تاڑنے لگی۔"

میرے دوست نے کہا کہ

"میری چادر اس کی چادر سے بہتر ہے۔"

وہ بولی: ہم کو یہی منظور ہے، جیسی بھی اس کی چادر ہو۔"

میں اس کے ساتھ تین دن رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن کے متعہ سے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ

"اللہ نے اس کو حرام کر دیا ہے۔ بس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہو، وہ اس کو چھوڑ دے، جو کچھ ان کو دیا ہے، اس میں سے کچھ نہ لو۔"

وہ شخص بیان کرتا ہے کہ

"میرے اور اس عورت کے درمیان دس دن کی میعاد مقرر تھی۔ میں نے اس کے پاس ایک رات گزاری، پھر صبح کو باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکن اور دروازے کے درمیان کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ

"میں نے تم کو ان عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا۔ جس شخص کے پاس کوئی عورت ہو، وہ اس کو چھوڑ

[1] صحیح بخاری: 2639

دے، جو کچھ ان کو دیا ہے، اس کو واپس نہ لو۔'' [1]

راویوں نے متعہ کی حرمت کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ حرمت کا حکم خیبر کے سال ہوا اور بعض نے کہا یہ حکم حدیبیہ کے سال ۷ھ میں ہوا۔ ابوعبید نے کہا کہ حرمت کا حکم فتح مکہ کے سال ہوا۔ ابوعبید اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''میرا خیال ہے تم میں سے کوئی آدمی تین دن سے زائد علیحدگی میں کسی عورت کے ساتھ رہے اس کو بیماری والا بنا دیتا ہے۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ کا حکم میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بارے میں

بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی۔ ارشاد فرمایا:

''حضور نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا بحالیکہ آپ محرم تھے۔'' [3]

نیز مسلم نے یزید بن اصم سے ذکر کیا ہے کہ

''مجھ سے میری خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اُن سے نکاح کیا بحالیکہ آپ ﷺ غیر محرم تھے اور وہ میری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔'' [4]

اسی طرح واضحہ وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ غیر محرم اور آپ ﷺ مقام سرف میں ان کو اپنے گھر میں لائے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ابن مواز کی کتاب میں ہے کہ

''جب حضور نبی کریم ﷺ نے مکے میں عمرہ حدیبیہ کے سال ان کے ساتھ نکاح کیا تو قریش نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ان کو مکے میں اپنے گھر لائیں، پس آپ ﷺ تشریف لے گئے اور مقامِ سرف میں ان کو گھر لائے۔''

رسول اللہ ﷺ کا حکم ازواج کی باری کے متعلق

حدیث ثابت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان کے ساتھ

[1] صحیح مسلم: 1406
[2] سنن سعید بن منصور: 217/1
[3] صحیح بخاری: 5114, 1837, 4259
[4] صحیح مسلم: 1411

تین دن رہے۔ پھر دوسری بیوی کے ہاں جانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تو اگر چاہے تو سات دن تیرے پاس رہوں، سات دن ان کے پاس رہوں۔ اگر تو چاہے تو تیرے پاس تین دن رہوں، پھر دورہ کروں۔''

تو انہوں نے عرض کیا کہ اچھا تین دن رہیے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ ازراہِ کرم اپنی ازواج رضی اللہ عنہن میں عدل کرنے کی کوشش کرتے تھے بغیر اس کے کہ یہ آپ ﷺ پر واجب ہو۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے کہ

''اپنی ازواج میں سے جس کو چاہو اور جتنے دن چاہو، اپنے سے الگ رکھو، جس کو چاہو اور جب تک چاہو، اپنے پاس رکھو، جن کو تم نے ایک وقت خاص تک الگ کر دیا تھا، ان میں سے کسی کو پھر اپنے پاس بلوالو، اس میں بھی کچھ گناہ نہیں۔'' [2]

مؤطا اور مدوّنہ میں ہے اور ابنِ شہاب سے مروی ہے کہ رافع بن خدیج نے ایک جوان لڑکی سے نکاح کیا۔ ان کے نکاح میں محمد بن سلمہ کی بیٹی تھی اور وہ اکیلی تھی۔ انہوں نے نوجوان کو مقدم رکھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کے خلاف شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے رافع! ان دونوں کے درمیان انصاف کر، ورنہ اس کو چھوڑ دے۔''

رافع نے اس کو اس کے آخر میں کہا کہ

'اگر تو پسند کرتی ہے کہ ترجیح کی اسی حالت پر قائم رہے، جس پر اب ہے تو میں قائم رکھوں۔ اگر چاہے تو میں طلاق دے دوں۔''

اس پر قرآن (میں یہ حکم) نازل ہوا:

''اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو (میاں بی بی) دونوں میں سے کسی پر کچھ گناہ نہیں کہ اصلاح کی کوئی بات ٹھہرا کر آپس میں صلح کرلیں اور صلح (بہرحال) بہتر ہے۔'' [3]

راوی نے کہا کہ پس وہ اس بات سے صلح پر راضی ہوگئی۔ [4] اس کے ساتھ اس کے گھر میں رہی۔ یہ الفاظ مدوّنہ کے ہیں، مؤطا میں یہ بیان نہیں ہوا کہ اس کے بارے میں قرآن اُترا۔ اس کو نحاس نے ذکر کیا ہے۔

[1] صحیح مسلم: 1460 [2] سورۃ الاحزاب: 51
[3] سورۃ النساء: 128 [4] مصنف عبدالرزاق: 6/238

بخاری شریف میں اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی منظور ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

میں نے عرض کیا: ''نکاح کر لیجیے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تو اس بات کو پسند کرتی ہے؟''

میں نے عرض کیا کہ ''میں اکیلی نہیں ہوں اور میں اپنی سوکنوں سے اپنی بہن کو پسند کرتی ہوں۔''[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ مجھ پر حلال نہیں۔''

میں نے عرض کیا کہ ''مجھ کو اطلاع ملی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُرّہ کے ساتھ نکاح کی درخواست کر رہے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی؟''

میں نے عرض کیا: ''جی ہاں!''

ارشاد فرمایا:

''اگر وہ میری پروردہ نہ ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھ کو اور اس کے باپ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا ہے۔ پس تم اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو میرے سامنے پیش نہ کرو۔''

عروہ نے کہا ہے کہ ثویبہ رضی اللہ عنہا ابولہب کی کنیز تھیں، جن کو ابولہب نے آزاد کر دیا تھا۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ پس جب ابولہب مر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی گھر والے کو خواب کے اندر بُری حالت میں دکھائی دیا۔ اس نے پوچھا کہ

''تیرے ساتھ کیا سلوک ہوا؟''

ابولہب نے کہا کہ

''ان کے بعد میرے ساتھ کچھ سلوک نہیں ہوا، سوائے اس کے کہ میں نے اس کے

[1] صحیح بخاری: 5101, 5106

یعنی ثویبہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کرنے میں کوشش کی۔''

عروہ نے کہا ہے کہ

''میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آئی۔ اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔''

میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آیا اور میں نے عرض کیا کہ میں نے فلاں عورت فلاں کی بیٹی سے نکاح کیا تو ہمارے پاس ایک سیاہ فام عورت آکر کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ وہ جھوٹ بولتی ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے چہرۂ انور پھیر لیا۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آکر عرض کیا کہ وہ جھوٹ بولتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم اسے کیا کہہ سکتے ہو جبکہ اس کو یقین ہے کہ تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، اس کو اپنے سے الگ کر دے۔''[1]

مدوّنہ میں ذکر ہوا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رضاع میں ایک عورت کی شہادت جائز نہیں رکھی اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک عورت کے رضاع کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''کیونکر (تمہارا نکاح جائز ہو سکتا ہے) جبکہ بتایا گیا ہے (کہ تم نے اور تمہاری بیوی نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے۔''

بخاری میں بھی آیا ہے ''(کہ تم اس سے مباشرت کیوں کر سکتے ہو) جبکہ بتایا گیا ہے (کہ تم دونوں نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے) تو پھر اس عورت کو (عقبہ نے) چھوڑ دیا اور اس عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا۔''[2]

[1] صحیح بخاری: 2052, 2659 [2] صحیح بخاری: 2640, 88

کتاب الطلاق

رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ حائضہ کی طلاق کے بارے میں

موطا، بخاری ومسلم اور نسائی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اپنی بیوی کو طلاق دی جبکہ وہ حائضہ تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اس کو حکم دو کہ رجوع کرے، پھر اس کو طہر تک رکھے، پھر اسے حیض آئے، پھر طہر آئے۔ اس کے بعد اگر چاہے رکھے اور اگر چاہے وطی سے پہلے طلاق دے۔ پس یہ عدت ہے جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کو ان کی عدت کے وقت طلاق دی جائے۔" [1]

مذکورہ کتابوں میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو ایک طلاق شمار کیا گیا۔

اس میں فقہی نکتہ یہ ہے کہ رجعت وطی کے ساتھ صحیح نہیں ہوتی۔ پس جب اس سے صحبت کرے تو جائز نہیں کہ اس طہر میں طلاق دے، جس میں صحبت کر چکا ہے۔ نیز جب اس کو حکم دیا جائے تو عورت کے جس حیض میں اس نے اس کو طلاق دی ہے، اس سے پاک ہونے پر طلاق دے۔ اس کو رجوع کا اس لیے حکم دیا گیا کہ اس کو طلاق دے، پس یہ میعادی نکاح کے مشابہ ہوا۔

روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے

[1] صحیح بخاری: 5252...... یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ، اس کو قاسم کے سوا اور کسی صاحب تصنیف نے ذکر نہیں کیا۔

ان کو حکم دیا کہ رجوع کر لیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائے تو باہم صحبت ہوں، جب دوبارہ پاک ہو تو اگر چاہیں، طلاق دیں اور اگر چاہیں، رکھ لیں۔ اس حدیث میں ہم صحبت ہونے کا ذکر زائد ہے اور مصنف عبدالرزاق میں آیا ہے کہ ابن جریج سے روایت ہے کہ وہ ابوالزبیر اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو لوٹا دیا اور طلاق کا کچھ اعتبار نہیں فرمایا۔''

اس کے ساتھ بعض اصحاب ظواہر نے تمسک کیا ہے اور ان کے نزدیک حیض میں طلاق دینے سے طلاق لازم نہیں آتی مگر جو شخص تین طلاق دے دے یا آخری طلاق دے۔ چنانچہ وہ تمام علما کے اجماع سے لازم ہو جاتی ہے۔ صحیح وہ ہے جس کو بخاری و مسلم نے حدیث میں ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو ایک طلاق دینے والا ٹھہرایا جو انہوں نے حیض میں دی تھی کیونکہ رجعت طلاق ہی سے ہوتی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ان کو حکم دو کہ اس سے رجوع کرے۔''

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص بدعت میں مبتلا ہو کر طلاق دے ہم اس کی بدعت اس پر لازم کر دیں گے۔''[1]

پس اس سے اس شخص کا قول باطل ہو گیا جو کہتا ہے کہ حیض کے اندر دی ہوئی طلاق لازم نہیں ہوتی۔

قرء سے مراد حیض یا طہر؟

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول مبارکہ میں ہے کہ

''یہ وہ عدت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان پر عورتوں کو طلاق دی جائے۔''

اس بات کی دلیل ہے کہ عدت قرء اور طہر ہے۔ اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ کہتے کہ اقراء سے مراد اطہار ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو مصنفات مذکورہ کے علاوہ ایک کتاب کے پہلے باب میں شعیب بن زریق کی روایت کی مثل درج ہے، کہ عطا خراسانی نے ان سے حدیث بیان کی کہ

[1] سنن دار قطنی: 20/4

''انہوں نے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دی۔ پھر چاہا کہ اس کے بعد دو طہروں کے وقت دو طلاقیں اور دیں تو اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے ابن عمر (رضی اللہ عنہما)! اللہ نے تم کو یوں حکم نہیں دیا، تم نے سنت میں غلطی کی۔ سنت یہ ہے کہ تم طہر کا انتظار کرو، پھر ہر قرء پر طلاق دو۔''

تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے رجعت کر لی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''جب وہ پاک ہو تو اس وقت اس کو طلاق دو یا رکھ لو۔''

میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں نے اس کو تین طلاقیں دی ہوں تو مجھے رجعت کا حق ہے؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''نہیں، وہ علیحدہ ہو چکی اور (ایسا کرنا) گناہ ہوگا۔'' [1]

اہلِ علم شعیب بن زریق کے بارے میں کلام کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض نے اس کو ضعیف ٹھہرایا ہے۔

اور کتاب نسائی میں محمد بن عبدالرحمن سے، جو ابو طلحہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ پس اس سے رجوع کرے، پھر اس کو بحالت طہر یا بحالتِ حمل طلاق دے۔ [2]

اور محمد بن عبدالرحمن میں کوئی نقص نہیں۔

مصنف ابوداؤد میں ہے کہ رکانہ نے اپنی عورت سہیمہ کو طلاقِ بتہ [3] دے دی۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر دی گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''واللہ تیرا ارادہ صرف ایک طلاق کا ہوگا۔''

تو رکانہ نے عرض کیا: ''واللہ میرا ارادہ صرف ایک طلاق کا تھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کو لوٹا دیا۔ [4]

[1] سنن دار قطنی: 31/4 [2] سنن نسائی: 3397

[3] طلاقِ بتہ وہ طلاق جو عورت کو بالکل الگ کر دے، پھر رجعت نہ ہو سکے۔

[4] سنن ابو داؤد: 2206

حضرت عبداللہ بن ولید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ، وہ ابراہیم سے وہ داؤد سے وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

''میرے دادا نے اپنی ایک بیوی کو ایک ہزار طلاق دی تو میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تیرے دادا نے خدا سے خوف نہیں کیا۔ تین طلاق کا حق اس کو ہے۔ نو سو ستانویں طلاقیں زیادتی اور ظلم ہیں۔ اگر وہ چاہے، اس کو عذاب دے اور اگر چاہے بخش دے۔'' [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم خلع کے بارے میں

مؤطا، بخاری اور نسائی میں ہے کہ حبیبہ بنت سہل، ثابت بن قیس بن شماس کے نکاح میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز کے وقت تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبیبہ بنت سہل کو صبح کی تاریکی میں دروازہ کے پاس پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کون ہے؟''...... اس نے عرض کیا کہ ''میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔''...... ارشاد فرمایا: کیا بات ہے؟...... عرض کیا: ''نہ میں اور نہ ثابت بن قیس باہم رہ سکتے ہیں۔'' یہ اس نے اپنے شوہر کے لیے کہا۔

جب ثابت بن قیس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

''یہ حبیبہ بنت سہل ذکر کرتی ہے اس بات کا، جو اللہ کو منظور تھی کہ وہ ذکر کرے۔''

حبیبہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو کچھ اس نے مجھے دیا ہے، میرے پاس موجود ہے۔''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت بن قیس کو فرمایا:

''یہ اس سے لے لو۔''

اس نے (وہ مال) اس سے لے لیا اور وہ (عورت) اپنے میکے جا بیٹھی۔ [2] یہ الفاظ مؤطا اور نسائی میں ہیں۔ وہ جو بخاری اور مسلم میں واقع ہوا ہے، یہ ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کی عورت نے عرض کیا:

''میں نہ اس کے اخلاق سے ناراض ہوں نہ اس کے دین سے، بلکہ میں اسلام میں

[1] مصنف عبدالرزاق: 393/6 [2] سنن ابوداؤد: 2227

کفر کرنا ناپسند کرتی ہوں۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تو اس کا باغ واپس دیتی ہے؟''

اس نے عرض کیا: ''جی حضور!''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔'' [2]

پہلی روایت میں جو یہ لفظ واقع ہوئے ہیں کہ وہ اپنے میکے جا بیٹھی، کہتے ہیں کہ وہ محدث کے الفاظ ہیں اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ خلع سے پہلے اپنے شوہر کے ساتھ میکے میں رہتی ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے میکے چلی گئی ہو اور جس گھر میں اس کا خاوند رہتا تھا، اس میں عدت نہ بیٹھی ہو۔ اس خرابی کے خوف سے، جو اس میں اور اس کے شوہر میں واقع ہوسکتی تھی، یا کسی اور عذر کی وجہ سے۔

ابنِ منذر کی کتاب میں بیان ہوا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو حکم فرمایا:

''ایک حیض عدت بیٹھے۔''

اسی کے قائل حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور اسی کو ابن منذر نے اختیار کیا ہے۔ وہ حکم جس پر اکثر علما کا اتفاق ہے، وہ یہ ہے کہ اس کی عدت مطلقہ کی عدت کی طرح تین قروء ہیں۔ [3] مصنف ابنِ سکین میں ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس نے اپنی عورت کو مارا اور اس کا ہاتھ توڑ دیا اور وہ حبیبہ بنت عبداللہ بن ابی تھی۔ اس کا بھائی رسول اللہ ﷺ کے حضور اس کی شکایت کرنے کو حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ثابت کو کہلا بھیجا کہ اس کا مہر، جو تیرے ذمہ ہے، اس کو رکھ لے اور اس کو چھوڑ دے۔ اس نے کہا بہتر۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو حکم دیا کہ ایک حیض عدت بیٹھے اور اپنے میکے جا رہے۔ [4]

اس کنیز کے بارے میں حکم جو اپنے شوہر کے نکاح میں آزاد کی گئی

مؤطا، بخاری و مسلم اور نسائی میں اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بریرہ میں

[1] یعنی مجھے مسلمان ہو کر کفرانِ نعمت کرنا اور شوہر کا حق ادا نہ کرنا ناگوار ہے جس کا وقوع عدم اتفاق کی صورت میں ناگزیر ہے۔

[2] صحیح بخاری: 5273

[3] قروء کا لفظ حیض اور طہر میں مشترک ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس لفظ سے حیض مراد ہے۔

[4] سنن نسائی: 3497

تین سنتیں تھیں۔ ایک سنت یہ کہ وہ آزاد کی گئی اور اس کو اپنے شوہر (کے نکاح میں رہنے اور نہ رہنے) کا اختیار دیا گیا۔ دوسری سنت یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''آزاد شدہ غلام کی وراثت آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔''

تیسری سنت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوئے اور ہنڈیا گوشت کے ساتھ جوش کھا رہی تھی۔ آپ ﷺ کے سامنے روٹی اور سالن لایا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا میں نے ہنڈیا نہیں دیکھی جس میں گوشت ہے۔''

انہوں نے عرض کیا:

''بے شک یارسول اللہ ﷺ! لیکن وہ گوشت بریرہ کے لیے صدقہ ہے اور حضور ﷺ صدقہ تناول نہیں فرماتے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وہ اُس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔'' [1]

واضحہ وغیرہ میں ہے کہ بریرہ میں چار سنتیں تھیں پھر یہ تین ذکر کیں اور چوتھی یہ کہ آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ تین حیض عدت بیٹھے۔

تینوں کتابوں یعنی بخاری، مسلم اور نسائی میں ہے کہ بریرہ کا شوہر ایک حبشی غلام تھا جس کو مغیث کہا جاتا تھا۔ انہی کتابوں کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا شوہر آزاد تھا۔ عروہ نے کہا ہے کہ اگر آزاد ہوتا تو اس کو اختیار نہ دیا جاتا۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ وہ غلام تھا۔

اس عورت کے بارے میں حکم جو اپنے شوہر کی طلاق پر شاہد عادل پیش کرے اور شوہر انکار کردے

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔ فرمایا کہ جب عورت اپنے شوہر کی طلاق کا دعویٰ کرے، پھر اس پر ایک عادل گواہ پیش کرے تو اس کے شوہر سے حلف لیا جائے۔ پس اگر وہ حلف اُٹھائے تو اس سے گواہ کی گواہی باطل ہو جائے

[1] صحیح بخاری: 5097

گی۔ اگر حلف سے انکار کر دے تو اس کا انکار بمنزلہ دوسرے گواہ کے ہے۔ اس کی طلاق نافذ ہے۔[1]

ابنِ مریم نے کہا کہ میں ابنِ قاسم کے قول پر فتویٰ دیتا رہا حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت پائی تو اس کو اختیار کر لیا اور وہ اشعب کا قول ہے اور اس کی روایت امام مالک رحمہ اللہ سے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حکم تخییر کے بارے میں

مدوّنہ وغیرہ میں اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ

''جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کی تخییر کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے میرے ساتھ ابتدا فرمائی۔ پس ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو ایک بات بتاتا ہوں جس میں اگر تم جلدی نہ کرو تو کوئی الزام نہیں، یہاں تک کہ اپنے ماں باپ سے اجازت لے لو۔''

وہ فرماتی ہیں کہ ''آپ ﷺ کو یہ علم تھا کہ میرے ماں باپ مجھ کو آپ ﷺ سے جدا ہونے کا حکم دینے والے نہ تھے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اے پیغمبر (ﷺ)! اپنی ازواج رضی اللہ عنہن سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کے سازوسامان کی طلب گار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں، ان کے لیے خدا نے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں۔''[2]

میں نے عرض کیا کہ

''اس بارے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں......! میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو چاہتی ہوں۔''

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

''پھر باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی وہی عمل کیا جو میں نے کیا۔ پس یہ طلاق نہیں تھی۔''[3]

ربیعہ اور ابن شہاب نے کہا کہ فاطمہ بدنہ جس کے متعلق عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ وہ ضحاک عامری کی بیٹی ہے، اپنے کنبے میں واپس چلی گئی اور کہا گیا کہ آپ ﷺ اس پر داخل نہیں ہوئے تھے۔ ابن

[1] سنن ابن ماجہ: 2038 [2] سورۃ الاحزاب: 28،29 [3] صحیح بخاری: 4786

حبیب نے کہا ہے کہ اس پر داخل ہو چکے تھے اور اس کا نام فاطمہ تھا۔ پھر اس کے بعد وہ مینگنیاں چنا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ میں بدنصیب ہوں۔

یہ قول اکثر علما کا ہے کہ جب عورت کو اختیار دیا جائے اور وہ اپنے خاوند کو اختیار کرے تو یہ طلاق نہیں ہوتی، یہاں تک کہ طلاق کو اختیار کرے۔ یہی روایت حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ہے۔ اس بارے میں حضرت علی المرتضیٰ بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے اختلاف کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان کی طرف سے ایسا بھی روایت کیا گیا ہے کہ انہی سے یہ بھی مروی ہے کہ

''جب عورت اپنے شوہر کو اختیار کرے تو یہ ایک طلاق ہے اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو یہ طلاق بتہ ہے۔''

انہی سے عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ

''جب وہ اپنے نفس کو اختیار کرے تو وہ ایک طلاق بائنہ ہے اور اگر اپنے شوہر کو اختیار کرے تو وہ ایک طلاق ہے اور وہ رجعت کی مالک ہے۔''

ابنِ سلام نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے اور مصنف عبدالرزاق نے حسن سے روایت کیا ہے:

''اللہ عزوجل نے ان کو دنیا میں اور آخرت میں اختیار دیا تھا، طلاق میں ان کو اختیار نہیں دیا۔''

اس شخص کے بارے میں جو ملکِ یمین کو اپنے اوپر حرام کرلے

معانی الزجاج اور نحاس میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے ہاں ٹھہر کر شہد نوش فرمایا کرتے۔ پس اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

''میں نے اور حفصہ (رضی اللہ عنہا) نے باہم یہ بات ٹھہرائی کہ ہم میں سے جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں، وہ یہ کہے کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔''

زجاج نے کہا ہے کہ ناگوار بُو والی وہ ایک گوند ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ایک ساگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات ناپسند تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بُو آئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔''

پھر دوسری کی طرف تشریف لائے تو انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی عرض کیا۔ حضور نبی

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہی بات تھی اور میں دوبارہ نہیں کروں گا۔'' [1]

نحاس اور زجاج نے لکھا ہے کہ

''آپ ﷺ نے اس کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور کہا گیا کہ آپ ﷺ نے اس کی قسم کھائی ہے۔''

نحاس نے ذکر کیا ہے کہ

''حضور نبی کریم ﷺ نے اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن اپنی کنیز سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا اُم ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں خلوت فرمائی۔ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے میری تحقیر کی۔ آپ ﷺ کی ازواج میں سے کوئی اور مجھ سے زیادہ آپ ﷺ کے نزدیک بے قدر نہ تھی۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس بات کی خبر عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو نہ کرنا۔''

انہوں نے عرض کیا کہ ''میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔''

آپ ﷺ نے سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ [2] اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے قسم بھی کھالی۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس خبر سے مطلع کر دیا اور اس کے مخفی رکھنے کی ان کو تاکید کر دی۔ پس اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو اس کی اطلاع فرمائی۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

''اور جب پیغمبر ﷺ نے اپنی بیبیوں (رضی اللہ عنہن) میں سے کسی سے ایک بات چپکے سے کہی؛ تو اتفاق سے بات کا بتنگڑ بن گیا کہ ان بی بی نے دوسری بی بی کو اس کی خبر کر دی اور جب انہوں نے اس کی خبر کر دی اور خدا نے پیغمبر ﷺ پر اس کو ظاہر کر دیا تو پیغمبر ﷺ نے کچھ تو ان بی بی کو جتایا اور کچھ ٹال دیا۔'' [3]

پس اللہ عزوجل نے ارشاد فرما دیا کہ اس تفسیر کے مطابق تحریم حرام نہیں کرتی۔ چنانچہ اللہ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو فرمایا:

''اے پیغمبر ﷺ! جو چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں، تم اپنی بیبیوں رضی اللہ عنہن کی خوشنودی

[1] صحیح بخاری: 4912 [2] سنن دار قطنی: 153/4 [3] سورۃ التحریم: 3

حاصل کرنے کے لیے (اپنے اوپر) حرام کیوں کرو۔'' [1]

غرض اللہ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اجازت نہیں دی کہ آپ ﷺ اس چیز کو حرام کر دیں۔ جس کو اللہ نے آپ ﷺ کے لیے حلال ٹھہرایا ہے۔ پس دونوں تفسیروں کے مطابق کسی کے لیے یہ روا نہیں کہ جس چیز کو اللہ نے ان کے لیے حلال ٹھہرایا ہے، اسے حرام کر دے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ

''تم مسلمانوں کے لیے خدا نے تمہاری قسموں کے توڑ ڈالنے کا بھی ٹھہراؤ کر دیا ہے۔'' [2]

یعنی کفارہ ادا کیا جائے۔ روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس تحریم کے ساتھ قسم بھی کھائی تھی۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ کفارہ تحریم کا کفارہ ہے۔ مفضل نے کہا اور قتادہ بھی اسی کے قائل ہیں اور مسروق نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قسم کھائی کہ اس کے قریب نہ جائیں گے۔ مسروق نے کہا کہ

''رسول اللہ ﷺ نے قسم کھائی کہ اس کے قریب نہ جائیں گے۔''

کفارہ کا حکم نازل ہوا اور حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام نہ کریں اور اسی کے قائل امام شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے زید بن اسلم رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں تفسیر ابن سلام میں روایت کیا ہے کہ اللہ نے تم پر قسموں کا کفارہ دینا فرض کر دیا۔ یعنی وہ جو سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ

''پس کفارہ اس کا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔'' [3]

حسن نے کہا ہے کہ تحریم لونڈیوں میں قسم ہے اور آزاد عورتوں میں طلاق ہے۔

فراء نے کہا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک رقبہ آزاد کیا اور یہ لونڈی کے بارے میں ہے لیکن آزاد عورت کے بارے میں جب کہے تو حرام ہے۔ وہ امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کے نزدیک تین طلاقیں ہیں، جب کہ اس پر داخل ہو چکا ہو اور طلاق کی نیت نہ کرے۔ اہلِ کوفہ کہتے کہ اگر طلاق کی نیت کرے تو یہ طلاق بائن ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک طلاق پانے والی ہے، جس میں شوہر رجعت کا حق رکھتا ہے۔ اگر قسم کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ قسم ہے۔ فراء نے اس شخص کی قرأت کے بارے میں، جس کی قرأت عَرَفَ بَعْضَهٗ ہے، کہا ہے کہ کہتے ہیں کہ اس سے غضب ناک ہوئے اور اس کی سزا دی، جیسے ایک آدمی کو کہیں تم

[1] سورۃ التحریم:1 [2] سورۃ التحریم:2 [3] سورۃ المائدہ:89

جانو، واللہ میں تم کو مزا چکھاؤں گا اور میری عمر کی قسم ہے کہ آپ ﷺ نے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو سزا کے طور پر طلاق دینے کا ارادہ فرمایا (لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو اس امر سے منع فرما دیا)۔

حسن نے کہا ہے کہ عَرَّفَ بَعْضَہٗ کے یہ معنی ہیں کہ کسی بات کا اقرار کیا یعنی جو آپ ﷺ کا معاملہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا اور کسی بات سے اعراض کیا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتائی تھی کہ ان کو مخفی رکھیں، یعنی خلیفہ آپ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ [1]

تین سے کم طلاقیں

مصنف عبدالرزاق میں مالک اور سفیان بن عیینہ زہری سے اور وہ ابنِ مسیب سے اور حمید بن عبدالرحمن سے اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے اور سلیمان بن یسار سے روایت کرتے ہیں، ہر ایک یہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

> ''جس عورت کو اس کا شوہر ایک یا دو طلاقیں دے دے، پھر اس کو چھوڑ دے، یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر سے نکاح کر لے، پھر وہ شوہر اس کے نکاح میں مر جائے یا اسے طلاق دے دے۔ پھر پہلا شوہر اس سے نکاح کر لے تو وہ عورت اس کے نکاح میں اپنی باقی ماندہ طلاق تک حلال ہے۔'' [2]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کے بارے میں فیصلہ ارشاد فرمایا کہ

> ''وہ باقی ماندہ طلاق پر اس شوہر کے نکاح میں ہے۔''

اور اسی کو امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عطا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام ثوری رحمہ اللہ اور معمر دونوں فریقوں کے قول کے قائل ہیں۔ اگر دوسرے شوہر نے اس

[1] مفسرین اسی مقام پر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو خوش کرنے کے لیے دو باتیں بتائیں اور ان کے اخفا کا حکم فرمایا تھا۔ ایک یہ کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر میں نے حرام کر لیا۔ دوسری یہ کہ میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے مگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے دونوں باتوں کا راز افشا کر دیا۔ ادھر آپ ﷺ کو اللہ نے اس افشائے راز کی اطلاع دے دی تو آپ ﷺ نے اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو پہلی بات کے متعلق تو ٹوکا کہ تم نے اس کو ظاہر کر دیا دوسری بات کا ذکر نہ کیا تاکہ اس کا عام چرچا نہ ہو جائے۔

[2] مؤطا امام مالک: 1244

سے قربت نہ کی ہو تو وہ عورت باقی ماندہ طلاق پر ہے۔ معمر کہتے ہیں کہ نخعی اس کے قائل ہیں اور میں نے اس میں کوئی اختلاف نہیں سنا اور وہ اچھی فقہ ہے۔

حضانت کے بارے میں حکم اور یہ کہ ماں بچے کی زیادہ حق دار ہے اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہے

مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی اور چاہا کہ اس سے اس کا بچہ چھین لے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی۔ پس عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میرا پیٹ اس بچہ کی قرار گاہ تھا اور میرے پستان اس کے لیے مشک تھے اور میری رانیں اس کے لیے ٹھکانہ تھیں۔ اس کے باپ نے مجھ کو طلاق دے دی اور چاہتا ہے کہ اس کو مجھ سے چھین لے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''تو اس کی زیادہ حق دار ہے، جب تک کہ تُو نکاح نہ کرے۔'' [1]

مدوّنہ میں اسی طرح ہے اور مصنف عبدالرزاق میں بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک ماں اور باپ اپنے بچے کے بارے میں جھگڑتے تھے، تو اس عورت نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ

''میرا شوہر چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو لے جائے اور وہ مجھ کو ابوعتبہ کے کنوئیں سے پانی پلاتا ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے، تو جس کا ہاتھ چاہے، پکڑ لے۔ اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اسے لے کر چل دی۔'' [2]

بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جب عمرۃ القضا ادا فرمایا اور وہ میعاد گزر گئی جس پر اہلِ مکہ کا فیصلہ ہوا تھا، تو وہ لوگ یعنی اہلِ مکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے دوست کو کہو کہ اب روانہ ہو جائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ روانہ ہو گئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی

[1] سنن ابوداود: 2276 [2] سنن ابوداود: 2277

یا عم یا عم پکارتی ہوئی پیچھے آئی۔ [1] حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو اٹھا لیا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا:

''لو تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔''

چنانچہ اس لڑکی کی پرورش کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ، اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ میں تکرار ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اس کو لوں گا، وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔''

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''میرے چچا کی بیٹی بھی ہے اور اس کی خالہ بھی میرے نکاح میں ہے۔''

حضرت زید [2] رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کا اس کی خالہ کے لیے فیصلہ کر دیا اور ارشاد فرمایا:

''خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔''

اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ ''تو میرا ہے میں تیرا ہوں۔''

دوسرے سے ارشاد فرمایا: تو میری خِلقت اور خلق میں مشابہ ہے۔

زید رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔'' [3]

ظہار کے بارے میں حکم

معانی زجاج وغیرہ میں ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ انصاریہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اوس بن صامت نے مجھ سے نکاح کیا جبکہ میں جوان اور پسندیدہ تھی۔ پھر میری عمر ڈھل گئی اور میرا پیٹ منتشر ہو گیا، یعنی مجھ سے بہت سی اولاد پیدا ہو گئی، تو اس نے مجھے اپنی ماں کی مثل

[1] حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ اس لیے یہ لڑکی آپ کی بہن ہوئی مگر چونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے اور اہل عرب رضاع کے رشتہ کو بہت معتبر رکھتے ہیں اس بنا پر اس لڑکی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عم کہہ کر پکارا اور اسی لیے آگے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بنتِ عم کہتے ہیں۔

[2] حضرت زید رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد عقد مواخات میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا۔

[3] صحیح بخاری: 2700

ٹھہرالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تیرے بارے میں میرے پاس کوئی فیصلہ نہیں۔''

اس عورت نے اللہ عزوجل سے شکایت کی اور دُعا کی کہ ''الٰہی میرا شکوہ تیری درگاہ میں ہے۔''

روایت ہے کہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں اپنی گفتگو میں عرض کیا کہ

''میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر ان کو اپنے ساتھ رکھوں تو بھوکے مر جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے کفارہ ظہار کا حکم نازل فرمایا۔ [1]

مفضل نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا کہ ''کیا تیرا خاوند ایک غلام آزاد کرسکتا ہے؟'' اس نے عرض کیا کہ نہیں! واللہ...... ارشاد فرمایا: کیا وہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟'' اس نے عرض کیا کہ نہیں واللہ......!

ارشاد فرمایا: کیا وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟...... اس نے عرض کیا نہیں واللہ! اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو پندرہ صاع کی مدد دی، کسی اور نے بھی اس کو پندرہ صاع کی مدد دی جو اس نے ساٹھ مسکینوں کو دے دیا۔ ہر مسکین کو نصف صاع اور حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ

''میرے پاس ایک ٹوکرا لاؤ جس میں ساٹھ کھجوریں ہوں۔''

وہ لے آئے تو ارشاد فرمایا...... یہ اپنی اور اپنے گھر والی کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو دے دو۔

اُس نے عرض کیا کہ

''یارسول اللہ ﷺ! میری ماں اور باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، کوئی شام اور صبح گزارنے والا ایسا نہیں، جو مجھ سے اور میرے اہل سے اس ٹوکرے کا زیادہ حق دار ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''تم اور تمہارے اہل اس کو کھالیں۔''

مدوّنہ وغیرہ میں ہے کہ جو طعام حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو دیا تھا، وہ جَو تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظہار کا طعام مدّ ہے جو مدّ شام کے برابر ہے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے مد کے مقابلے میں

[1] سنن ابن ماجہ: 2063

تہائی کم دو مدّ کے برابر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر مسکین کے لیے گیہوں وغیرہ کا ایک مد ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گیہوں وغیرہ کا ایک مد ہے۔ مزید فرمایا: گیہوں یا آٹے کا نصف صاع ہے یا کھجور اور جو ایک صاع ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل دوسری حدیث سے ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل پہلی حدیث سے ہے۔ اسی طرح ان میں غیر مسلم غلام کے آزاد کرنے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ مسلمان کے سوا جائز نہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہودی اور نصرانی بھی کافی ہے۔

لعان کا حکم اور بچے کو اس کی ماں کے سپرد کرنے کے بارے میں حکم

مؤطا، بخاری اور نسائی میں زہری سے روایت ہے کہ سہل بن سعد الساعدی نے ان کو خبر دی کہ عویمر عجلانی نے عاصم بن عدی انصاری کے پاس آکر کہا کہ

''مجھے بتائیے کہ ایک آدمی اپنی عورت کے ساتھ کسی آدمی کو پائے، کیا اس کو قتل کر دے؟ پھر (مقتول کے وارث) اس کو قتل کریں گے یا کیسے کرے؟ آپ اس بارے میں میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرو۔''

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سائل کا یہ سوال ناپسند آیا، یہاں تک کہ عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو لفظ سنا، وہ ان پر گراں گزرا۔ جب عاصم اپنے گھر واپس آئے تو عویمر نے ان کے پاس آکر پوچھا:

'اے عاصم! اس سوال کے بارے میں جو میں نے کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے کیا ارشاد فرمایا؟''

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''تم میرے پاس کوئی اچھی بات لے کر نہیں آئے، تم نے جو سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔''

عویمر نے کہا:

''واللہ! میں باز نہیں آؤں گا، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں سوال کرلوں۔''

عویمر آگے گیا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا۔ پھر عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایئے ایک آدمی نے اپنی عورت کے ساتھ ایک آدمی کو پایا،

کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر مقتول کے وارث اس کو قتل کر دیں یا کیا کرے؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں حکم نازل کر دیا ہے۔ اللہ نے تیرے اور تیری عورت کے مابین فیصلہ کر دیا ہے جا اس کو لے آ۔''

سہل کہتے ہیں کہ پھر دونوں نے لعان کیا۔ پس جب وہ اپنے لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! اگر میں اس عورت کو رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹی تہمت [1] لگائی۔''

پھر اس نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ قبل اس کے کہ حضور نبی کریم ﷺ اس کو حکم دیں۔ [2] امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا کہ پھر یہ لعان کرنے والوں کا طریقہ مقرر ہو گیا اور بخاری میں ہے کہ اس عورت کا بیٹا اس کی نسبت سے بلایا جاتا تھا۔ پھر اس کی میراث کے متعلق یہ سنت جاری ہوئی کہ فرزند اس عورت کا وارث ہوتا ہے اور عورت فرزند کی وارث ہوتی ہے جو حصہ اس کو اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔ سہل نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ

''اگر اس عورت کے سرخ رنگ کا پستہ قد بچہ پیدا ہوا گویا وہ بامنی (ایک قسم کا سرخ کپڑا) ہے تو میرا خیال یہی ہے کہ عورت سچی ہے اور مرد نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی۔ اگر اس کے کالا فراخ چشم بڑے چوتڑوں والا بچہ پیدا ہوا تو میرا خیال یہ ہے کہ مرد نے اس پر سچا الزام لگایا ہے۔ [3] پس اس عورت نے مکروہ صفات والا بچہ جنا۔ خطابی میں ہے کہ اگر اس کے کالا کلوٹا بچہ پیدا ہوا تو وہ ناپسند طریق ہوگا۔''

بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دونوں کو ارشاد فرمایا:

''تمہارا حساب اللہ پر ہے، تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے؟''

[1] یعنی اگر میں اس کو رکھوں تو گویا مجھے اس سے نفرت نہیں اور اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اس نے زنا کا قابل نفرت فعل نہیں کیا بلکہ میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی۔ یہ طلاق کی ایک تمہید تھی۔

[2] صحیح بخاری: 4745 [3] صحیح بخاری: 4745

یہ لفظ آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان میں تفریق کر دی۔

مستخرجہ میں اصبغ کے سماع میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو لعان سے پہلے فرمایا کہ

''تو اپنے قول کو واپس لے لے، تجھ پر حد قذف لگائی جائے گی۔ تیری طرف سے اللہ کی جناب میں توبہ ہو جائے گی اور اللہ تیری توبہ قبول فرمائے گا۔''

اس نے عرض کیا: ''نہیں! قسم ہے اس ذات پاک کی، جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، یہ چار مرتبہ کہا، ہر مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بار بار ارشاد فرمایا۔ پھر آپ ﷺ عورت سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''اے فلاں عورت، اللہ سے ڈر اور اپنے گناہ کا اقرار کر لے، اللہ تجھ پر رحم کرے گا یا اللہ کی جناب میں توبہ کر، اللہ تیری توبہ قبول کرے گا۔''

اس نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات پاک کی، جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اس نے جھوٹی تہمت لگائی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو یہ کلمات چار مرتبہ فرمائے۔ پھر قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی: ''جو لوگ اپنی بیبیوں پر زنا کا عیب لگائیں، بجز اپنے ان کا کوئی گواہ نہ ہو، ایسے مدعیوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر شہادت دیں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُٹھ کر شہادت دے۔

اس نے عرض کیا کہ میں کیا کہوں یا رسول اللہ ﷺ!۔

ارشاد فرمایا: چار مرتبہ یوں کہہ کہ میں اللہ کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔ پھر اس کو ارشاد فرمایا: اب پانچویں مرتبہ کہہ۔

اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں کیا کہوں؟

ارشاد فرمایا یوں کہ اگر میں نے جھوٹ کہا، مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

پھر عورت کو بلایا اور فرمایا: کیا تو گواہی دے گی یا تجھے سنگسار کریں؟

اس نے عرض کیا کہ میں گواہی دوں گی۔

ارشاد فرمایا: کہہ میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹا ہے چار مرتبہ ایسا کہو پھر پانچویں مرتبہ کہہ۔

اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں کیا کہوں؟

[1] سورۃ النور:6

ارشاد فرمایا: اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔

اس نے کہہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جاؤ میں نے تم کو الگ الگ کر دیا اور تم میں سے ایک کے لیے دوزخ لازم ہوگئی اور بچہ عورت کے لیے ہے۔'' [1]

مصنف ابوداؤد میں ہے کہ جب عورت نے چار مرتبہ لعان کیا تو اس کو کہا گیا کہ اس مرتبہ اللہ سے ڈر۔ جو تجھ پر اللہ کے عذاب کو واجب کر دے گا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے پیچھے ہٹ گئی، پھر عرض کیا: ''واللہ! میں اپنی قوم کو خوار نہیں کروں گی'' اور پانچویں مرتبہ شہادت دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کر دی اور آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ

''اس کے بچہ کو باپ کے ساتھ منسوب کر کے نہ پکارا جائے۔ جو شخص اس عورت پر زنا کی تہمت لگائے، یا اس کے بچہ کو مطعون کرے، اس پر حد قذف لگائی جائے گی۔''

آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ

''اس کے لیے مرد کے ذمے نہ گھر ہے نہ خوراک ہے۔ اس لیے کہ وہ دونوں طلاق اور موت کے بدون جدا ہوئے ہیں۔''

ارشاد فرمایا:

''اگر عورت کے ہاں سرخ اندام بڑے پیٹ اور پتلی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا تو وہ ہلال بن اُمیہ کا ہے۔ اگر کبود چشم، گھنگھریالے بالوں والا، موٹی پنڈلیوں والا اور بھاری سرین والا بچہ پیدا ہوا تو وہ اس کا ہے، جس کے ساتھ اس کو تہمت لگائی گئی ہے۔ پس اس کے بچہ مکروہ صفت پر پیدا ہوا۔'' [2]

عکرمہ نے کہا ہے کہ اس کے بعد وہ بچہ مصر کا گورنر ہوا۔ وہ باپ کی نسبت سے نہیں پکارا جاتا تھا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عاصم بن عدی نے بھی اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا اور کہا کہ میں اس میں ایک بات کی وجہ سے مبتلا ہوا، جو میرے منہ سے نکل گئی۔ سہل بن سعد اس واقعہ میں موجود تھے۔ وہ پندرہ سال کے تھے۔ اس کے بعد پچاسی سال زندہ رہے۔ ایک سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے مدینے میں سب سے بعد میں فوت ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد مدینے میں سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانے کے کبھی لعان نہیں ہوا۔

[1] صحیح بخاری: 4747 [2] صحیح بخاری: 4747

کتابُ البیوع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سلم ربا اور پیوند کیے ہوئے نخل کی بیع بائع ومشتری کے اختلاف اور خیار کے بارے میں

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے میں تشریف لائے۔ اہل مدینہ ناپختہ کھجوروں کا دو سال اور تین سال کے لیے بیع سلم کر لیتے تھے۔ دلائل اصیلی میں اتنا زیادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا۔ مصنف ابوداؤد میں ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو کھجوروں کے سودے میں پیشگی قیمت دے کر بیع سلم کی تو اس سال کھجور کے پھل نہ آیا۔ دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جھگڑا لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تو اس کا مال کس عوض میں حلال سمجھ رہا ہے؟ اس کو اس کا مال واپس کر دے۔''

پھر ارشاد فرمایا کہ

''کھجور کا پیشگی سودا نہ کیا کرو، یہاں تک کہ پکنی شروع ہو جائیں۔'' [1]

ارشاد فرمایا:

''جو شخص بیع سلم کرے تو چاہیے کہ معلوم پیمانہ یا معلوم وزن میں معلوم میعاد تک سودا کرے۔'' [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں دیکھا کہ لوگوں کو سزا دی جاتی تھی، جب کہ وہ اناج خریدتے۔ تب یہ احتمال ہوتا کہ وہ اس کو اسی جگہ، جہاں خریدا ہے، بیچ ڈالیں

[1] صحیح بخاری: 2248 [2] صحیح بخاری: 2241

گے۔حتیٰ کہ اس کو اپنے گھر لے آئیں (پھر چاہیں تو بیچ ڈالیں)۔ [1]

نسائی میں اسی طرح ہے۔ مؤطا میں اور بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی طرف اپنا کارکن بھیجا تو انصار کے قبیلہ بن عدی میں سے ایک آدمی اعلیٰ قسم کی کھجوریں لایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ارشاد فرمایا:

''کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہیں؟''

تو اُس نے عرض کیا: واللہ! یارسول اللہ ﷺ! ہم ان کو ایک صاع، دو صاع کے بدلے اور دو صاع، تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''ایسا نہ کرو۔ تمام کھجوروں کو نقدی کے عوض بیچو، پھر اعلیٰ کھجوریں نقدی کے عوض خریدو۔'' [2]

بخاری میں ہے کہ اسی طرح وزن کے بارے میں فرمایا۔ مسلم میں اسی طرح ہے۔ کتاب مسلم میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ بالکل سود ہے۔ [3] ایک اور حدیث میں ہے کہ

''یہ ربا ہے اس کو واپس کرو۔ پھر ہماری کھجوریں بیچ دو اور اس قسم کی ہمارے لیے خریدو۔'' [4]

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے دونوں سعدوں کو حکم دیا کہ لوٹ کے چاندی، سونے کے برتنوں کو بیچ دیں۔ انہوں نے ہر تین برتن چار معین برتنوں کے بدلے اور چار برتن تین معین برتنوں کے بدلے بیچ دیئے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''تم نے ربا کا معاملہ کیا ہے، پس واپس کر دو۔'' [5]

مسلم کی کتاب میں ہے کہ

[1] مطلب یہ ہے کہ منڈی یا بازار میں اناج خرید کر اس جگہ بیچ ڈالنا درست نہیں، اس پر سزا دی جاتی تھی اور حکم یہ تھا کہ گھر لے جا کر فروخت کریں تا کہ قبضہ کامل ہو جائے۔

[2] صحیح بخاری: 2202 [3] صحیح مسلم: 1594

[4] صحیح مسلم: 1594 [5] مؤطا امام مالک: 1322

''رسول اللہ ﷺ کے پاس خیبر کے دن ایک ہار لایا گیا جس میں ہیرے اور سونا تھا۔ وہ قابل فروخت مالِ غنیمت میں سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہار کا سونا خالص نکال لیا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ سونا سونے کے عوض وزن بوزن ہو اور جب تک جدا نہ کیا جائے فروخت نہ کیا جائے۔''[1]

سنن ابو داؤد میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہار کو کھولے بغیر فروخت نہ کیا جائے۔''[2]

مؤطا، بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا کہ

''جو شخص ایسی کھجور بیچے، جس کو پیوند کیا گیا ہو تو اس کا پھل بائع کے لیے ہے۔ مگر یہ کہ خریدار اس کی شرط کر لے۔ جو شخص غلام فروخت کرے، غلام کا کچھ مال ہو تو اس کا مال بائع کے لیے ہے مگر یہ کہ خریدار اس کی شرط کر لے۔''[3]

مصنف عبد الرزاق میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

ایک آدمی نے ایک شخص سے اونٹ خریدا اور چار دن کے اختیار کی شرط کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس بیع کو باطل قرار دیا اور ارشاد فرمایا کہ ''اختیار تین دن تک ہے۔''

اور یہی رائے ہشام بن یوسف اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ہے۔ دلائل اصیلی میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

''تین دن سے زیادہ اختیار نہیں۔''

ابو یوسف رحمہ اللہ اور محمد بن حسن رحمہ اللہ کا قول امام مالک رحمہ اللہ کے قول کی مثل ہے۔ وہ یہ ہے کہ

''اختیار اسی کے مطابق ہوگا، جس پر لوگوں کی عادت جاری ہو۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ جو شخص کسی دور مسافت پر ایک گاؤں یا اونٹوں کی چراگاہ میں ایک ہزار اُونٹ خریدے، وہ اس شخص کے برابر نہیں، جو ایک بکری یا ایک اونٹ یا ایک کپڑا خریدے۔''

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بائع مشتری جب تک الگ نہ ہوں، دونوں کو اختیار ہے۔''[4]

[1] صحیح مسلم:1591
[2] سنن ابو داؤد:3352
[3] صحیح بخاری:2379
[4] صحیح بخاری:2111

مؤطا اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ بائع و مشتری دونوں اختیار رکھتے ہیں، جب تک جدا نہ ہوں، مگر وہ بیع جس میں خیار ہو، اور ابنِ حبیب نے واضحہ میں کہا ہے کہ یہ حدیث حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کے اس قول کے ساتھ منسوخ ہے کہ جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو تو بائع کا قول قابل قبول ہے یا دونوں بیع کو واپس کر دیں۔ [1] مدوّنہ میں ہے کہ جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہو تو بائع سے حلف لیا جائے۔ پھر مشتری کو اختیار ہے، اگر چاہے رکھ لے اور اگر چاہے قسم کھا لے اور چھوڑ دے۔ اشہب نے کہا ہے کہ حدیث ''دو خرید و فروخت کرنے والے جدا ہونے تک اختیار رکھتے ہیں۔'' پر عمل نہیں ہے اور روایت ہے کہ یہ منسوخ ہے کیونکہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ

''جب لین دین کرنے والے اختلاف کریں تو فروخت کرنے والے سے قسم لی جائے۔'' [2]

مؤطا میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم سے سوال کیا گیا کہ خشک کھجوروں کو تر کھجوروں کے عوض خریدنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کیا تر کھجوریں خشک ہو کر کم ہو جاتی ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں! آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے اس سے منع فرمایا۔ [3]

ابو عمرو اشبیلی وغیرہ نے کہا کہ اس حدیث میں یہ فقہی نکتہ ہے کہ فنون کی باتوں کو اہل فن کے روبرو پیش کرنا چاہیے کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم خود جانتے تھے کہ تر کھجوریں خشک ہو کر کم ہو جاتی ہیں، تاہم اس کو اہلِ شناخت کے سامنے پیش کیا۔

سوداگروں کو پہلے جا ملنے اور زیادہ دودھ دکھلانے کی غرض سے جانور کو کئی دن تک نہ دوہنے کے بارے میں

مصنف ابن سکین میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

''کوئی تم میں سے دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، مگر غنیمت اور ورثہ کے مالوں میں کر سکتا ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے سوداگروں کو پہلے جا ملنے کی ممانعت کا عنوان باندھا ہے۔ اس کی بیع مردود ہے کیونکہ ایسی بیع والا گناہ گار نافرمان ہے، جب کہ اس کو جانتا ہو اور وہ سودے میں دھوکا دیتا ہے۔ دھوکا جائز نہیں۔

[1] سنن ترمذی: 1270 [2] سنن کبریٰ بیہقی: 5/333 [3] سنن ابو داؤد: 3359

موطا، بخاری، نسائی اور مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''قافلوں کو بیع کرنے کے لیے پہلے جا کر نہ ملو اور نہ تم ایک دوسرے کی بیع پر بیع کرو اور نہ ہی خریدنے کے ارادے کے بغیر قیمت بڑھاؤ۔ نہ شہری آدمی دیہاتی کے لیے خرید و فروخت کرے اور نہ اونٹنی اور بکری کا دودھ زیادہ دکھانے کے لیے دودھ دوہنا بند کرو۔ پس جو شخص اس کے بعد اس کو خریدے گا، وہ اس کو دوہنے کے بعد دونوں باتوں میں سے اچھی کا مختار ہے۔ اگر اس کو پسند کرے تو رکھے اور اگر ناپسند کرے تو واپس کر دے اور ایک صاع کھجور دودھ کے عوض دے۔'' [1]

بخاری اور مسلم شریف میں ایک اور حدیث میں ہے کہ

''جو شخص اس کو خریدے، اس کو تین دن تک اختیار ہے کہ اگر چاہے اس کو رکھے اور چاہے واپس کر دے۔ ایک صاع کھجوروں سے دے۔'' [2]

نسائی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''سوداگر کو پہلے جا کر نہ ملو، پس جو شخص اسے جا ملا اور اس سے کچھ خرید لیا تو جب مال کا مالک بازار میں آئے گا، اس کو اختیار ہے۔'' [3]

اور اسی میں ہے کہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

''رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ فائدہ اٹھانا ذمہ داری کے عوض [4] میں ہے۔''

[1] صحیح بخاری: 2150 ......یعنی جب دونوں جدا ہو جائیں اور مجلس بدل جائے تو دونوں کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے، مگر بیع خیار میں ساقط نہیں ہوتا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقد بیع میں مزید مدت تک اختیار مشروط کیا جائے تو دونوں کے جدا ہونے پر بھی اس مدت کا اختیار باقی رہے گا۔

[2] صحیح مسلم: 1524 [3] صحیح بخاری: 1519

[4] حدیث کے الفاظ یہ ہیں اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ خراج سے مراد وہ فوائد ہیں جو مشتری مبیع سے اُٹھاتا ہے۔ اگر بیع میں کوئی عیب ظاہر ہو، جو سودا کرتے وقت معلوم نہ تھا تو مشتری مبیع کو واپس کر سکتا ہے لیکن اگر وہ معیوب مبیع مشتری کے پاس تلف ہو جائے تو مشتری کا نقصان ہوا، بائع کے ذمہ کچھ نہیں۔ ضمان سے یہی مراد ہے۔ یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ اگر مشتری مبیع کے عیب سے واقف ہو کر اس کو واپس کرے تو اس قدر عرصہ میں اس نے جو فائدہ اُٹھایا ہے، وہ کس حساب میں گیا؟ یہ حدیث اس سوال کا جواب ہے۔ یعنی مشتری پر اس بیع کی یہ ذمہ داری تھی کہ اگر وہ تلف ہو گیا تو مشتری خود اپنے نقصان کا ذمہ دار ہے پس یہ فوائد اس ذمہ داری کے عوض میں ہیں۔

اور مسلمانوں نے فوائد بہ عوض ذمہ داری کے حکم پر اجماع کیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دوہنا بند کیے ہوئے جانور کی واپسی کے ابطال پر اسی فیصلے کے ساتھ دلیل پکڑی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو اس جانور کا رد کرنا اس کے دودھ کے بدوں جائز نہیں اور نہ اس کے دودھ کا بیچنا جائز ہے۔ اس کے عیب کی قیمت واپس لے سکتا ہے۔ امام رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث پر قیاس کر کے، جس میں فائدہ بعوض ذمہ داری کے مذکور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول مبارک اور دودھ بند کیے ہوئے جانور کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف کیا ہے۔

سنن ابوداوٗد میں ہے کہ ایک آدمی نے غلام خریدا۔ وہ اس کے پاس، جب تک اللہ کو منظور تھا، رہا۔ پھر اس نے اس میں عیب پایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس کے خلاف دعویٰ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اسے واپس دلا دیا۔ اس شخص نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس نے میرے غلام سے فائدہ اٹھایا ہے۔"

تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "فائدہ ذمہ داری کے عوض ہے۔" [1]

اور صحیح بات جس پر امام مالک اور امام شافعی وغیرہ کا اتفاق ہے کہ مصراۃ کا حکم علیحدہ ہے جو نہ کسی کے معارض ہے اور نہ اس کو کسی پر قیاس کیا جائے گا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ علما کا اس بات پر اجماع ہے جب تک عیب دار چیز ضائع نہ ہوئی ہو اس کو عیب کی وجہ سے واپس کیا جاتا ہے، اور مصراۃ کا دودھ دوہ لینا اس جانور کا ضائع ہونا نہیں ہے کہ جانور تو رکھ لیا جائے اور عیب کی قیمت واپس لے لی جائے۔ یہ غلط ہے۔

مفلس قرار دینے اور قیمت ادا کرنے سے پہلے مشتری کے مرجانے میں اور اس شخص کے بارے میں جو لاعلمی میں سرقہ کی چیز خرید لے مشتری کے افلاس کا حکم

مؤطا، بخاری، مسلم اور نسائی میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص مفلس ہو جائے، پھر کوئی آدمی اس کے پاس اپنا مال بعینہٖ پائے تو وہ دوسرے کی نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے۔" [2]

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں ابنِ شہاب سے مروی ہے۔ وہ ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[1] سنن ابوداوٗد: 3510
[2] صحیح مسلم: 2402

''جو شخص کچھ مال فروخت کرے، پھر وہ شخص جس نے اس سے وہ مال خریدا، مفلس ہو گیا اور بیچنے والے نے کچھ قیمت وصول نہیں کی۔ پس اس نے وہ مال بعینہٖ موجود پایا تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ اگر خریدار مر جائے تو صاحبِ مال باقی قرض خواہوں کے برابر ہے (یعنی حصہ رسدی کا حق دار ہوگا)۔'' [1]

اسی کو امام مالک رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے ابن ابی ذئب کی روایت کو اختیار کیا ہے جو سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ

''جو شخص مر جائے یا مفلس ہو جائے تو مال والا اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے، جب کہ اس کو بعینہٖ پائے۔'' [2]

سرقہ کے مال کا حکم

دلائل اصیلی میں عکرمہ بن خالد سے مروی ہے کہ اسید بن حضیر نے ان سے حدیث بیان کی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کی طرف لکھا کہ جب کسی شخص کا مال چرایا جائے اور وہ اپنے مسروقہ مال کو بعینہٖ پائے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے، جہاں اس کو پائے۔ پس مروان نے میری طرف لکھا اور میں یمامہ پر مامور تھا تو میں نے مروان کی طرف لکھا کہ

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے کہ جب چوری کا مال پایا جائے اور وہ شخص (جس کے پاس مال پایا جائے)، غیر متہم ہو تو اس کا مالک، اگر چاہے تو اس کی قیمت دے کر لے لے، اور اپنے چور کی تلاش کرے، پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی پر فیصلہ کیا ہے۔''

مروان نے میرا خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کی طرف لکھا کہ

''تم اور ابن حضیر میرے سپرد کیے ہوئے عمل میں میرے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتے، بلکہ میں تمہارے خلاف فیصلہ کرتا ہوں۔ پس جو حکم میں نے دیا ہے اس پر عمل کرو۔''

اور اس بات کو دہرایا۔

ابن حضیر نے کہا کہ مروان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط میری طرف بھیجا تو میں نے کہا: ''جب

[1] سنن ابو داود: 3520 [2] سنن ابن ماجہ: 2360

تک عمل میرے سپرد ہے۔ میں اس پر فیصلہ نہیں کروں گا۔‘‘

نیشاپوری نے کہا ہے کہ فقہا میں سے کوئی مجھے معلوم نہیں، جو اس حدیث کا قائل ہو، سوائے اسحاق بن راہویہ کے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ کیا آپ اسید بن حضیر کی حدیث کو مانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔

اس مسئلے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ میں نے اُس حدیث کو اختیار کیا ہے جس کو ہشیم نے موسیٰ بن سائب سے، انہوں نے قتادہ سے، اُنہوں نے حسن سے، انہوں نے سمرہ سے، انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’جو شخص اپنا مال کسی آدمی کے پاس پائے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔‘‘ [1]

رسول اللہ ﷺ کا حکم پیداوار کی آفات کے متعلق

بخاری، مسلم اور نسائی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’بھلا بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ پھل بند کر دے تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس حساب میں لیتا ہے؟‘‘ [2]

ایک اور حدیث میں ہے کہ

’’کوئی تم میں سے اپنے بھائی کا مال کس عوض میں حلال سمجھتا ہے۔‘‘

اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کو دلائل میں ذکر کیا ہے۔

مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آفت رسیدہ پیداوار کے وضع کرنے کا حکم دیا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے آفت رسیدہ پیداوار کے وضع کرنے میں، جب کہ وہ ثلث تک پہنچ جائے، اسی حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے ایک قول میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ لیث اور سفیان ثوری سے کہا ہے کہ جو پھل خرید لیا، اس کی پختگی شروع ہونے کے بعد آفت رسیدگی کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ آفت کسی طرح کی ہو۔ انہوں نے اس حدیث ثابت سے دلیل دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پھلوں کو آفت پہنچ گئی، جو انہوں نے خریدے تھے تو ان کا قرض زیادہ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’ان کو خیرات دو۔‘‘

[1] سنن ابو داؤد: 3531 [2] صحیح مسلم: 1555

لوگوں نے ان کو خیرات دی تو وہ ان کو قرض ادا کرنے کے لیے کافی نہ ہوئی۔ پس رسول اللہ ﷺ کے اس قول مبارک میں کہ تم کو صرف اسی قدر ملے گا، [1] اس بات کی دلیل ہے کہ نادار کے ذمہ کچھ نہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ناداری ۹ھ میں واقع ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو قرض خواہوں کے مال سے نجات دلا دی۔ ان کو اپنے حقوق کے سات حصوں میں سے پانچ مل گئے تو انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! اس کو ہمارے لیے فروخت کر دیجیے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''اس کا پیچھا چھوڑو، تمہارا اس پر کوئی الزام نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیج دیا اور ارشاد فرمایا:

''شاید اللہ تعالیٰ تجھے غنی کر دے۔'' [2]

اور یہ ربیع الآخر ۹ھ میں ہوا۔ بعد اس کے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شامل ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے وصالِ پُرملال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آئے اور ان کے ساتھ بکریوں کا ریوڑ تھا اور بہت سے غلام تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ

''لوگوں نے مجھے ہدیہ میں دی ہیں اور ان کے ساتھ میری توقیر کی گئی ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا ذکر کرو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کا ذکر نہیں کروں گا۔''

پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سو گئے تو خواب میں دیکھا گویا کہ وہ دوزخ کے کنارے پر ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے تھے، ان کو کمر سے پکڑ رہے ہیں تاکہ آگ میں نہ گریں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ گھبرا کر اُٹھے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا ذکر کیا، جیسے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ ان کے لیے روا رکھیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ ''شاید اللہ تم کو غنی کر دے۔''

انہوں نے اپنے قرض خواہوں کے باقی ماندہ حقوق ادا کر دیئے۔ اس کو طبری نے ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں امام شافعی رحمہ اللہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے آفت رسیدہ پیداوار کے ساقط کر دینے کی

[1] صحیح مسلم: 1556 [2] مستدرک حاکم: 307/3

اس کا مزا چکھاؤں گا۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اسے کچھ نہ کہو، یہ اپنے حق کا مطالبہ کرتا ہے۔''

پھر اس شخص سے فرمایا کہ

''فلاں یہودی کی طرف جاؤ، وہ ہمیں کچھ اناج دے یہاں تک کہ ہمارے پاس کچھ مال آجائے۔''

یہودی نے انکار کیا اور کہا: ''میں ان کو سودا نہیں دوں گا مگر رہن کے بدلے۔'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری زرہ اس کے پاس لے جاؤ۔ قسم ہے اللہ کی! میں آسمان پر امانت دار ہوں اور زمین میں امانت دار ہوں۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے جو ایک مہمان کے لیے لیے تھے، جو رات کے وقت آپ ﷺ کے پاس آیا تھا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی طرف سے ادا کیے۔

ماں اور اس کے فرزند کو اکٹھا رکھنے کے بارے میں اور آپ ﷺ کا حکم بیع اور شرط کے متعلق

حدیث ثابت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کوئی ماں اپنے بچے کی وجہ سے پریشان نہ کی جائے۔''

حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالے، اللہ قیامت کے دن اس میں اور اس کے پیارے میں جدائی ڈالے گا۔'' [1]

مدوّنہ میں جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو قیدی آتے، ان کو صف بستہ کھڑا کرتے۔ پھر کھڑے ہو کر ان کو ملاحظہ فرماتے، جب کسی عورت کو روتا دیکھتے تو اس سے پوچھتے، تیرے رونے کا باعث کیا ہے؟ وہ کہتی، میرا بیٹا فروخت کیا گیا یا میری بیٹی

1 سنن ترمذی: 1283

فروخت کی گئی۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس کو عورت کے پاس واپس لایا جاتا۔

حضرت جعفر بن محمد سے روایت کہ ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ بحرین سے کچھ قیدی رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔ آپ ﷺ کھڑے ہو کر ان کو ملاحظہ فرمانے لگے۔ وہ سب ایک صف میں کھڑے کیے گئے تھے۔ اچانک ایک عورت رونے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟''

اس نے عرض کیا: ''میرا بیٹا بنی عبس میں فروخت کر دیا گیا۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے ابو اسید سے کہا: ''سوار ہو کر جاؤ اور ان کو جا ملو۔''

ابو اسید گئے اور اس کا بیٹا لے آئے۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ایک فوج دے کر بھیجا۔ وہاں ان کو کچھ مال ہاتھ آیا۔ اس اثنا میں ان کو کچھ حاجت اور تنگی پیش آ گئی۔ انہوں نے ایک لونڈی کے عوض کچھ اونٹ خریدے۔ اس لونڈی کی ماں وہاں موجود تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کو اس کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تم نے اس میں اور اس کی ماں میں جدائی ڈال دی؟''

انہوں نے غور کیا مگر آپ ﷺ بار بار وہی بات فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

''میں واپس جاتا ہوں اور قبل اس کے کہ میرے سر کو پانی چھوئے، میں ہر قیمت پر اس کو لوٹا لاتا ہوں۔''

حضرت حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ اپنے دادا ضمیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ضمیرہ کی ماں کے پاس سے گزرے۔ وہ رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ کیا تو بھوکی ہے یا کپڑا درکار ہے؟

اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھ میں اور میرے بیٹے میں جدائی ڈالی گئی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ماں اور بچے میں جدائی نہ ڈالی جائے۔''

پھر اس شخص کے پاس آدمی بھیجا جس کے پاس ضمیرہ تھا۔ اس کو بلایا اور اس کو اس سے ایک جوان اونٹ کے بدلے خرید لیا۔ ابن ابی ذئب نے کہا ہے کہ مجھ سے ایک تحریر پڑھوائی جو حسب ذیل ہے:

[1] مستدرک حاکم: 591/3

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

’’محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ تحریر ابوضمیرہ اور اس کے کنبے کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کیا۔ وہ عرب کے کنبے داروں میں سے ہیں۔ اگر وہ پسند کریں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہیں اور اگر پسند کریں تو اپنے قبیلے کی طرف واپس چلے جائیں۔ ان سے سوائے حق کے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ مسلمانوں میں سے جو شخص ان کو ملے، نیکی کی ہدایت کرے۔‘‘

اس تحریر کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ [1]

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینے کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے تو بکریوں کے ایک گڈریے کے پاس سے گزرے۔ اس سے ایک بکری خریدی اور اس کے ساتھ شرط اس کے دوہنے کی کر لی۔

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بنی ہذیل میں سے بطور رہبر مزدوری پر رکھا۔ وہ کفار قریش کے دین پر تھا۔ انہوں نے اس کو اپنی اونٹنیاں دیں اور تین راتوں کے بعد غارِ ثور پر آنے کا اس سے وعدہ لیا۔ چنانچہ تیسری رات کی صبح وہ اُونٹنیاں ان کے پاس لے آیا۔ [2] بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں درج کیا ہے کہ جب کسی اجیر کو تین دن، مہینے یا سال کے بعد کام کرنے کے لیے اجرت پر رکھا جائے تو جائز ہے۔ وہ دونوں اپنی شرطوں پر ہوں گے۔ جب میعاد پوری ہو جائے اور کام نہ ہو یا سال تک کی میعاد ہو اور کام نہ ہوا ہو تو جائز نہیں، کیونکہ یہ دھوکہ ہے۔ رہبر کا نام ارقط تھا۔ بعض اسے اریقط کہتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے کے قریب کسی سفر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اُونٹ خریدا اور آپ ﷺ نے ان کے لیے مدینے تک اس کی پیٹھ پر سوار ہونے کی شرط منظور فرمائی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ مدینے تک تم کو اس کی پیٹھ پر سوار ہونے کا حق ہے۔ [3]

[1] مجمع الزوائد: 193/4

[2] صحیح بخاری: 2263, 2264, 3906

[3] صحیح بخاری: 2309

کتاب الاقضیہ

رسول اللہ ﷺ کا حکم حقوق میں ظاہر پر اور مدعا علیہ سے قسم لے کر جب کہ شہادت نہ ہو اور دو دعویداروں میں جن میں سے ہر ایک شہادت پیش کرے اور دونوں برابر ہوں اور یہ کہ مسلمان اور کافر سے...... کس کس طرح حلف اُٹھوایا جائے۔

مؤطا، بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''میں تو ایک بشر ہوں۔ دو جھگڑنے والے میرے پاس آتے ہیں۔ شاید ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ بولنے والا ہو۔ میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں اور سمجھوں کہ وہ سچا ہے۔ پس جس شخص کے لیے میں اس کے بھائی کے حق سے فیصلہ کر دوں تو وہ اس سے کچھ نہ لے کیونکہ میں اس کو آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔'' [1]

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کو میں مسلمان کا حق دلاؤں، وہ آگ کا ٹکڑا ہے، چاہے اس کو لے، چاہے چھوڑے۔ [2]

سنن ابوداؤد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ کو یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھ کو بھیج رہے ہیں، حالانکہ میں نوعمر ہوں۔ مجھ کو فیصلہ دینے کا علم نہیں۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ عزوجل تمہارے دل کو ہدایت دے گا، تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا۔ جب دو اہلِ مقدمہ تمہارے سامنے بیٹھیں تو پہلے کا بیان سنتے ہی فیصلہ نہ دو حتیٰ کہ دوسرے کا

[1] صحیح بخاری: 6967 [2] صحیح بخاری: 6967

کلام سن لو کیونکہ یہ تم پر فیصلہ ظاہر ہونے کے لیے بہت مناسب ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''پھر میں ہمیشہ فیصلے کرتا رہا اور اس کے بعد میں نے کبھی فیصلہ کرنے میں شک نہیں کیا۔'' [1]

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''جو شخص کسی فیصلے کے لیے ایسی قسم کھاتا ہے کہ جس سے وہ کچھ مال اڑا لے اور وہ اس میں گناہ گار ہو۔ وہ اللہ کے حضور میں ایسی حالت میں جائے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا۔ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد مبارک ہے:

''بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض میں تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں......الخ۔'' [2]

اتنے میں اشعث آئے جب کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں سے یہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ

''یہ آیت میرے اور ایک اور آدمی کے بارے میں اُتری ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے ایک چچا کے بیٹے کے بارے میں یہ آیت اُتری، جس کے ساتھ میرا جھگڑا میرے ایک کنوئیں کے متعلق تھا، جو اس کی زمین میں تھا۔ روایت ہے کہ وہ شخص یہودی تھا، جس نے اشعث کے ساتھ جھگڑا کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تیرا کوئی گواہ ہے؟''

میں نے عرض کیا: نہیں!...... ارشاد فرمایا: ''تو پھر یہ قسم کھائے گا۔''

میں نے عرض کیا: بہتر! اب قسم کھائے۔ تیرے لیے صرف یہی ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی:

''بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض میں تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں اور......الخ''

اشعث نے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضرموت سے اور ایک آدمی کندہ سے تھا۔ دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یمن کی ایک زمین کے بارے میں جھگڑا لے گئے۔ حضرمی نے کہا کہ

''میری زمین اس کے باپ نے چھین لی ہے۔''

کندی نے کہا:

[1] سنن ابوداود: 3582 [2] صحیح بخاری: 4550

''یارسول اللہ ﷺ! زمین میری ہے، میں نے اس کو اپنے باپ سے ورثہ میں پایا ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرمی کو فرمایا: ''کیا تیرے پاس شہادت ہے؟''

اس نے عرض کیا: نہیں...... لیکن یہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کو کچھ علم نہیں کہ وہ میری زمین ہے، جس کو اس کے باپ نے مجھ سے چھینا ہے۔''

کندی قسم کھانے کے لیے تیار ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص قسم کے ساتھ کچھ مال اُڑاتا ہے، وہ اللہ عزوجل کے سامنے ایسی حالت میں جائے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا۔''

یہ سن کر کندی نے اس کو چھوڑ دیا۔ [1]

مصنف عبدالرزاق اور مدوّنہ میں ہے کہ دو آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک زمین کے متعلق جھگڑا لے گئے۔ دونوں نے گواہیاں پیش کر دیں اور دونوں برابر ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ زمین دونوں میں تقسیم فرما دی۔

ایک اور قسم میں ہے کہ ان کی قسم کے وہ ثابت نہ ہوا۔

دلائل میں ہے کہ دو آدمی کسی چیز میں جھگڑا لے کر گئے اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے گواہ عادل ایک ہی بات پر پیش کیا، آپ نے ان میں قرعہ اندازی کی اور یہ دعا کی:

''اے اللہ! تو ان میں فیصلہ فرما۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں نے کسی چیز میں جھگڑا کیا، ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی تو ان کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ قسم اٹھانے کے لیے قرعہ اندازی کر لیں، چاہے خوش دلی سے یا ناگواری سے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک جماعت پر قسم پیش کی تو وہ جلدی تیار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان میں قرعہ ڈالا جائے کہ ان میں سے کون قسم کھائے گا۔ [2]

حدیث ثابت میں ہے کہ جس کو مسلم وغیرہ نے باسناد روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا ہے۔ [3]

[1] صحیح مسلم: 138 [2] صحیح بخاری: 2674 [3] صحیح مسلم: 1712

قاضی ابنِ ذرب نے ذکر کیا ہے کہ ایک اعرابی نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک بات کا اقرار کرلیا۔ پھر وہ اقرار سے برگشتہ ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

''میں نے کس کے سامنے آپ ﷺ کے ساتھ اقرار کیا ہے؟''

رسول اللہ ﷺ اس سے ناراض نہیں ہوئے اور نہ اس پر کوئی سختی فرمائی یہاں تک کہ خزیمہ بن ثابت نے آکر عرض کیا کہ

''میں نے اس کا اقرار سنا ہے یارسول اللہ ﷺ!''

تو آپ ﷺ نے ان کی شہادت اس کے خلاف قبول فرمائی اور ارشادفرمایا:

''ان کی شہادت اللہ کے نزدیک دو شہادتوں کی مانند ہے۔''

ان کا نام رسول اللہ ﷺ نے خزیمہ ذوشہادتین رکھا۔ [1]

خزیمہ جنگِ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی معیت میں شہید ہوئے۔ فیصلہ شاہد کے ساتھ حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک خاص اموال میں کیا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ آزادی میں بھی، اور اسی طرح عمرو بن دینار نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے شاہد اور قسم کے ساتھ فیصلہ فرمایا۔ [2] ابوعمرو نے فرمایا کہ اموال میں ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ شاہد اور یمین کے ساتھ کسی معاملہ میں فیصلہ درست نہیں سمجھتے۔

حلف اُٹھانے والے کے بارے میں

سنن ابوداوٗد میں مسدد سے روایت کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک شخص سے حلف اُٹھوانے کے لیے بھیجا کہ

''قسم کھا اللہ کی، جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ اس کا یعنی مدعی کا کوئی مال تیرے پاس نہیں۔'' [3]

اسی کو امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد اسی کی مثل مانتے ہیں۔ مگر یہ کہ قاضی اس پر (جھوٹ کی) تہمت لگادے تو وہ اس کو سخت قسم دے سکتا ہے۔ چنانچہ وہ قسم کھائے اللہ کی، جس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، وہ چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے، مہربان

[1] سنن ابوداوٗد: 3607 [2] سنن ابوداوٗد: 3607 [3] سنن ابوداوٗد: 3620

ہے، رحم والا ہے۔ طالب و غالب ہے اور پوشیدہ باتوں کو اسی طرح جانتا ہے، جس طرح وہ ظاہری باتوں کا جاننے والا ہے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ اس کو صرف اللہ کی قسم کھانا لازم ہے۔ ان کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ قول ہے جو لعان کرنے والوں کی قسم کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک کی شہادت چار شہادتیں ہیں۔ اللہ کی قسم کے ساتھ، کہ وہ سچا ہے۔[1] حضور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص قسم کھانے والا ہو، اس کو چاہیے کہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش ہو رہے۔''[2]

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف اس غلام کے بارے میں فیصلہ کیا جس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کے پاس بری الذمہ ہو کر فروخت کیا تھا۔ خریدار نے کہا کہ غلام کو بیماری ہے جس کو انہوں نے مجھ سے بیان نہیں کیا۔

آپ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اللہ کی قسم کھائیں کہ میں نے جو غلام کو فروخت کیا تو اس میں کوئی ایسا مرض نہ تھا جو مجھے معلوم ہو۔ انہوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور غلام واپس لے لیا۔ پھر اس کو پہلی قیمت سے بھی زیادہ پر فروخت کیا۔

مسلم شریف میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی کے پاس سے گزرے جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور اس کو درّے لگائے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے یہودیوں کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے ان کے علما میں سے ایک آدمی کو بلوایا اور ارشاد فرمایا:

''میں تجھ کو قسم دیتا ہوں اللہ کی، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی...... کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو؟''

اس نے عرض کیا: نہیں! اگر آپ ﷺ مجھے یہ قسم نہ دلاتے تو میں آپ ﷺ کو خبر نہ دیتا کہ اس کی حد رجم ہے۔''[3]

مصنف ابوداؤد میں ہے کہ ہم سے محمد بن عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی کہ ان سے سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ اور انہوں نے عکرمہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ابن صوریا سے فرمایا:

''میں تم کو اللہ عزوجل کی قسم دیتا ہوں جس نے تم کو (آلِ فرعون) سے نجات دی، تمہارے لیے دریا کو چیر دیا، تم پر بادلوں کا سایہ کیا، تم پر من و سلویٰ نازل کیا اور

---

[1] سورۃ النور: 6 [2] صحیح بخاری: 2679 [3] صحیح مسلم: 1700

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی۔ کیا تم اپنی کتاب میں سنگسار کرنے کا حکم پاتے ہو؟''

تو اس نے عرض کیا:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بڑی ذات کی قسم دی ہے، مجھے جھوٹ بولنا نہیں چاہیے۔'' [1]

امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں نے کہا ہے کہ اس اللہ کی قسم کھائے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس طرح اس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''یہودی قسم کھائے اس اللہ کی، جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور نصرانی قسم کھائے اس اللہ کی، جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی اور مجوسی قسم کھائے اس اللہ کی، جس نے آگ کو پیدا فرمایا۔''

بے آباد اراضی کو آباد کرنے اور پانی کی تقسیم کے بارے میں

صحیح بخاری اور مصنف ابوداؤد میں ثابت حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص بے آباد زمین کو آباد کرے اور وہ کسی مسلمان کی ملکیت میں نہ ہو، وہ اسی کی ہے اور ظلم کے ساتھ [2] لگائے ہوئے درخت کے لیے کوئی حق نہیں۔'' [3]

حضرت ابوعبید کی کتاب میں ہے صاحبِ حدیث نے کہا کہ میں نے بنی بیاضہ میں سے دو آدمیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جھگڑا پیش کرتے دیکھا کہ ایک زمین کے بارے میں، جو ان دونوں میں سے ایک کی تھی، دوسرے شخص نے اس میں درخت لگا لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین والے کے حق میں زمین کا فیصلہ کر دیا اور کھجور والے کو حکم دیا کہ اپنی کھجور اکھیڑ لے۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ اس کی جڑوں پر کلہاڑیاں مار رہا تھا اور وہ عام کھجور تھی۔

حضرت ابوعبید نے کہا ہے کہ عام سے مراد پورے طول اور گنجان ٹہنیوں کی کھجور ہے۔ احدھا کا مطلب گہرا ہونا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ رگیں چار ہیں عرقِ ظاہر وہ تعمیر یا درخت ہے، جو دوسرے کی ملکیت میں قائم کیا جائے۔ ربیعہ نے کہا کہ عرق چار ہیں، دو عرقِ ظاہر اور دو عرقِ باطن۔ دو ظاہر

[1] سنن ابوداؤد: 3624

[2] یعنی جو شخص ظلماً کسی غیر کی مملوکہ اراضی میں درخت لگائے۔ اس کو قائم رکھنے کا کوئی حق نہیں وہ اکھڑوایا جائے گا۔

[3] سنن ابوداؤد: 3073

’’تعمیر اور درخت ہیں‘‘ اور دو باطن ’’پانی اور کانیں‘‘۔

مؤطا میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہزوز اور مذینیب کے پانیوں کے متعلق فرمایا [1] یہ مدینے کی وادیوں میں سے دو وادیاں ہیں کہ ٹخنوں تک پانی بند رکھا جائے۔ پھر اوپر سے نیچے کی طرف چھوڑا جائے۔

بخاری شریف میں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ کا انصار میں سے ایک آدمی کے ساتھ سنگلاخ زمین کی ایک نہر کے بارے میں جھگڑا ہو گیا، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’اے زبیر! تم زمین سینچ لو پھر پانی اپنے ہمسائے کی طرف چھوڑ دو‘‘۔

انصاری نے عرض کیا:

’’یارسول اللہ ﷺ! یہ اس لیے کہ زبیر آپ ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے ہیں‘‘۔

اس پر حضور نبی کریم ﷺ کا چہرۂ انور جلال سے تمتما اُٹھا، پھر ارشاد فرمایا:

’’اے زبیر! تم آب پاشی کر لو اور اس کے بعد اپنے ہمسائے کی طرف پانی چھوڑ دو‘‘۔

انصاری نے عرض کیا: یہ اس لیے کہ وہ آپ ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے ہیں۔............ اس پر حضور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور پر جلالیت کے آثار نمودار ہوئے، پھر ارشاد فرمایا:

’’اے زبیر! تم آب پاشی کرنے کے بعد پانی بند رکھو یہاں تک کہ وہ بندھوں تک چڑھ جائے۔ پھر پانی کو اپنے ہمسائے کی طرف چھوڑ دو‘‘۔

انصاری نے پھر عرض کیا کہ ’’یہ اس لیے کہ وہ آپ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں‘‘۔

حضور نبی کریم ﷺ کا چہرۂ انور پُر جلال ہو گیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

’’اے زبیر! تم آب پاشی کرنے کے بعد پانی بند رکھو، یہاں تک کہ وہ بندھوں تک چڑھ جائے۔ پھر پانی کو اپنے ہمسائے کی طرف چھوڑ دو‘‘۔

پس حضور نبی کریم ﷺ نے زبیر کو حق صریحی حکم میں پوری طرح لے دیا۔ جب کہ انصاری نے آپ ﷺ کو ناراض کیا گویا کہ آپ ﷺ نے ایک ایسے امر کی طرف اشارہ کیا جس میں دونوں کے لیے گنجائش تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی:

’’پس (اے پیغمبر ﷺ)! پروردگار کی قسم ہے کہ ان لوگوں کو ایمان سے بہرہ نہ ملے گا جب تک یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں‘‘۔ [2]

ابن شہاب نے کہا کہ انصار اور دوسرے لوگ حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول کا مطلب سمجھ گئے

[1] سنن ابو داؤد: 3638

[2] سورۃ النساء: 65، صحیح بخاری: 4585

کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آب پاشی کرائیں پھر پانی بند رکھا جائے یہاں تک کہ وہ بندھوں تک چڑھ جائے حالانکہ وہ ٹخنوں تک تھا۔

مؤطا میں یحییٰ، امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے، وہ ابن شہاب سے اور وہ حرام بن سعید بن محیصہ سے روایت کرتے ہیں کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئی اور اس میں نقصان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ باغ والوں کے ذمے اس کی دن کو حفاظت ہے اور چوپائے جو نقصان رات کو کریں، وہ چوپایوں کے مالکوں کے ذمے ہے۔ [1]

دلائل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج رضی اللہ عنہن میں کسی ایک کے پاس تھے۔ اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے ایک نے اپنے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا، جس میں کچھ کھانا تھا۔ اُم المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر اپنا ہاتھ مارا اور پیالے کو الٹا دیا اور وہ ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ٹکڑوں کو جوڑا اور اس میں کھانا ڈالا اور ارشاد فرمایا:

''تمہاری ماں کو غیرت آ گئی۔''

کتاب ابی داوٗد میں ہے کہ حباب بن سلمہ نے ثابت بنانی اور انہوں نے ابو المتوکل سے روایت کی ہے کہ

> ''حضرت سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن میں ایک پیالہ لائیں، جس میں کھانا تھا۔ پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے سامنے رکھا بحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تھے۔ پس حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی چادر اوڑھی اور سامنے آ کر پیالے پر ہاتھ مارا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ٹکڑوں کو باہم ملایا اور اس میں کھانا ڈالا اور فرمایا ''تمہاری ماں کو غیرت آ گئی۔''
>
> پھر سب نے کھانا کھایا۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا ایک پیالہ لائیں اور سب نے کھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹوٹا ہوا پیالہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دیا اور ثابت پیالہ حضرت سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا۔''

بخاری شریف میں ہے کہ ارشاد فرمایا: کھاؤ'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کو تھامے رکھا، حتیٰ کہ انہوں نے کھایا۔ [2]

[1] سنن ابو داوٗد: 3569 [2] صحیح بخاری: 5225

مصنف ابی داؤد میں ہے کہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

''میں نے صفیہ (رضی اللہ عنہا) سے بہتر کھانا پکاتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا پکایا اور اس کو بھیجا تو میں (مارے غیرت کے) کانپنے لگی۔ چنانچہ میں نے برتن کو توڑ دیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے اس فعل کا کیا کفارہ؟ ارشاد فرمایا: ''برتن کی مثل برتن اور کھانے کے برابر کھانا۔'' [1]

کتاب ابن شعبان میں ہے کہ کچھ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک حبشی کے مکان کا جھگڑا لائے۔ نسائی نے کتاب الاسماء والکنیٰ میں ذکر کیا ہے کہ دو شخص یمامہ میں ایک دیوار کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ ان میں فیصلہ کر دیں۔ انہوں نے اس شخص کے حق میں فیصلہ کیا جس کی طرف (اس دیوار کے) قمط (بند) تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف واپس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع عرض کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم نے خوب کیا۔''

نسائی نے یہ لفظ زیادہ کیا ہے کہ تم نے ٹھیک فیصلہ کیا۔ قمط سے مراد عقد ہے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم شفعہ کے بارے میں

مؤطا وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس جگہ کے متعلق شفعہ کیا ہے کہ جو ابھی شرکا میں تقسیم نہ ہوئی ہو۔ پس جب ان میں حدود قائم ہوگئیں اور راستے (اپنی اپنی طرف) پھیر لیے گئے۔ پھر اس میں شفعہ نہیں، جس میں حدود قائم ہوچکیں۔ [3] خالی جگہ ہو یا نخلستان ہو یا اراضی ہو۔

ابوعبید نے ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کر دیا کہ گھر کے سامنے کی جگہ میں، راستے میں اور دو گھروں کے درمیانی راہ میں، گھر کی ایک طرف میں اور بارش وغیرہ کا پانی بہنے کی جگہ میں شفعہ نہیں۔

ابوعبید نے ذکر کیا ہے کہ متعبہ وہ تنگ راستہ ہے، جو دو گھروں کے مابین ہو، جس سے کوئی (غیر) نہ گزر سکے۔ ''رکح'' گھر کے پیچھے والا کونہ بعض اوقات وہ کھلا ہوتا ہے اس پر کوئی چھت نہیں ہوتی۔ ''الرھو'' وہ راستہ ہے جو لوگوں کے محلے میں بارش کے پانی کی گزرگاہ ہو۔ اس سے آخری حدیث یہ ہے کہ کنوئیں کے پانی جمع ہونے کی جگہ فروخت نہ کی جائے اور نہ پانی کی گزرگاہ۔

[1] سنن ابوداؤد: 3567 [2] سنن ابن ماجہ: 2343 [3] صحیح بخاری: 2214

پس شفعہ کے متعلق حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر ان پانچ جگہوں میں کوئی شریک ہو اور اصل گھر میں شریک نہ ہو تو وہ ان میں سے کسی کے شفعہ کا مستحق نہیں۔ اہل مدینہ کا قول ہے کہ وہ صرف شریک مخالف کے لیے (شفعہ کا) فیصلہ کرتے ہیں لیکن اہل عراق وہ ہر پاس پڑوس والے کے لیے اس کا حق سمجھتے ہیں، اگرچہ شریک نہ ہو۔

کتاب ابوعبید میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پڑوسی کے لیے شفعہ کا فیصلہ کیا ہے۔ دوبارہ یہ حدیث حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے۔ [1]

نسائی میں ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! یہ میری زمین ہے جس میں کوئی شریک اور حصہ دار نہیں مگر ہمسائیگی۔"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حق دار ہے۔" [2]

مسلم شریف میں ہے کہ

"حضور نبی کریم ﷺ نے ہر مشترکہ جگہ میں، جو تقسیم نہ کی گئی ہو، شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ مکان ہو یا باغ ہو اور اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ اس کو فروخت کرے حتیٰ کہ اپنے شریک کو مطلع کرے۔ پس اگر وہ چاہے، لے اور اگر چاہے نہ لے۔ پھر اگر اس کو مطلع کیے بغیر فروخت کرے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔" [3]

تقسیم اور مشترکہ کاشت کاری

قاضی اسماعیل کی کتاب الاحکام میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان دو شخصوں کو، جو ورثہ کے مال میں جھگڑتے تھے، فرمایا:

"عدل کرو اور انصاف سے بٹائی کرو اور قرعہ ڈالو۔"

اسماعیل نے کہا کہ

"یہ وہ تقسیم ہے جو شرکا میں واجب ہے جب کہ ان کا گھر یا زمین (مشترک) ہو تو ان کو لازم ہے کہ برابر حصے کرلیں، پھر قرعہ ڈال لیں اور ہر شخص کے حصے میں قرعہ کے

[1] کنز العمال: 12/7　[2] سنن نسائی: 4703　[3] صحیح مسلم: 1608

ساتھ جو آئے، وہی اس کے لیے ہے۔ ہر ایک کی ملک میں جو زمین غیر منقسم ہو، وہ جمع کی جائے۔"

کتاب الاحکام کے علاوہ میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"تقسیم میں "تعضیہ" (یعنی چیزوں کو توڑنا پھوڑنا) نہیں چاہیے۔ تعضیہ سے مراد تفرقہ ہے۔ اسی طرح سے اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر ڈالا یعنی اس کو متفرق اور منقسم کر دیا۔ [1] چنانچہ بعض نے کہا کہ یہ سحر ہے۔ بعض نے کہا کہ پرانے افسانے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ (یعنی پیغمبر) شاعر ہے اور بعض نے کہا وہ کاہن ہے۔" [2]

بخاری شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم راستے میں اختلاف کرو تو (اس کا عرض) سات ہاتھوں کے برابر بنا دیا جائے گا۔" [3]

بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اہلِ خیبر کے ہاتھ کھیتی اور پھل کی پیداوار کے نصف حصہ پر معاملہ کیا۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اپنی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ کو سو وسق دیتے تھے، اسّی (۸۰) وسق کھجوریں اور بیس (۲۰) وسق جو۔ [4]

واضحہ میں ہے کہ چار شخصوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے عہد میں ایک زمین پر اشتراک کیا۔ جس میں انہوں نے زراعت کی۔ ایک نے کہا کہ میری طرف سے زمین ہے، دوسرے نے کہا کہ میری طرف سے بونے کے لیے بیج ہے، تیسرے نے کہا میری طرف سے فدان یعنی بیلوں کی جوڑی ہے۔ چوتھے نے کہا کہ میری طرف سے محنت ہے۔ جب کھیتی آئی اور وہ کاٹی گئی تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے زمین کو لغو قرار دیا اور اس کے کچھ (حصہ) نہ ٹھہرایا۔ بیلوں والے کے لیے معین اجرت قرار دی۔ کام کرنے والے کے لیے ایک درہم روزانہ مقرر فرمایا اور کھیتی بیج والے کے لیے ٹھہرائی۔

ابنِ حبیب نے کہا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے زمین کو اس لیے لغو ٹھہرایا کہ اس کے لیے کرایہ نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔

[1] سورۃ الحجر: 91

[2] ھٰکذا فی تفسیر الخازن یعنی کفارِ مکہ میں سے ہر معاند نے قرآن کے لیے جداگانہ افترا پردازی کر کے اس کو مختلف مکروہ حیثیتوں میں تقسیم کر دیا۔

[3] صحیح بخاری: 2473 [4] صحیح بخاری: 2328

مدوّنہ میں ہے کہ میں نے ابن قاسم سے پوچھا کہ اگر بیج دو شخصوں کی طرف سے اور زمین اور تمام کام ایک اور شخص کی طرف سے ہو تو انہوں نے فرمایا: ''اس میں بہتری نہیں۔''

میں نے پوچھا کہ کھیتی کس کی ہے؟ کہا اُن دو کی اور کام والے کی۔ ان دونوں کو ان کا بیج دیا جائے گا۔ میں نے پوچھا: کیا یہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے؟ کہا یہ میری رائے ہے۔

ابن حبیب اور ابن غانم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کھیتی کاشت کرنے والوں کے لیے ہے اور اس کے ذمہ زمین کا کرایہ اور کام ہو گا۔ اسی مثل کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''کھیتی کاشت کرنے والے کی ہے اور دوسروں کے لیے ان کا پورا معاوضہ ہے۔''

مصنف ابو داؤد میں رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک زمین کاشت کی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر سے گزرے۔ وہ اس کو پانی دے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھیتی کس کی ہے، زمین کس کی؟ انہوں نے عرض کیا کہ کاشت کاری میرے بیج اور میرے کام سمیت میری ہے، میرا ایک حصہ ہے۔ بنی فلاں مالکان زمین کے لیے ایک حصہ۔ ارشاد فرمایا:

''تم نے گناہ کیا، زمین والوں کو زمین واپس دو اور اپنا خرچ لو۔'' [1]

کتاب ابنِ شعبان میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''اس کا مال اس کے لیے ہے جس نے اسے گروی رکھا۔ اس کا منافع اس کا حق ہے اور اس کا نقصان اس کے سر ہے۔'' [2]

پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حالت میں وصال فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔

مساقاۃ صلح سہل گیری اور حریم نخل کے متعلق

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں ابن شہاب سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود خیبر کو فرمایا کہ

''میں تم کو قائم رکھتا ہوں، جب تک کہ تم کو اللہ قائم رکھے، اس پر کہ پھل ہمارے اور تمہارے درمیان (منقسم) ہوں۔''

[1] سنن ابو داؤد: 3402 [2] مسند شافعی: 148/1

چنانچہ آپ ﷺ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیتے۔ وہ اپنے اور ان کا تخمینہ لگاتے، پھر ان سے کہتے: اگر تم چاہو تو (تمام پھل) تم لے لو (اور تخمینہ کا نصف مجھے دے دینا) اور اگر چاہو میں لے لوں (اور تخمینہ کا نصف تم کو دوں) چنانچہ وہ لے لیتے۔ [1]

مصنف ابوداؤد میں ہے کہ ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار وسق تخمینہ لگایا [2] اور انہوں نے اس اقرار پر پھل لے لیا کہ بیس ہزار وسق ہمارے ذمہ رہا۔

مسلم شریف میں ہے کہ میں تم کو اس پر قائم رکھتا ہوں جب تک ہم چاہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ اس شرط پر کہ وہ اپنے مال کے خرچ پر اس کا کام کریں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے نصف ہو۔ ان کے اس قول میں کہ اس شرط پر کہ وہ اپنے مال کے خرچ پر اس میں کام کریں۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ مالک کام کرنے والے کو مدد نہیں دیتا اور نہ سفید زمین کو زیرِ کاشت لاتا ہے۔ [3]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"مساقات (یعنی باغ اور نخلستان کے کچھ حصہ پر رکھوالی اور پرداخت کرنا) جائز ہے۔ ہر ایسے درخت میں جس کا پھل ہو، جیسے کھجور، انگور، انجیر، زیتون، انار، شفتالو، اخروٹ، بادام، گلاب اور اسی طرح کے دیگر درخت اور جس حصہ پر دونوں راضی ہوں۔"

امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک اور قول ہے کہ ہر مستحکم جڑ والے درخت میں مساقات جائز ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "مساقات بالکل جائز نہیں کیونکہ وہ ایک نامعلوم اجرت ہے۔" انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل کی مخالفت کی ہے۔ جو خیبر سے متعلق ہے۔

اپنے موقف کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو اہلِ خیبر گویا غلام بن گئے اور آقا و غلام میں ہر طرح کا معاملہ جائز ہے، جو اس میں اور اجنبی میں جائز نہیں ہوتا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف بھی ایک یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ غلام نہ تھے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی میں اور حضرت

[1] مؤطا امام مالک: 1412 [2] سنن ابوداؤد: 3414

[3] بیاض سے وہ زمین قابلِ کاشت مراد ہے جس میں کھجور اور انگور نہ ہوں۔ محض کاشت کے کام آسکتی ہو۔ اگر نخلستان میں کچھ زمین بیاض ہو تو نخلستان کی مساقاۃ کرنے والا یعنی حصہ پر کام کرنے والا اس زمین میں خود اپنے لیے فصل کاشت کرسکتا ہے۔ مالک انہیں کاشت کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ (وہذا علیٰ مذہب الامام مالک رحمہ اللہ)۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی ایامِ خلافت میں مساقات پر قائم رکھے گئے، حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کیا۔ وہ نہ فروخت کیے گئے، نہ آزاد کیے گئے اور نہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے یہ روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ خیبر سے جزیہ لیا یا نہیں۔ مگر ہاں برات کا نزول خیبر کے بعد ہوا ہے۔ پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان سے جزیہ لیا گیا۔ واللہ اعلم!!

امام شافعی رحمہ اللہ کھجور اور انگور کے سوا باقی مساقات منع کرتے ہیں۔ ان کے کہے کے خلاف دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ خیبر کے ساتھ کھیتی اور پھل کی پیداوار کے نصف پر مساقات کی۔ پس امام شافعی رحمہ اللہ نے کھیتی میں مساقات منع کی کیونکہ زمین پیداوار کے عوض کرایہ پر لی جاسکتی ہے اور اس میں نص نہیں جبکہ انگور میں کھجور پر قیاس کر کے مساقات کی اجازت دی حالانکہ اس میں نص نہیں اور جمہور علما اس کے خلاف ہیں۔

کتاب مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ایک سو وسق (اسّی وسق کھجوروں کے اور بیس وسق جَو کے) عطا فرماتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی سفید زمین کم تھی، جو کئی گنا درختوں والی زمین کے اندر تھی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے واضحہ میں فرمایا ہے کہ وہ آج بھی کم ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ مدوّنہ وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ مجھے پسند یہ ہے کہ سفید زمین کام کرنے والے کے لیے چھوڑ دی جائے۔ وہ اس کے لیے زیادہ حلال ہے۔ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے یہ کیوں کر فرمایا کہ سفید زمین کو کام کرنے والے لیے چھوڑ دینا زیادہ حلال ہے، حالانکہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ خیبر سے پھل اور کھیتی سے نصف وصول کیا۔ اس کو جواب دیا جائے گا کہ یہ اس لیے درست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے اور وہ (مخابرہ) زمین کو اناج کے عوض کرایہ پر دینا ہے۔ پس امام مالک رحمہ اللہ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ ممانعت قصہ خیبر کے بعد نہ ہوئی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تازہ ترین حکم پر عمل کیا جاتا ہے۔ پس جب سفید زمین کام کرنے والے کے لیے چھوڑی گئی تو مشکل رفع ہوگئی۔ اگر سفید زمین (مالک اور کارندہ) دونوں میں (حصہ پر) ہو تو جائز ہے، جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں کیا۔ اس کو محمد بن دحون نے اصیلی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ حدیث مجھ سے ابوعمر و اور ابن القطان نے بیان کی۔ رحم اللہ جمیعہم!!

بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں عبداللہ بن ابی حدرد سے مسجد میں قرض کا تقاضا کیا، جو ان کے ذمہ تھا۔ اس پر ان کی آوازیں بلند ہوئیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف اس کیفیت میں نکلے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ کا پردہ سرک گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو پکار کر

فرمایا: ''اے کعب! انہوں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ...... پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا۔ ''اپنا قرض کم کردو۔'' گویا آپ ﷺ فرماتے ہیں نصف۔ کعب بن مالک ؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں نے کم کردیا۔ تو آپ ﷺ نے اس کو فرمایا: ''جاب ادا کردے۔'' [1]

کتاب ابنِ شعبان میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص کسی حق کا تقاضا کرے، تو اسے چاہیے کہ کفایت اور پارسائی سے تقاضا کرے پورا لے یا کم لے۔''

یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی خشعم کی ایک جماعت کی طرف فوج بھیجی۔ انہوں نے مسجد کے ساتھ پناہ جوئی کی مگر ان کو قتل کیا گیا۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے نصف دیت کا حکم فرمایا۔ [2] بعض علما نے کہا ہے قرآن (کے ساتھ پناہ جوئی کی)۔ یہ حکم اس لیے دیا کہ ممکن ہے کہ وہ مسلمان ہو چکے ہوں اور امکان مسلمان نہ ہونے کا بھی ہو اس لیے آدھی دیت دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔

مصنف ابوداؤد میں سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ انصار کے ایک آدمی کے باغ میں ان کی کھجور تھی۔ اس شخص کے ساتھ اس کے گھر کے لوگ تھے۔ سمرہ بن جندب کھجور کی طرف آتے تو وہ شخص اس سے تکلیف محسوس کرتا اور اسے ناگوار گزرتا۔ اس نے درخواست کی کہ اسے میرے پاس فروخت کردو۔ انہوں نے انکار کیا۔ پھر مطالبہ کیا کہ مجھ سے اس کا تبادلہ کرلو۔ اس پر بھی انکار کیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آکر اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ اس کو بیچ ڈالو۔ اس نے پھر انکار کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے تبادلے کی درخواست کی، اس سے بھی اس نے انکار کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''پھر مجھ کو بخش ہی دو اور میں تم کو اتنی کھیتی دیتا ہوں۔''

اس پر بھی انکار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تو نقصان دینے والا ہے۔''

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے انصاری کو حکم دیا کہ

''جا اس کی کھجور کو اکھاڑ ڈال۔'' [3]

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ دو شخص ایک کھجور کی ملحقہ زمین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جھگڑا لائے۔ آپ ﷺ کے حکم سے اس کو ناپا گیا تو وہ سات گز پائی گئی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ پانچ گز۔ آپ ﷺ نے اسی پر فیصلہ فرمایا۔ عبدالعزیز کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ (کے ساتھ ناپنے) کا حکم دیا تو وہ ناپی گئی۔ [4]

[1] صحیح بخاری: 457
[2] سنن ابوداؤد: 2645
[3] سنن ابوداؤد: 3636
[4] سنن ابوداؤد: 3640

کتابُ الوصایا

وصیت اور اُس کی مقدار

مؤطا، بخاری اور مسلم شریف میں زہری سے روایت ہے۔ وہ عامر بن سعد اور وہ ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے سال میرے سخت درد کی وجہ سے میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! درد نے مجھے جس حالت میں پہنچا دیا ہے، حضور ﷺ دیکھ ہی رہے ہیں۔ میں مال دار ہوں، میرا وارث ایک بیٹی کے سوا کوئی نہیں۔ کیا میں اپنا دو تہائی مال خیرات کر دوں؟''

اس کا مالک رحمہ اللہ اور سفیان بن عیینہ اور ابراہیم بن سعد نے زہری سے، انہوں نے عامر بن سعد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے ''اَتَصَدَّقُ'' (خیرات کر دوں) کے لفظ سے روایت کیا ہے،، اس کو عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور معمر نے زہری اور عامر بن سعد سے، انہوں نے اپنے باپ سے ''اوصی'' (میں وصیت کروں) کے لفظ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح عروہ اور حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سعد سے روایت کیا۔ یہ دونوں لفظ بخاری اور مسلم میں ہیں۔ ان دونوں میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ

''میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں...... عرض کیا تو پھر نصف؟ ارشاد فرمایا: نہیں...... عرض کیا تو پھر ایک تہائی؟...... ارشاد فرمایا: تہائی اور تہائی بہت ہے۔'' [1]

[1] صحیح بخاری: 1296

اب ہم مؤطا کے الفاظ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں...... میں نے عرض کیا کہ پھر آدھا...... ارشاد فرمایا: نہیں...... پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایک تہائی اور تہائی بہت ہے، بے شک تیرا اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ ان کو تنگ دست چھوڑے، وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں، تو جو کچھ اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرے، اس کا اجر پائے گا۔''

مؤطا، میں ہے کہ تو اس کا اجر پائے گا، یہاں تک کہ اس کا جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ [1] جاؤں گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو ہرگز پیچھے نہیں رہے گا، پھر نیک عمل کرتا رہے گا۔''

مسلم نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ

''جس کے ساتھ تم کو اللہ کی رضا مطلوب ہو، اس سے تمہارا درجہ اور بلندی بڑھے گی۔ شاید تو پیچھے رہ جائے، یہاں تک کہ تجھ سے کچھ لوگ فائدہ پائیں اور دوسرے لوگ نقصان اُٹھائیں۔ الٰہی! میرے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ان کی ہجرت پر قائم رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا۔ لیکن بے چارہ سعد بن خولہ۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے افسوس کیا کہ وہ مکے [2] میں انتقال کر گئے۔ [3]

ابنِ مزین نے اپنی شرح مؤطا میں ذکر کیا ہے کہ وہ مکے میں مقیم رہے، یہاں تک کہ انتقال کر گئے اور ہجرت نہیں کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو ناپسند کیا اور ان کے لیے افسوس کیا۔ یہ ابنِ مزین کا وہم ہے کیونکہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ ہجرت کر چکے تھے اور جنگِ بدر میں شامل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی ہجرت کے بعد مکہ واپس آجانے اور وہاں وفات پانے پر افسوس کیا۔ اس کو بخاری اور مسلم نے بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ قریشی ہیں۔

1 یعنی میرے ساتھی آپ ﷺ کے ساتھ مدینے چلے جائیں گے۔ میں مکہ میں رہ جاؤں گا میرا ہجرت کا اجر باطل ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ ان کو تسلی دیتے ہیں۔

2 حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے ہیں جنگِ بدر میں شامل ہوئے اور حجۃ الوداع میں مکہ جا کر انتقال فرما گئے۔

3 صحیح بخاری: 1296

اوقاف

واضحہ میں واقدی سے روایت ہے کہ وہ حصین بن عبدالرحمن بن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بیان کیا ہے کہ

''ہم پوچھتے پھرتے تھے کہ اسلام میں سب سے پہلا وقف کون سا ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوقاف ہیں، یہ انصار کا قول ہے۔''

مہاجرین نے کہا کہ

''حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وقف پہلا وقف ہے۔ یہ اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک وسیع زمین پائی، جو زہرہ اہلِ رائج وحسیکہ کی تھی۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے تھوڑا عرصہ پہلے مدینے سے جلاوطن ہو گئے تھے۔ بعض ان میں سے وہ تھے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد اپنی زمین سے علیحدہ ہوئے اور وسیع زمین چھوڑ گئے۔ اس میں کچھ میدان تھا اور اس میں سے کچھ زمین خراب تھی۔ اُس کو سینچا نہیں جاتا تھا۔ اس کو خشاشیر کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کچھ زمین، جس کا نام ثمغ تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی۔

پھر حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قوم یہود سے خرید کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطیہ کے ساتھ شامل کر لی۔ اس طرح وہ ایک دل پسند جائیداد بن گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری جائیداد بہت خوب ہے اور مجھے بہت محبوب ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس کو اس طرح وقف کر دو کہ اُس کا اصل قائم رہے اور آمدنی خرچ کی جا سکے۔''[1]

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔

مطرف عمری سے، وہ نافع سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

''ثمغ پہلی جائیداد ہے جو اسلام میں وقف کی گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس

[1] مسند احمد: 5911

دن اس کو وقف کرنے کا ارادہ کیا تو عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! مجھے میرے وقف میں مشورہ عنایت فرمائیے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس کے اصل کو وقف کرو، اس کے منافع کو خرچ کرنے کی اجازت دے دو۔''

مسور بن رفاعہ سے روایت ہے، وہ محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ

''پہلا صدقہ جو اسلام میں ہوا، وہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہے۔ آپ ﷺ نے وقف کے مالوں سے وہ صدقہ کیا۔''

وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ ''لوگ تو کہتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صدقہ پہلا صدقہ ہے؟''

انہوں نے کہا کہ ''مخیریق جنگِ اُحد میں حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے بائیس مہینے پر شہید ہوئے اور انہوں نے وصیت کی کہ اگر میں مارا گیا تو میرے اموال پر رسول اللہ ﷺ کا حق ہے، جہاں آپ ﷺ کو اللہ کا حکم ہو، لگائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بطورِ وقف خیرات کر دیا۔ وہ سات باغ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو ثمغ کو وقف کیا، وہ حضور نبی کریم ﷺ کے خیبر سے واپس تشریف لانے کے بعد ۷ ہجری میں کیا اور خیبر کا واقعہ ۶ ہجری میں ہوا۔''

زہری نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا صدقہ بنی نضیر کے مالوں میں سات باغ تھے۔ بعد اس کے کہ رسول اللہ ﷺ جنگِ اُحد سے واپس آئے مخیریق کے مالوں کو تقسیم کیا۔ محمد بن سہل بن ابی جثامہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا حضور نبی کریم ﷺ کے صدقات بنی نضیر کے مالوں میں سے تھے اور یہ سات باغ ہیں۔ ان کے نام اعراف، صافیہ، دلال، مثبت، برقہ، حسنی اور مشربہ ہیں۔ اُمّ ابراہیم اور اس کا نام مشربہ اُمِ ابراہیم محض اس لیے رکھا گیا کہ اس میں وہ رہتی تھیں۔ یہ مال سلام بن مشکم نضیری کا تھا۔ واقدی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں کہ وہ سات باغ ہیں اور ان کے یہی نام ہیں۔

نسائی میں قتیبہ بن سعید سے روایت ہے۔ وہ ابوالاخوص سے، وہ ابواسحاق سے اور وہ عمرو بن حارث سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

حضور نبی کریم ﷺ نے کوئی دینار چھوڑا اور نہ درہم، نہ غلام اور نہ لونڈی، مگر ایک دھاری دار خچر، جس پر آپ ﷺ سواری فرماتے تھے۔ اپنے ہتھیار اور زمین کو آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ [1]

[1] صحیح بخاری: 4461, 2739

قتیبہ بن سعید نے مسند کبیر للنسائی میں دوبارہ صدقہ کہا ہے۔ اسی طرح نسائی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صدقہ اس زمین سے تھا، جو خیبر سے حاصل کی تھی۔ وقف کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے اصل کو فروخت نہ کیا جائے، نہ ہبہ کیا جائے، نہ وہ ورثہ ہو اور وہ محتاجوں قرابت داروں کے لیے غلام آزاد کرانے کے لیے اور اللہ کی راہ میں، مہمان اور مسافر کے لیے ہے۔ اس کے متولی کے لیے منع نہیں کہ دستور کے موافق اس سے کھائے اور مہمان کو کھلائے۔ جو اس کے پاس اُترے یا دوست کی میزبانی کرے لیکن اس مال سے خود متمول نہ بنے۔

صدقہ، ہبہ اور اُن کا ثواب

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں ہے کہ ان کو یہ روایت پہنچی ہے کہ

انصار کے قبیلہ بنی حارث بن خزرج سے ایک شخص نے اپنے ماں باپ کو کچھ مال بطور صدقہ دیا۔ وہ دونوں وفات پا گئے تو ان کا بیٹا مال کا وارث ہوا۔ وہ کھجور تھی۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"تم کو اپنے صدقہ کا اجر مل جائے گا اور اس کو اپنی میراث میں لے لو۔" [1]

ابنِ ابی شیبہ کی کتاب مصنف میں باب اقضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی ایک عورت کے بارے میں فیصلہ فرمایا، جس کو اس کے بیٹے نے کھجوروں کا ایک باغ دیا تھا، وہ مرگئی۔ اس کے بیٹے نے کہا کہ میں نے اس کو اس کی زندگی بھر کے لیے دیا تھا اور اس کے بھائی بھی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"وہ اس کی زندگی بھر اور موت میں بھی اس کا ہے۔"

اس نے عرض کیا کہ "میں نے تو اس کو بطور صدقہ دیا تھا؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "یہ تیرے لیے غیر موزوں ہے۔" [2]

مؤطا، بخاری اور مسلم شریف میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لائے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غلام پر شاہد ہوں، جو نعمان کو ان کے والد نے دیا تھا۔ اس بارے میں اس روایت کے علاوہ یونس اور معمر کی حدیث میں بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

[1] مؤطا امام مالک: 760/2 [2] سنن ابوداؤد: 3557

''اس کو واپس کرو، اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔'' [1]

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت عمرہ بنت رواحہ نے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کو کہا تھا کہ تم اپنے ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کرلو۔ وہ اس کو سال بھر ٹالتے رہے۔ پھر عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا کے کہنے سے اس کو دے دیا۔ اس نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوں گی، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کرو۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''میں ظلم پر گواہ نہیں ہوں گا۔'' [2]

باپ کے اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے کچھ مال جمع کرنے کے متعلق یہ اصل قاعدہ [3] ہے۔ اگر اپنے بڑے لڑکے یا اجنبی کو کچھ ہبہ کرے یا صدقہ دے تو بخشی ہوئی یا خیرات کی ہوئی چیز کو اس کے قبضہ میں دینا ضروری [4] ہے۔ اصل اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو انہوں نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ

''اگر تم اس پر قابض ہوتیں تو وہ تمہارا ہوتا۔ اب تو وہ وارث کا مال ہے۔''

جب سورۃ التکاثر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال!، اور تیرا مال اس کے سوا کیا ہے جو تو نے کھا لیا، پھر ختم کرلیا یا پہن اور پھاڑ لیا یا صدقہ کیا اور اس کو چلتا کر دیا۔'' [5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ میں چلتا کرنا شرط کیا ہے۔ چلتا کرنا سے مراد قبضہ میں دینا ہے، جیسے کہ عاریت اور بیع سلم ہے کہ وہ قبضہ کے سوا پوری نہیں ہوتی۔ یہی وصیت کا معاملہ ہے کہ وصیت کرنے والے کی موت کے سوا مکمل نہیں ہوتی۔

مصنف عبدالرزاق میں طاؤس سے مروی ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی چیز ہبہ کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا عوض دیا، وہ خوش نہ ہوا پھر کچھ اور دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میرے گمان میں اس نے تین دفعہ یہ بات کہی۔ پس وہ راضی نہ ہوا۔ تو

---

[1] صحیح بخاری: 2586 [2] صحیح بخاری: 2587

[3] یعنی جب چھوٹے بچے کو کوئی چیز ہبہ کی جائے وہ اس پر اپنا قبضہ تو نہیں کرسکتا۔ لامحالہ کسی کو شاہد کیا جائے گا۔ پس یہ حدیث اس مسئلہ کی اصل ہے۔

[4] اور اس صورت میں شاہد کی ضرورت نہیں۔

[5] صحیح مسلم: 2958

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"میں نے ارادہ کیا ہے کہ کسی قریشی، انصاری یا ثقفی کے سوا کوئی ہبہ قبول نہ کروں۔" [1]

دلائل اصیلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک دودھ والی اونٹنی بطور ہدیہ دی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کو بطور عوض چھ جواں اونٹنیاں عطا فرمائیں لیکن وہ راضی نہ ہوا۔

بخاری میں یہ حدیث مذکور ہے کہ

"مہاجرین مکہ سے مدینے میں آئے اور ان کے ہاتھ کچھ نہ تھا۔ انصار خوش حال اور صاحب جائیداد تھے۔ انصار نے ان کو یوں حصہ ٹھہرایا کہ ہر سال ان کو اپنے اموال کی پیداوار دیا کریں گے اور محنت اور اخراجات ان کی بجائے خود کریں گے۔ اُمّ سلیم انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تھیں۔ انس کی ماں نے رسول اللہ ﷺ کو کھجوروں کے کچھ درخت دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ درخت اپنی آزاد کردہ کنیز اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو، جو حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں، دے دیے۔"

ابنِ شہاب کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضور نبی کریم ﷺ جب اہلِ خیبر کی جنگ سے فارغ ہوئے اور مدینے کی طرف واپس آئے تو مہاجرین نے انصار کو ان کے پھلوں کے وہ عطیے، جو انہوں نے ان کو دیئے تھے، واپس کر دیئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کو ان کے درخت واپس کر دیئے اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ نے ان کے بجائے اپنا باغ عطا فرمایا۔ [2] اس واقعہ کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور اتنا اضافہ کیا ہے کہ ان کو اس سے دس گنا دیا یا دس گنا کے قریب فائدہ ہوا۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا

ابنِ شہاب نے کہا کہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا، والدہ محترمہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا قصہ یہ ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کنیز تھیں اور حبشہ سے تھیں۔ جب حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ بعد اس کے کہ آپ ﷺ کے والد محترم وصال فرما چکے تھے، تو حضرت

[1] مصنف عبدالرزاق: 105/9 [2] صحیح بخاری: 2630

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں رکھتی تھیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پُرملال سے پانچ ماہ بعد ان کا وصال ہوا۔ واقدی نے کہا ہے کہ ان کا نام برکہ ہے۔ یہ حدیث زہری سے صرف یونس نے روایت کی ہے۔ اصیلی کی کتاب کے حاشیہ میں یہ درج ہے۔

عمریٰ [1]

مؤطا میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کے لیے اور اس کے فرزند کے لیے بطور عمریٰ کوئی چیز دی جائے تو وہ اسی کی ہوگئی جس کو وہ دے دی گئی۔ وہ دینے والے کو کبھی بھی واپس نہ ملے گی کیونکہ اس نے ایسی عطا کی ہے، جس میں ورثہ واقع ہوتا ہے۔" [2]

کتاب مسلم میں جابر سے یہ روایت یحییٰ بن یحییٰ، امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے اور انہوں نے ابداً (کبھی بھی) کا لفظ ذکر نہیں کیا اور اس میں یحییٰ اور محمد سے مروی ہے۔ باسناد صحیح، لیث سے مروی ہے۔ انہوں نے ابن سہل، انہوں نے ابوسلمہ اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ

"جس شخص نے کسی کے لیے اور اس کے فرزند کے لیے کوئی چیز بطور عمریٰ نامزد کی تو اس کے قول نے اس میں اس کا اپنا حق قطع کر دیا۔ وہ اس شخص کے لیے اور اس کے فرزند کے لیے ہوگئی۔ جس کے لیے وہ عمریٰ ٹھہرائی ہے۔" [3]

ایک اور حدیث میں اسحاق بن ابراہیم اور عبداللہ بن حمید سے روایت ہے۔ اس روایت کے الفاظ عبداللہ کے ہیں۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم کو عبدالرزاق نے معمر سے خبر دی ہے۔ انہوں نے زہری، انہوں نے ابوسلمہ، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس عمریٰ کی اجازت دی ہے، وہ یہ ہے کہ تم کہو، وہ تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے ہے لیکن جب کہے کہ وہ تیری زندگی تک تیرے لیے ہے، تو وہ مالک کی طرف واپس آجائے گی۔"

[1] وہ چیز جس کو کوئی شخص دوسرے شخص کے لیے اس کی عمر تک یا اپنی عمر تک مخصوص کر دے کہ وہ اِتنا عرصہ اس سے فائدہ اُٹھائے۔

[2] صحیح مسلم: 1625 [3] صحیح مسلم: 1625

معمر نے کہا ہے کہ زہری اس پر فتویٰ دیتے تھے۔ ابوسلمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے عمریٰ نامزد کرنے کا فیصلہ فرما دیا۔ پس وہ قطعی طور پر اس کے لیے ہے، دینے والے کے لیے اس میں کوئی شرط جائز نہیں اور نہ استثنا ہے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''یہ اس لیے ہے کہ اس نے ایسی عطا کی ہے جس میں ورثے واقع ہوتے ہیں۔ پس ورثہ اس کی شرط کو باطل کر دیتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''عمریٰ کی چیز اسی کی ہوگئی جس کو ہبہ کی گئی۔'' [1]

ابن ابی زید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول مبارک کا مطلب کہ

''دینے والے کو واپس نہیں ملے گی۔''

یہ ہے کہ یہ اس وقت تک اس شخص کی نسل سے، جس کے لیے وہ چیز عمریٰ کی گئی ہے، کوئی باقی رہے۔ پس اگر سب ختم ہو گئے تو عمریٰ کی چیز اس کے اصل مالک کی طرف لوٹ آئے گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ ''وہ اسی کی ہوگئی، جس کو دی گئی۔'' [2]

اس سے نفع مراد ہے نہ کہ اصل۔ اس کے وارث اصل کی مثل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ زوجہ اس میں داخل نہیں۔ نہ وہ شخص جو نسل معروف سے نہیں ہے۔ عَمَّرْتُکَ (میں نے تیرے لیے عمریٰ کیا) عُمر سے ماخوذ ہے۔ میعاد مقررہ اور عمر مشروط میں کوئی فرق نہیں اور اسی پر مدینہ میں عمل جاری رہا اور اسی کو امام مالک رحمہ اللہ نے اختیار کیا تھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ نے حدیث مذکور کی تاویل کی ہے کہ عمریٰ کی چیز جب معمر اور اس کی اولاد کے لیے ہو چکی تو وہ معمر کی طرف نہیں لوٹ سکتی، اگرچہ معمر اور اس کی اولاد ختم ہی ہو جائے۔ حدیث میں یہ بات مندرج نہیں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عمریٰ ہبہ کی مانند ہے۔ وہ چیز اس شخص کی ملکیت ہو جاتی ہے، جس کے لیے اس کو عمریٰ کیا ہے، خواہ

[1] صحیح بخاری: 2625

[2] یہ قول اوپر اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ذکر کے بعد درج ہوا ہے۔

اس کی اولاد کے لیے نامزد کی جائے یا نہ کی جائے، خواہ عمریٰ کرنے والے نے یہ شرط کی ہو کہ میری طرف واپس آجائے گی یا یہ شرط نہ کی ہو۔ اس کی شرط باطل ہے۔ اس کی طرف کبھی واپس نہیں آئے گی۔ معمر اگر چاہے تو اس کو اپنے باقی مال کی طرح فروخت کر سکتا ہے۔ پس عمریٰ میں تین قول ثابت ہوئے۔ ایک قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔

دوسرا قول امام مالک رحمہ اللہ کا اور ان کا ہے، جو ان کے ساتھ مذکور ہیں، جیسے طارق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر فیصلہ کیا۔[1]

تیسرا (قول) اس کا ہے، جو پیچھے رہنے والوں میں اور عمریٰ دیئے گئے کی زندگی والا فرق کرتا ہے تو معقبہ یعنی جو پچھلوں کے لیے ہو اس کے متعلق یہ کہتا ہے کہ کبھی بھی دینے والے کی طرف واپس نہیں ہوگا اور اگر معقبہ نہ ہو تو جس کو دیا گیا ہے اس کے مرنے کے بعد واپس ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

کتاب مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک عورت نے اپنے بیٹے کے لیے اپنے ایک باغ کو عمریٰ کیا۔ پھر وہ لڑکا وفات پا گیا اور وہ عورت بھی اس کے بعد وفات پا گئی۔ معمر نے بہت اولاد چھوڑی اور اس کے کچھ بھائی بھی تھے، جو عمریٰ کرنے والی کے بیٹے تھے۔ عمریٰ کرنے والی کے بیٹوں نے کہا کہ باغ ہماری طرف واپس آ گیا۔ معمر کے بیٹوں نے کہا کہ بلکہ وہ ہمارے والد کا ہے، اس کی زندگی بھر کے لیے بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی۔ چنانچہ وہ اپنا جھگڑا طارق، (عثمان کے مولیٰ) کے پاس لے گئے۔[2]

انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلایا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شہادت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ عمریٰ ان کے مالک کے لیے ہے۔[3]

طارق نے اس پر فیصلہ کیا۔ پھر عبدالملک کی طرف لکھ کر اس کو اس سے مطلع کیا۔ عبدالملک نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے، تو طارق نے اس فیصلہ کو نافذ کر دیا۔ یہ باغ آج تک معمر کی اولاد کے پاس ہے۔ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ اس عورت نے اپنے بیٹے اور اس کی نسل کے لیے عمریٰ کیا تھا،

[1] اس فیصلہ کا ذکر آگے کی چند سطروں کے بعد آتا ہے۔

[2] طارق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اپنی حسن لیاقت سے بنی اُمیہ کے خلیفہ عبدالملک کے زمانے میں مدینہ کے گورنر بن گئے۔ اس لیے یہ خصومت ان کو پیش ہوئی اور انہوں نے ایک ذی علم صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس میں فتویٰ طلب کیا۔

[3] مالک سے مراد وہ ہے جس کے قبضے اور تصرف میں عمریٰ ہے نہ کہ مالک سابق۔

جیسا کہ سابقہ احادیث میں واقع ہوا ہے۔ پہلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب وہ کہے کہ یہ چیز تیرے لیے ہے، جب تک تیری زندگی ہے تو وہ اپنے مالک کی طرف، جس نے اس کو عمریٰ کیا ہے، واپس آجاتی ہے۔ مسدد کی روایت میں یحییٰ سے مروی ہے۔ سفیان، وہ حمید اعرج، وہ محمد بن ابراہیم تیمی سے اور وہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی نے اپنی ماں کا اپنا ایک باغ اس کی زندگی بھر کے لیے دیا پھر وہ مرگئی اور پھر باقی حدیث ذکر کی، جیسا کہ اس کو مسلم نے ذکر کیا ہے اور یہ امام مالک کے مذہب کی تائید کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مشتبہات میں

موطا، بخاری اور مسلم شریف میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ

''عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کہہ رکھا تھا کہ زمعہ کی لونڈی کا بیٹا میرا ہے، اس کو اپنے پاس رکھنا۔''

ارشاد فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا سال تھا تو سعد رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور کہا:

''میرے بھائی کا بیٹا ہے، جس نے اس کے بارے میں مجھے وصیت کی تھی۔''

عبد بن زمعہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ''میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا فرزند ہے، جو اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں دونوں گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس نے مجھ سے اس کے متعلق کہہ رکھا تھا۔''

عبد بن زمعہ نے عرض کیا کہ ''میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا فرزند ہے، جو اس کے بستر پر متولد ہوا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے عبد بن زمعہ! وہ تیرا ہی بھائی ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بچہ بستر سے منسوب ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اس سے

پردہ کیا کرو۔ یہ اس لیے کہ آپ ﷺ نے اس میں عتبہ بن ابی وقاص کے ساتھ مشابہت پائی۔ فرماتی ہیں کہ پھر اس نے حضرت سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ اللہ عزوجل سے جا ملا۔[1]

- اس حدیث میں (ایک) فقہی نکتہ کافر کی وصیت پر عمل کرنا ہے۔ عتبہ بحالتِ کفر مرا تھا۔ اس نے جنگِ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دندان مبارک شہید کیے تھے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے دُعا کی کہ وہ سال سے پہلے بحالتِ کفر مرے۔ چنانچہ اس پر ایک سال گزرنے نہ پایا تھا کہ وہ بحالتِ کفر مرا۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابنِ ابی خیثمہ نے ذکر کیا کہ وہ بحالتِ کفر ہلاک ہوا۔
- اور اس میں (دوسرا فقہی نکتہ) کسی کے متعلق اپنا بھائی ہونے کا دعویٰ کرنا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ فرزندی کے دعویٰ میں اختلاف نہیں ہے۔

قطع ذرائع

تیسرا فقہی نکتہ امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب پر قطع ذرائع کے حکم کی دلیل ہے۔ قطع ذرائع یہ ہے کہ مباح سے منع کیا جائے تاکہ حرام میں مبتلا نہ ہوں۔ اس کی مثال اللہ عزوجل کا یہ قول ہے کہ عورتیں چلنے میں اپنے پاؤں کو زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ ان کا مخفی سنگھار ظاہر ہو جائے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا مومنوں کو حضور نبی کریم ﷺ کے خطاب میں رَاعِنَا (توجہ فرمائیے) کہنے سے منع فرمانا ہے۔ حالانکہ ان کا مقصد اس سے حضور نبی کریم ﷺ کی ایذا رسانی نہیں تھا۔ پس ان کو یہودیوں کے حضور نبی کریم ﷺ کے رَاعِنَا کہنے کی وجہ سے منع کیا، جن کی اس سے مراد یَاأَرْعَنُ (اے بیوقوف!) معاذ اللہ من ذالک) تھی۔ جیسے اللہ نے اہل سبت (روز شنبہ والوں) کو شکار سے منع فرمایا۔ بعض نے (کسی حیلے سے) شنبہ کے سوا دوسرے دن میں مچھلیاں پکڑ لیں۔ پس اس کو شنبہ کے شکار کی مانند ٹھہرایا اور اس پر ان کو عذاب ہوا۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ

"ابنِ زمعہ ان کا بھائی ہے کیونکہ ان کے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔"

اس بارے میں اس کو اجنبی ٹھہرایا کہ وہ ان کے سامنے نہ آئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دو حکم صادر فرمائے، ایک ظاہری حکم اور ایک باطنی حکم۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے قطع ذرائع کے حکم کے ابطال کا اور اس کے ایک حکم ہونے کا

[1] صحیح بخاری: 2053

نتیجہ نکالا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آدمی کو یہ حق ہے کہ اپنی بیوی کو اس کے اپنے بھائی کے سامنے آنے سے بھی منع کر دے اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمّ المومنین سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ ارشاد فرمانا کہ تم اس سے پردہ کرو، بطور احتیاط کے ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کے خلاف ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن القعیس کے بھائی افلح کے بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا کہ وہ تمہارے چچا ہیں، تمہارے پاس آسکتے ہیں۔ وہ ان کے رضاعی چچا تھے۔ یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ عورت کو اس کے بھائی کے ملنے سے منع کریں۔

بخاری نے اس حدیث کو تفسیر المشبہات کے باب میں داخل کیا ہے۔ اس کے ساتھ وہ حدیث بھی ہے جس میں ارشاد فرمایا کہ

”جو بات تم کو شک میں ڈالے، اس کو ایسی بات کے لیے چھوڑ دو، جو تم کو شک میں نہیں ڈالتی۔“ [1]

یہ حدیث امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کی مؤید اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کی مخالف ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول مبارک سے کہ زانی کے لیے پتھر ہیں، مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانی سے فرزند کو بے تعلق کر دیا اور یہ کہ اس کو اس میں کوئی حق نہیں اور اسے اس کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ اسی طرح سے عرب کا قول ہے کہ تیرے منہ میں پتھر، یعنی تجھے کچھ نہیں مل سکتا۔ داوردی نے کہا ہے کہ زانی کے لیے پتھر سے مراد ہے کہ زانی محصن کو سنگسار کیا جائے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ فعل حرام، امر حلال کو حرام نہیں کرتا۔ اسی طرح انہوں نے کہا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم فرمانا تنزہ اور اختیار کی بنا پر تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ زنا حرام کر دیتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول اس میں مختلف ہے۔ انہوں نے کبھی فرمایا کہ فعل حرام، امر حلال کو حرام نہیں کرتا، کبھی کہا کہ وہ حرام کر دیتا ہے۔ ان کے اور ان کے شاگردوں کے مذہب میں غالب یہی ہے کہ وہ حرام نہیں کرتا۔

غلاموں کو آزاد کرنا

مصنف عبدالرزاق میں حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت سے پہلے قرض ادا کرتے دیکھا ہے۔ تم کہتے ہو کہ وصیت کے بعد اور

[1] جامع ترمذی: 2518

قرض کے بعد۔ [1] اس بارے میں علما میں اختلاف نہیں کہ قرض وصیت سے پہلے ہے۔ مؤطا وغیرہ میں حسن سے اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنے چھ غلام آزاد کیے تو رسول اللہ ﷺ نے ان میں قرعہ ڈالا۔ پھر ان غلاموں میں سے ایک تہائی آزاد کر دیئے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس شخص کے پاس ان غلاموں کے سوا کوئی مال نہ تھا۔ [2] چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس سے ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ میں اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھوں۔'' [3]

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر مجھے اس کا موقع ملتا تو وہ مسلمانوں کے ساتھ دفن نہ کیا جاتا۔''

پھر ان میں قرعہ ڈالا اور دو کو آزاد کر دیا۔ چار کو غلام رہنے دیا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ انصار میں سے ایک عورت نے چھ غلام آزاد کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے چھ تیر منگوائے۔ پھر ان میں قرعہ ڈالا اور دو کو آزاد کر دیا۔ دوسری کتابوں میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے تین حصے کیے، پھر دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام رکھا۔ [4] اسماعیل نے کہا ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی قیمت لگائی۔

سلیمان بن موسیٰ نے کہا ہے کہ مجھ کو یہ بات نہیں پہنچی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی قیمت لگائی۔ اگر سلیمان کا قول صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی قیمت برابر تھی، ورنہ قیمت لگانا ضروری تھا تاکہ تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ نیز پہلی حدیث محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی روایت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم کی کتاب میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مسند ہے۔

- اس حدیث میں ایک فقہی نکتہ وصیت کو تہائی میں جاری کرنا ہے۔
- دوسرا نکتہ قرعہ کے ساتھ آزاد کرنا ہے۔
- تیسرا نکتہ یہ ہے کہ جو شخص تہائی سے بڑھا دے تو تہائی تک رکھا جائے۔
- چوتھا نکتہ یہ ہے کہ قرض میں غلام آزاد کرنے کا فیصلہ وصیت کی مانند ہے۔
- اس میں پانچواں نکتہ یہ ہے کہ حاکم کے سامنے جو کچھ ہو، اس کی قیمت خود لگائے، اس کو کسی اور

[1] جامع ترمذی: 2122
[2] صحیح مسلم: 1668
[3] صحیح مسلم: 1668
[4] مصنف عبدالرزاق: 159/9

کے سپرد نہ کرے۔

- چھٹا نکتہ یہ ہے کہ غلام اپنے آقا پر جن حقوق کی طرف کسی کو توجہ دلائے، وہ شخص اُن کے متعلق آقا اور اس کے غلام میں فیصلہ کرے۔
- اس میں ساتواں نکتہ یہ ہے کہ غیر قرابت کے لیے تہائی کی وصیت جائز ہے طاؤس وغیرہ میں اس کے برخلاف کے قائل ہیں کہ جو شخص اپنی قرابت والوں کے غیر کے لیے وصیت کرے اور ان کے لیے وصیت نہ کرے تو اس کی وصیت باطل نہیں ہے۔

ایک اور جماعت نے کہا ہے کہ جو شخص اپنی قرابت کے غیر کے لیے وصیت کرے، اس کی وصیت کا تہائی مال اس کے اہلِ قرابت کو دیا جائے گا۔

مصنف عبدالرزاق میں عکرمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرما دیا کہ وارث کے لیے وصیت نہیں۔ عورت کے لیے اپنے مال میں سے کچھ جائز نہیں، مگر اپنے شوہر کی اجازت سے۔[1] عامر بن شعیب کی روایت میں جو اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے اور وہ حضور نبی کریم ﷺ سے کرتے ہیں، یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کے مدبر غلام کو فروخت کر دیا۔[2]

مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ اس شخص کے پاس اس کے سوا کوئی مال نہ تھا۔ کتاب ابن شعبان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر بنایا۔ وہ محتاج تھا اور اس کے ذمے قرض تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو آٹھ سو درہم کے عوض بیچ دیا اور وہ اس کو دے دیئے اور ارشاد فرمایا:

"اپنے قرض ادا کرو اور اپنے عیال پر خرچ کرو۔"[3]

امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ نے تاویل کی ہے کہ

"پہلی حدیث زیادہ صحیح ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مدبر غلام کو اس کے مدبر کرنے والے کی موت کے بعد فروخت کیا یا اس کی زندگی میں اس قرض کے لیے، جو اس کے ذمے تھا، مدبر کرنے سے پہلے فروخت کیا۔"

ابنِ ابی زید نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مدبر کو قرض میں فروخت کیا کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو بلایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس کو کون خریدتا ہے، پس جب یہ بات باطل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو بے معنی فروخت کیا ہو تو

[1] سنن ابوداود: 3565 [2] مسند ابویعلیٰ: 357/3 [3] سنن نسائی: 5418

یہی بات باقی رہتی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک فیصلہ کیا ہے اور ایک لازمی امر کو نافذ کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس کے پاس سوائے اس کے اور کوئی مال نہ تھا، پھر مر گیا۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو کون خریدتا ہے؟ اس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہے۔

پس روایت ہے کہ ایک آدمی نے آزاد کیا اور روایت کی ہے کہ اس نے مدبر کیا۔ ابنِ ابی زید کے مختصر میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ جب لوگوں نے اوطاس کی جنگ میں قیدی پائے تو عرض کیا کہ

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ عزل [1] کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ ہم قیمت کو پسند کرتے ہیں؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو حرام نہیں ٹھہرایا اور ان کے اس قول میں ہے کہ ہم قیمت کو پسند کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب کنیز کے بچہ پیدا ہو تو اس کی فروخت باطل ہو جاتی ہے۔ یہ روشن دلیل ہے بمعہ اس کے، جو مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اُمّ ابراہیم کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

''اس کے بچے نے اس کو آزاد کر دیا۔'' [2]

واضحہ میں ابن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صاحبِ اولاد ماؤں (اُم ولد) کی آزادی کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''ان کو نہ وصیت میں دیا جائے، نہ قرض میں دیا جائے۔'' [3]

مسلم نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن مسیب سے پوچھا کہ

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ام ولد کی آزادی کے بارے میں کیا رائے تھی؟''

تو انہوں نے کہا کہ انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو آزاد نہیں کیا بلکہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ساتھ یہ بھی حکم ارشاد فرمایا ہے کہ نہ ان کو (وصیت کے) تہائی مال میں نکالا جائے اور نہ قرض میں بیچا جائے۔ برقی کی کتاب رجال مؤطا میں سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ماریہ امّ ابراہیم نے تین مہینے کی عدت پوری کی اور ۱۶ ہجری کو وفات پائی۔

[1] عزل اس کو کہتے ہیں کہ مرد وطی میں انزال کے وقت الگ ہو جائے تاکہ نطفہ قرار نہ پکڑے اور حمل نہ ہو جنگ اوطاس کی مقید لونڈیوں کے متعلق یہ سوال اس لیے کیا گیا کہ ان سے استمتاع لذت بھی کریں اور وہ غیر حاملہ رہ کر قابلِ فروخت بھی رہیں کیونکہ ام ولد فروخت نہیں کی جاسکتی۔

[2] سنن ابن ماجہ: 2516 [3] سنن دارقطنی: 134/4

حدیث ثابت کرتی ہے کہ حضرت بریرہ [1] رضی اللہ عنہا حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ مدد مانگنے آئیں، اور بخاری کی ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ ان سے مدد مانگنے آئیں۔ ان کے ذمہ پانچ اوقیہ تھے جو انہوں نے پانچ سال میں باقساط ادا کیے۔ تمام حدیثیں بروایت عروہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ مگر ایک حدیث بروایت عمرہ، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مؤطا اور بخاری میں ہے کہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

''تیرے متعلقین پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو مال گن دوں اور تیری ولاء میرے لیے ہو تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔''

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے متعلقین کے پاس گئیں اور ان سے یہ بات ذکر کی تو انہوں نے انکار کیا۔ پھر وہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض گزار ہوئیں کہ وہ بات میں نے ان کو پیش کی تو انہوں نے اسی بات پر اصرار کیا کہ ولاء ہمارے لیے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو سماعت فرمالیا جب کہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''اس کو خرید لو اور ان کے لیے ولا کی شرط کر دو۔ [2] پس ولاء تو اسی کے لیے ہے، جو آزاد کرے۔'' [3]

چنانچہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں میں جلوہ افروز ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر ارشاد فرمایا:

''اما بعد! لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ جو شرط کتاب اللہ میں نہیں، وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ کا فیصلہ زیادہ سچا ہے اور اللہ کی شرط زیادہ محکم ہے۔ ولاء تو اسی کے لیے ہے، جو آزاد کرے۔''

[1] یہ ایک کنیز مکاتبہ تھیں جو اپنا مال کتابت پورا کرنے کے لیے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس سوال کرنے آئی۔ ان کا ذکر پہلے بھی حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الامۃ کے تحت گزر چکا ہے۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کا مال کتابت ادا کیا اور اس کی ولاء کی مالک ہوئیں۔

[2] یعنی ہر چند کہ یہ شرط ناجائز ہے تاہم تم ان کی خاطر اپنی طرف سے یہ شرط منظور کر لو اور شرع میں خود بخود یہ شرط باطل ہو جائے گی اور ولاء تمہارے لیے ہو جائے گی کیونکہ وہ آزاد کرنے والے کے لیے ہی ہوتی ہے۔ پس ان کے لیے شرط منظور کرنا گویا ان کے خلاف منظور کرنا ہے جو ان کے لیے مفید نہیں جیسے کہ آگے آتا ہے۔

[3] صحیح بخاری: 2168

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ عالیشان کے معنی کہ ''جو شرط کتاب اللہ میں نہ ہو'' یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف ہو اور حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کہ ''ان کے لیے ولاء کی شرط کر دو''، یہ ہیں کہ ان کے خلاف شرط کر دو اور اس واقعہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو طریق کار مذکور ہے، وہ کتاب الطلاق کے اندر اس لونڈی کے ذکر میں گزر چکا ہے، جو شوہر کے نکاح میں آزاد کی جائے۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کو اس وقت خریدا، جب وہ اپنا مال کتابت ادا کرنے سے عاجز آ گئی۔ اس کو مطرف وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

کتاب ابنِ شعبان میں ہے کہ اسلام میں پہلے مکاتب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے، جن کے متعلقین نے ان کو ایک سو کھجور کے پودے لگانے پر مکاتب کیا تھا۔ انہوں نے ان کے لیے یہ پودے مقررہ اوقات میں لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم پودے لگاؤ تو مجھے اطلاع دو۔''

چنانچہ جب وہ پودے لگانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پودوں کے لیے ان کے حق میں دُعا کی تو ان میں سے ایک بھی پودا خشک نہ ہوا۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ پہلا مکاتب ایک شخص تھا، جس کی کنیت ابو موئل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ابو موئل کی مدد کرو۔''

چنانچہ اس کی مدد کی گئی تو اس نے اپنا مال کتابت ادا کر دیا۔ کچھ مال اس کے پاس بچ گیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق فتویٰ چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔''[1]

اس مملوک کے آزاد کرنے کے بارے میں جس کی صورت بگاڑی جائے یا اس کے چہرے پر طمانچہ مارا جائے

مدوّنہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ زنباغ کا ایک غلام سندر یا ابنِ سندر، اس کی ایک لونڈی کا بوسہ لے رہا ہے۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور اس کے ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنباغ کو بلا بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اُن پر ایسا بار نہ ڈالو جس کی ان میں طاقت نہیں۔ ان کو کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور پہناؤ جو کچھ تم پہنتے ہو اور جس کو تم ناپسند کرتے ہو، بیچ دو، جس کو پسند کرتے ہو،

[1] سنن کبریٰ بیہقی: 21/7

رکھو اور اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس کی صورت بگاڑی جائے یا اس کو آگ کے ساتھ جلایا جائے، پس وہ آزاد ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہے۔''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو آزاد کر دیا۔ پھر اس نے عرض کیا کہ

''یارسول اللہ ﷺ! میرے بارے میں وصیت فرمائیے۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تیرے بارے میں ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہوں۔'' [1]

کتاب مسلم میں ہے اور سوید بن مقرن سے مروی ہے کہ اس کی ایک لونڈی کو کسی شخص نے تھپڑ مارا تو سوید نے اس کو کہا:

''کیا تجھے معلوم نہیں کہ چہرہ قابلِ حرمت ہے۔ تُو میرا معاملہ حالانکہ میں اپنے بھائیوں میں ساتواں ہوں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھ چکا ہے۔ ہمارے پاس ایک خادم کے سوا اور نہیں تھا۔ پس ہم سے ایک نے قصداً اس کے تھپڑ مار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ اُس کو آزاد کر دیں۔'' [2]

یہ حدیث کئی بار ذکر کی۔ ایک اور حدیث میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ

''یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں۔''

ارشاد فرمایا: ''اس سے خدمت لو، جب فائدہ اٹھا چکو تو چھوڑ دو۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اپنے غلام کو حد لگائے، جس کا وہ مستوجب نہیں یا اس کے طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کرے۔'' [3]

---

[1] سنن کبریٰ بیہقی: 36/8

[2] صحیح مسلم: 1658 ......یعنی ہر چند کہ قصور ایک بھائی کا تھا مگر وہ اتنا شدید تھا کہ باقی بے گناہ چھ بھائیوں نے اُس کے کفارہ میں اپنے اپنے حصے کا نقصان گوارا کر لیا۔ خصوصاً جب کہ خادم بھی ایک ہی تھا، جس سے سب بھائیوں کو دِقت اور تکلیف کا سامنا تھا۔ پھر بھی انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر اس خادم کو آزاد کرنا گوارا کر لیا۔ اس سے اس طمانچہ زنی کی سخت بُرائی ظاہر ہے۔ اگر کئی خادم ہوتے تو ان میں سے ایک خادم بآسانی آزاد کیا جا سکتا تھا۔

[3] صحیح مسلم: 1657

رسول اللہ ﷺ کا حکم پڑی چیز پانے کے بارے میں

موطا، بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور پھر آپ ﷺ سے پڑی چیز کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''اس کے تھیلے اور منہ باندھنے کی رسی کو پہچان رکھ، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ اگر اس کا مالک آگیا تو اس کے حوالے کر دے، ورنہ اس کو اپنے کام میں لا۔''

اس نے عرض کیا کہ ''گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟''

ارشاد فرمایا کہ

''وہ تیرے لیے یا تیرے بھائی کے لیے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔''

دوسری کتابوں میں ہے کہ اپنے بھائی کی گم شدہ چیز اسے واپس دے دے۔ اس نے عرض کیا کہ ''گمشدہ اونٹ؟''

بخاری اور مسلم نے کہا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور جلال سے سرخ ہو گیا اور ارشاد فرمایا:

''تجھے کیا پڑی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اور اس کے موزے ہیں، وہ پانی پر جا پہنچتا ہے اور درخت کو کھاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا مالک اسے آملتا ہے۔''[1]

ابن عبدالبر نے ذکر کیا کہ یہ اضافہ امام مالک رحمہ اللہ کی روایت کے سوا میں ہے کہ اپنے بھائی کی گم شدہ چیز اسے واپس کر دے۔ طحاوی نے کہا ہے کہ کوئی عالم امام مالک رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی گم شدہ بکری کے متعلق بیان میں متفق نہیں کہ اگر اس کو کھا لے جب کہ اسے خوفناک مقام میں پائے تو اس کا ضامن نہ ہو گا۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان عالی شان سے دلیل پکڑنا کہ

''وہ تیرے لیے ہے یا تیرے بھائی کے لیے ہے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔''

کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا کہ تیرے لیے ہے، اس سے تملیک مراد نہیں۔ اس لیے کہ بھیڑیا بھی تو بکری کو اس کے مالک کی ملک پر کھاتا ہے۔

بخاری و مسلم میں سوید بن غفلہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملا تو

[1] صحیح بخاری: 2436

انہوں نے بتایا کہ مجھے ایک تھیلی ملی، جس میں سو دینار تھے۔ میں ان کو حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا سال بھر اعلان کرو۔ میں نے اس کا اعلان کیا تو کوئی نہ ملا جو اُس کو پہچانے۔ پھر میں اُس کو آپ ﷺ کے پاس لایا تو ارشاد فرمایا:

"اس تھیلی، اس کی گنتی کو اور اسکے سر بند کو محفوظ رکھو۔ پھر اگر اس کا مالک آ گیا (تو اسے دے دو) ورنہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔"

پس میں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ پھر اس کے بعد میں اس سے مکے میں ملا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ تین سال کے بعد یا ایک سال کے بعد۔ [1]

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے مکہ کو فتح کیا تو آپ ﷺ لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا فرمائی، پھر ارشاد فرمایا:

"اللہ نے مکے سے قتل کو روک دیا اور اس پر اپنے رسول ﷺ کو اور مومنوں کو مسلط کیا، وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، آج میرے لیے ہی حلال ہوا ہے۔ وہ میرے بعد کسی کے لیے ہرگز حلال نہ ہوگا، نہ اس کا شکار بھگایا جائے گا۔ نہ اس کا درخت کاٹا جائے گا۔" [2]

ایک اور حدیث میں ہے کہ "نہ اس کی جھاڑی کاٹی جائے گی۔"

ایک اور جگہ ہے کہ "نہ اس کا کانٹا توڑا جائے گا اور نہ اس کی پڑی چیز اٹھائی ہوئی حلال ہو گی۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ "نہ اس کی گری ہوئی چیز حلال ہو گی، مگر پکارنے والے کے لیے۔"

ایک اور مقام میں ہے کہ تشہیر کرانے والے کے لیے اور جس کا کوئی آدمی مارا جائے، اس کو دو صورتوں میں سے بہتر صورت کا اختیار ہے کہ یا تو فدیہ لے اور یا قصاص لے۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مگر اذخر کیونکہ وہ ہمارے قبروں کے لیے ہے اور ہمارے زرگروں کے لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں ماسوائے اذخر کے۔"

اس پر اہل یمن میں سے ایک آدمی ابو شاہ کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! اپنا یہی خطبہ مجھے لکھوا دیجیے۔"

راوی کہتا ہے کہ اس کے لیے وہ خطبہ لکھ دیا گیا۔ [3]

[1] صحیح بخاری: 2426 [2] صحیح بخاری: 112 [3] صحیح بخاری: 112

اس شخص کے بارے میں حکم جو کہے میرا باغ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے

موطا، بخاری اور مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینے میں سب انصار سے زیادہ نخلستان رکھتے تھے۔ انکو اپنے مالوں میں سے خطہ بیرحا زیادہ محبوب تھا۔ وہ مسجد کے سامنے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل ہوتے اور اس کا لذیذ پانی نوش فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ

''تم ہرگز نیکی نہیں پاؤ گے، یہاں تک کہ اپنے پسندیدہ مالوں کو خرچ نہ کرو۔'' [1]

تب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے کہ تم ہرگز نیکی نہیں پا سکتے یہاں تک کہ اپنے پسندیدہ مال کو خرچ کرو۔ میرے مالوں میں سے مجھے زیادہ پسند بیرحا ہے اور وہ صدقہ ہے۔ میں اللہ کے پاس اس کے اجر اور ذخیرے کی امید کرتا ہوں۔۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو جہاں چاہیں، خرچ کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''واہ واہ! یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، میں نے سن لیا جو تم نے اس کے متعلق کہا: میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو قرابت داروں میں تقسیم کر دو۔''

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے منظور ہے۔''

پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے قرابت داروں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

بخاری کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کو اپنے محتاج قرابت داروں کو دے دو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''پس اس کو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے لیے متعین کر دیا۔ وہ دونوں ان کے لیے مجھ سے زیادہ قریب تھے۔'' [2]

اس میں فقہی نکتہ یہ ہے کہ جو شخص کہے کہ میرا گھر صدقہ ہے اور فقرا وغیرہ کے لیے ظاہر نہ کرے تو یہ جائز ہے اس کو اقارب میں یا جہاں چاہے، لگا دے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس طرح جائز نہیں۔

[1] آل عمران: 92 [2] صحیح بخاری: 1461

وہ یہ ظاہر کرے کہ کس کے لیے ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

- اس میں دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جب کوئی زمین صدقہ کرے اور حد نہ ظاہر کرے، پس یہ جائز ہے جب کہ وہ مشہور ہو یہ سب بخاری میں ہے۔

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں یحییٰ بن سعید سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ

مجھے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی سے، انہیں عبید اللہ بن عمیر سلمہ ضمری سے خبر ملی کہ ان کو بہزی سے اور ان کا نام زید بن کعب ہے، معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے کے قصد سے اس حال میں نکلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحا میں پہنچے تو اچانک ایک گورخر زخمی ملا۔ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''اس کو رہنے دو، شاید ابھی اس کا مالک آجائے۔''

پس بہزی، جو اس کے مالک تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس گورخر کا اختیار ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا اور انہوں نے اُسے رفیقوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام اثابہ میں تھے، جو رویبہ اور عرج کے درمیان ہے، اچانک ایک ہرن سائے میں جھکا بیٹھا تھا اور اس کے تیر لگا ہوا تھا۔ پس راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کے پاس کھڑا ہو جائے تا کہ لوگوں میں سے کوئی شخص اس کو بھڑکا نہ دے، یہاں تک کہ اس سے گزر جائے۔ [1]

- اس میں محرم کے لیے شکار کے (جانور کا گوشت) کھانے کا نکتہ ہے جبکہ اس کے لیے شکار نہ کیا جائے۔
- مشترکہ چیز کا ہبہ بخلاف قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ و ابن ابی لیلیٰ کے۔
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔
- غائب کے مال کی حفاظت۔
- تقسیم کا کام کسی کے سپرد کرنا۔
- امام کا ہدیہ کو قبول کرنا۔

[1] سنن نسائی: 2818

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا حکم ودائع اور امانات کے بارے میں

احکام ابن زیاد میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ''امین پر تاوان نہیں۔''

اہل علم نے کہا کہ مگر وہ اس میں تعدی کرے (تو پھر تاوان ہے)۔ احکام کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

''ہر ہاتھ کے ذمہ اس چیز کا واپس لوٹانا ہے، جس پر اس نے قبضہ کیا ہے۔''

بعض علما نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ امانت کا ضامن ہونا پڑتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ قول ہے کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کو ادا کردو۔ [1]

ابنِ سلام وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت کعبہ کی ولایت کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب کہ حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے کعبہ کی کنجی کے لیے درخواست کی...... تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کو ادا کردو۔'' [2]

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کنجی حضرت عثمان بن طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو دے دی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ شیبہ بن عثمان کو دے دی۔ پہلا قول امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہ کا ہے اور وہ زیادہ مشہور ہے۔ یہ روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ندا فرمائی کہ عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہاں ہیں؟ حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سر اٹھا کر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

''عثمان بن طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہاں ہیں؟''

حضرت عثمان بن طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کوتاہ قد تھے۔ بنی الخضرمی میں سے ایک آدمی نے ان کو اُٹھا کر پیش کیا تو حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ان کو کنجی عطا فرمادی۔ [3] وہ نقاب ڈالے ہوئے تھے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ان کو کنجی عطا فرما کر ارشاد فرمایا:

''اے بنی ابی طلحہ! اس کو سنبھالو ہمیشہ کے لیے، تم پر اس کے لیے ظالم کے سوا کوئی ظلم نہیں کرے گا۔''

ایک اور روایت ہے۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے سال ہوا ہے۔ طلحہ انہی عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا باپ تھا جس کو جنگِ احد میں حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے مقابلہ میں قتل کیا تھا۔ لہٰذا کنجی اس کی اُم ولد سلافہ ام عثمان بن طلحہ کے پاس رہی۔

[1] سورۃ النساء:58 [2] سورۃ النساء:58 [3] کنز العمال:763/10

امین کو قسم دینے کا مسئلہ

جب امین امانت کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اس کو حلف اٹھوانے کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلف لیا جائے اگرچہ وہ امین ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلف نہ لیا جائے مگر جب کہ وہ بدنام ہو۔

ابنِ منذر نے اشراف میں کہا ہے کہ قسم لینا زیادہ صحیح اور زیادہ اچھا ہے۔

ابنِ نافع نے امام مالک رحمہ اللہ سے مبسوط میں روایت کیا ہے کہ جب قرض گیر دعویٰ کرے کہ مال سارا یا اس کا کچھ حصہ تلف ہو گیا تو اس سے حلف لیا جائے، خواہ وہ بدنام ہو یا بدنام نہ ہو۔ یہی قول ابنِ مواز کا ہے۔ واضحہ میں ہے کہ اس سے حلف نہیں لیا جائے گا مگر یہ کہ بدنام ہو یا بددیانت ہو۔ مبسوط میں ودیعت کے تلف ہونے کے بارے میں ہے کہ اسی طرح اس سے ہر حال میں حلف لیا جائے۔ اسی طرح مدوّنہ میں ابنِ قاسم کا قول امام مالک رحمہ اللہ سے ہے کہ حلف لیا جائے خواہ بدنام ہو یا بدنام نہ ہو۔

اس مانگی ہوئی چیز کے ذمہ دار ہونے کا حکم، جو غائب کی جاسکتی ہے

مؤطا میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بعض عورتیں اپنی بستی میں اسلام لاتیں، وہ ہجرت نہ کرتیں اور ان کے اسلام لانے کے وقت ان کے شوہر کافر ہوتے۔ ان عورتوں میں سے ایک ولید بن مغیرہ کی بیٹی ہے۔ وہ صفوان ابن اُمیہ کے نکاح میں تھی۔ فتح مکہ کے دن وہ اسلام لائی اور اس کا شوہر صفوان بن امیہ بھاگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اس کا چچیرا بھائی، وہب بن عمیر، اپنی چادر مبارک صفوان بن اُمیہ کے لیے امن کی نشانی کے طور پر دے کر بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور پیغام دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آجائیں پھر اگر وہ کسی امر پر راضی ہوں تو اس کو قبول فرما لیں گے، ورنہ ان کو دو ماہ تک کے لیے چلنے پھرنے کی اجازت دیں گے۔

جب صفوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کے ساتھ آئے تو لوگوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکار کر کہا:

> ''یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ وہب بن عمیر میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر (مبارک) لے کر آیا اور اس نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کے لیے

بلایا ہے۔ پس اگر میں کسی بات پر راضی ہوں تو آپ ﷺ اس کو قبول فرمالیں گے، ورنہ آپ ﷺ دو ماہ کے لیے چلنے پھرنے کی اجازت دیں گے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے ابو وہب! اُتر آؤ۔''

انہوں نے کہا: ''نہیں، واللہ! حتیٰ کہ آپ ﷺ مجھے کھول کر بتا دیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''تم کو چار ماہ چلنے پھرنے کی اجازت ہے۔''

اُس کے بعد رسول اللہ ﷺ حنین میں ہوازن کے مقابلے پر تشریف لے گئے تو صفوان بن امیہ کی طرف پیغام بھیجا (جس میں) اس سے آلات و اسلحہ بطور رعایت طلب فرمائے۔ صفوان نے کہا کہ ''کیا بخوشی یا بہ مجبوری؟''

ارشاد فرمایا: ''بخوشی''۔ انہوں نے آپ ﷺ کو آلات و اسلحہ جو ان کے پاس تھے، عاریۃً دے دیے۔

یحییٰ کی روایت میں ہے کہ پھر وہ واپس آ گیا اور یہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف اور حنین کی لڑائی میں گیا اور اسی طرح سب راویوں نے بیان کیا لیکن وہ کافر تھا اور ان کی بیوی مسلمان تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان میں اور ان کی بیوی میں تفریق نہیں کی، یہاں تک کہ صفوان اسلام لائے اور ان کی بیوی اُسی نکاح کے ساتھ ان کے پاس رہی۔ ان دونوں کے اسلام میں تقریباً ایک ماہ کا فاصلہ تھا۔ [1]

مصنف عبدالرزاق میں صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بتایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صفوان سے دو قسم کی عاریتیں لیں، ایک ذمہ داری کے ساتھ، دوسری بلا ذمہ داری۔ [2]

سیر وغیرہ میں ہے اور اس کو ابنِ شعبان نے ذکر کیا ہے کہ عاریت کی اشیا ایک سو زرہیں تھیں مع ان اسلحہ کے، جو اُن کے لیے کافی ہوں۔ وہ مزید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ بھی فرمائش کی کہ ان کو اٹھوا لے جانے کا کام بھی ہم لوگوں کے بجائے خود ہی کر دیں۔ انہوں نے اس کی تعمیل کی۔ کتاب نسائی میں ہے کہ ان کو تیس اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔

مؤطا کے سوا (دوسری کتابوں) میں ہے کہ حضرت صفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے

[1] مؤطا امام مالک: 1154 [2] مصنف عبدالرزاق: 180/8

عرض کیا جب کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ان سے اسلحہ کی فرمائش کی تو انہوں نے دریافت کیا کہ ''یا محمد (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ)! زبردستی؟''

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ''بطور عاریت، جو قابل ادا ہے۔'' [1]

پس اس مسئلے میں کلام کرنے والوں کے نزدیک عاریت مستعیر کی ذمہ داری میں ہوتی ہے، حتیٰ کہ وہ اسے اس کے مالک کو ادا کردے۔ اگر وہ تلف ہو جائے اور اس کے تلف ہو جانے کا اس کو علم ہو تو ظاہر حدیث کی رو سے ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی۔ امام مالک رحمہ اللہ و دیگر یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب عاریت کے تلف ہونے پر گواہی قائم ہو، تو ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر اگر وہ اس قسم کی چیز ہو، جو غائب نہیں کی جاسکتی، جیسے جانور۔ تو اُس پر ذمہ داری نہیں اور اس کے تلف کے دعوے میں اس قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی تاوقتیکہ اس کا جھوٹ ظاہر نہ ہو۔

مصنف ابی داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ

''اے صفوان! کیا تمہارے پاس کچھ ہتھیار ہیں؟''

انہوں نے کہا: ''کیا زبردستی یا عاریت؟''

ارشاد فرمایا کہ ''عاریت۔'' تو انہوں نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کو تیس سے چالیس زرہوں تک بطور عاریت دیں۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے حنین کی جنگ کی اور مشرک شکست یاب ہوئے تو صفوان کے زرہیں جمع کی گئیں، ان میں سے کچھ زرہیں گم ہو گئیں۔ اس پر حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے صفوان سے ارشاد فرمایا کہ

''تمہاری زرہوں سے کچھ زرہیں ہم کو ملتی نہیں، تو کیا ہم تم کو جرمانہ ادا کریں''

انہوں نے عرض کیا: ''نہیں یارسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ! کیونکہ آج میرے دل کی وہ کیفیت ہے جو اس روز نہ تھی۔''

ابوداؤد نے کہا کہ انہوں نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کو وہ (زرہیں) اپنے اسلام لانے سے پہلے عاریت دی تھیں۔ [2]

اصیلی کی (کتاب) دلائل میں ہے کہ ذمہ داری اس عاریت میں ہے، جو غائب کی جا سکے، اس کا تلف ہونا مخفی ہو۔ پس اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے تلف ہونے کا سبب مستعیر نہیں تو اس پر ذمہ داری نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاریت میں ذمہ داری نہیں، خواہ اس کا تلف ہونا مخفی ہو یا مخفی نہ ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاریت پر بہر حال ذمہ داری ہے۔

[1] سنن ابوداؤد: 3563
[2] سنن ابوداؤد: 3563

عاریت کے مضمون ہونے کے دلائل اور ان کا رد

اگر کہا جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہاتھ جس چیز کو لے، اس کا واپس دینا اس کا ذمہ ہے، تو کہا جائے گا کہ یہ حدیث حسن سے روایت کی جاتی ہے۔ وہ حضرت سمرہ سے روایت کرتے ہیں اور حسن کا سمرہ سے روایت کرنا بھی ناقابلِ حجت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حسن عاریت کا زیر ذمہ داری ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ اگر کہا جائے کہ صفوان کی حدیث میں ہے کہ عاریت زیر ذمہ، تو کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ لفظ ثابت بھی ہو جائیں تو اس سے عاریت کا اس طرح زیر ذمہ داری ہونا لازم نہیں آتا، جیسے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

بلاشبہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے رعایت کی ذمہ داری اپنے اوپر لازم فرمائی کیونکہ صفوان کے لیے آپ ﷺ کا ایفائے عہد داخل مصلحت تھا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے ان سے وہ اقرار کیا، جو اپنی ذات پر لازم کیا تھا۔ جو بات کفار کے لیے لازم ہو، اس کے ساتھ احکام دیں۔ اس میں استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ قاسم بن اصبغ، ابن وضاح سے، وہ سحنون سے، وہ ابن وہب سے، وہ ابن قیس سے اور وہ حمزہ بن ابی حمزہ ضبی سے روایت کرتے ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ تک مرفوع حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص لوگوں کے محلے میں ان کے اذن سے گھر بنا لے، پھر وہ اس کو نکالنا چاہیں، تو اس گھر کی قیمت لینا اس کا حق ہے۔ جو شخص لوگوں کے محلے میں ان کے اذن کے بنا گھر بنالے تو اس کو صرف ملبہ اُٹھا لینے کا حق ہے۔“[1]

علما نے عمرو بن قیس اور حمزہ ضبی سے اس حدیث پر جرح کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حکم وراثت کے مالوں میں

معانی القرآن نحاس میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن ربیع کی عورت نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ

”یارسول اللہ ﷺ! میرا شوہر آپ ﷺ کی معیت میں قتل ہو گیا۔ آج یہ حالت ہے کہ عورتوں کے ساتھ نکاح صرف مال کے لیے کیا جاتا ہے۔ اِدھر یہ کیفیت ہے

[1] سنن کبریٰ بیہقی: 91/6

کہ میرا خاوند اپنے بعد مجھے اپنی دو لڑکیوں کو اور اپنے باپ کو چھوڑ گیا ہے۔ باپ نے سب مال سنبھال لیا ہے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلایا اور حکم فرمایا کہ

''اس کو آٹھواں حصہ دے اور بیٹیوں کو دو تہائی دے اور باقی تیرا ہے۔''[2]

محمد بن سحنون نے اپنی تالیف کتاب الفرائض میں کہا ہے کہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ عورتوں کے ساتھ نکاح ان کے مالوں کی وجہ سے کیے جاتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ ان دونوں ہستیوں کو دیکھ رہا ہے۔ اگر چاہے گا تو ان کے بارے میں (حکم) نازل فرما دے گا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے کئی روز توقف فرمایا۔ اس کے بعد سعد کی بیوی کو کہلا بھیجا کہ

''اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیٹیوں کے بارے میں (حکم) نازل فرمایا ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يُوصِيكُمُ اللهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ۔

''تمہاری اولاد کے حصوں کے بارے میں اللہ تم سے کہے دیتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ترکہ میں ان کا حصہ دو تہائی ہے۔''[3]

اسلام میں تقسیم میراث کا پہلا واقعہ

رسول اللہ ﷺ نے بیوی کو آٹھواں حصہ، دونوں بیٹیوں کو دو تہائی اور باپ کو باقی ماندہ مال دے

[1] عورت کی عرض کا مطلب یہ تھا کہ یتیم بچیاں تہی دست رہ گئیں اور بے مال و نادار لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنا کوئی پسند نہیں کرے گا۔

[2] سنن ابوداود: 2891 [3] سورۃ النساء: 11

دیا۔ راوی نے کہا ہے کہ یہ پہلی میراث ہے، جو اسلام میں تقسیم کی گئی۔ یہ سعد بن ربیع انصاری کی میراث ہے۔ مجھ کو سحنون نے اس کی خبر دی۔ انہوں نے ابنِ وہب سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سعد کی بیوی نے یہ معاملہ دربار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا۔

بخاری شریف میں ہے کہ ہذیل بن شرحبیل نے کہا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کے بارے میں جو وفات پا گیا، دریافت کیا گیا۔ وہ ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن چھوڑ گیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''بیٹی کے لیے نصف اور بہن کے لیے نصف ہے۔ تم ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، اُمید ہے کہ وہ بھی میرے قول کے ساتھ اتفاق کریں گے۔''

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے قول کے بارے میں اطلاع دی۔ انہوں نے فرمایا کہ

''اگر میں بھی ایسا ہی فیصلہ کردوں تو سمجھیے کہ میں گمراہ ہو گیا اور ان لوگوں میں نہ رہا جو راہِ راست پر ہیں۔ میں ان میں وہ فیصلہ کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیٹی کے لیے نصف، پوتی کے لیے چھٹا حصہ تاکہ اس سے دو ثلث پورے ہو جائیں اور باقی ماندہ بہن کے لیے ہے۔''

پھر وہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے مطلع کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ

''جب تک یہ علامہ تم میں موجود ہے، مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔'' [1]

بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''مقررہ حصے ان کے حق داروں کو پہنچاؤ۔ پھر جو بچے، وہ زیادہ قریبی شخص کے لیے ہے، جو مرد ہو۔'' [2]

اہل علم کے نزدیک اس کے معنی وہ عصبہ ہیں، جو بحالت مرد ہونے کے ہی ورثہ پا سکتے ہیں، جیسے پھوپھیاں، چچے، بھائیوں کی اولاد، چچوں کی اولاد۔ پس ماقی لینے والے ان میں سے صرف مرد ہیں نہ کہ عورتیں۔ لیکن اگر میت ایک بیٹی اور ایک حقیقی بہن اور ایک حقیقی بھائی چھوڑے تو بیٹی کے لیے نصف ہے اور

[1] صحیح بخاری: 6736 [2] صحیح بخاری: 6732

نصف بھائی بہن میں ہے۔ اس حساب سے کہ مرد کے لیے، دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہو اور اسی طرح بیٹی اور علاتی بھائی بہن کا معاملہ ہے۔ اس میں بھی جواب یکساں ہے۔ یہاں یہ نہیں کیا جاتا کہ مرد اپنی بہن سے مقدم ہے۔

بہن کا حصہ

بخاری، مسلم شریف اور دیگر کتب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیٹی اور بہن کے بارے میں مروی ہے کہ دونوں نے فرمایا کہ

''بیٹی کے لیے نصف اور عصبہ کے لیے نصف ہے۔ بہن کے لیے کچھ نہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہا گیا کہ

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیٹی کے لیے نصف اور بہن کے لیے نصف ٹھہراتے تھے۔''

اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

''تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ!''

معمر نے کہا ہے میں سمجھ نہیں سکا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ پھر میں ابن طاؤس کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے اپنے والد سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا ہے کہ

''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اگر ایک شخص ہلاک ہو جائے، اس کی اولاد نہ ہو اور اس کی بہن ہو تو اس کے لیے ترکہ نصف ہے۔'' [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

''تم کہتے ہو کہ اس کے لیے نصف ہے، اگرچہ اس کے اولاد ہو۔''

ابن طاؤس نے کہا میرے والد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ ایک شخص سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں کچھ روایت کرتے تھے۔ طاؤس اس پر مطمئن نہ تھے۔ اس کے متعلق شک کرتے تھے۔ پس اُخت کے بارے میں کچھ نہیں کہتے تھے۔

دادیوں نانیوں کا حصہ

مؤطا میں ابنِ شہاب سے مروی ہے کہ وہ عثمان بن ابی اسحاق بن حرشہ سے اور وہ قبیصہ بن

[1] سورۃ النساء: 176

ذوئب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک دادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ان سے اپنے ورثہ کا سوال کرنے آئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کتاب اللہ میں تیرے لیے کچھ نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں تیرے لیے مجھے کچھ معلوم نہیں، تو واپس چلی جا۔ میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھوں گا۔''

چنانچہ انہوں نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ (ایک بڑھیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں آئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چھٹا حصہ عطا فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ

''کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔''

تو محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے بھی وہی بات کہی جو مغیرہ نے کہی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے حصہ قائم کر دیا۔ پھر ایک اور دادی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے ورثہ کا سوال کرنے آئی۔ انہوں نے فرمایا:

''تیرے لیے کتاب اللہ میں کچھ نہیں اور جو فیصلہ ہوا ہے، وہ تیرے سوا دوسری کے لیے ہی ہوا ہے۔ میں فرائض میں کچھ زیادہ نہیں کر سکتا لیکن وہ صرف چھٹا حصہ ہے۔ پس اگر تم دونوں اس میں جمع ہو جاؤ تو تم دونوں کے لیے ہے۔ جو تم میں اکیلی اس کو پائے تو اس کے لیے ہے۔''[1]

مصنف عبدالرزاق میں منصور سے مروی ہے کہ وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دادیوں کو چھٹا حصہ عطا فرمایا۔ میں نے ابراہیم سے پوچھا کہ وہ کون کون تھیں؟ کہا کہ ایک اس کے باپ کی نانی، ایک اس کے باپ کی دادی، ایک خود اس کی نانی۔''[2]

حقیقی اور علاتی بھائی بہن

محمد بن سحنون کے دیوان کی کتاب الفرائض میں ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابومحمد بن عمر نے ابن جریج سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے عمرو بن شعیب سے بیان کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ صادر فرمایا کہ

[1] سنن ابو داؤد: 2894 [2] سنن دار قطنی: 90/4

"حقیقی بھائی، علاتی بھائی سے اولیٰ ہے۔ پھر علاتی بھائی، حقیقی بھائی کے بیٹے سے اولیٰ ہے۔ پھر جب باپ اور ماں کے بیٹے اور باپ کے بیٹے ایک ہی درجہ پر، اور ایک ہی نسب سے ہوں، تو باپ اور ماں کے بیٹے، باپ کے بیٹوں سے اولیٰ ہیں۔ جب باپ کے بیٹے ہی نسب سے ہوں تو باپ اور ماں کے بیٹے، باپ کے بیٹوں سے اولیٰ ہیں۔ جب باپ کے بیٹے باپ اور ماں کے بیٹوں سے باپ کے ساتھ بلند رتبہ ہوں تو باپ کے بیٹے اولیٰ ہیں۔ جب نسب میں برابر ہوں تو باپ اور ماں کے بیٹے، باپ کے بیٹوں سے اولیٰ ہیں۔"

راوی نے کہا اور فیصلہ فرمادیا کہ

"حقیقی چچا علاتی چچا سے اولیٰ ہے اور علاتی چچا حقیقی چچا کے بیٹوں سے اولیٰ ہے۔ پھر جب باپ اور ماں کے بیٹے اور باپ کے بیٹے ایک ہی درجہ میں ایک ہی نسب سے ہوں، تو باپ اور ماں کے بیٹے، باپ کے بیٹوں سے اولیٰ ہیں۔ بھائی کے ساتھ اور بھتیجے کے ساتھ چچا اور چچا کا بیٹا ورثہ نہیں پاتے۔"

فیصلہ فرمایا کہ

"جس کے عصبے اکیلے ہوں تو ان کے لیے اس کی میراث فرائض کے مطابق ہوگی، جو کتاب اللہ میں ہیں۔"

محمد بن سحنون نے کہا کہ یہ حدیث علما کے نزدیک مجمع علیہ ہے۔

ماموں کا ورثہ

حضرت حماد بن سلمہ نے روایت کیا ہے کہ ثابت بن دحداح فوت ہو گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے عاصم بن عدی سے پوچھا کہ کیا تم عرب میں اس کا نسب جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! بے شک عبدالمنذر نے اس کی بہن سے نکاح کیا تو اس سے ابولبابہ پیدا ہوا، وہ اس کا بھانجا ہے۔"

محمد بن نضر مروزی کی کتاب سے ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کسی آدمی کے تیر مارا اور اسے مار ڈالا۔ اس کا کوئی وارث نہ تھا مگر اس کا ایک ماموں۔ یہ واقعہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس شخص کے حق دار ہیں، جس کا کوئی حق دار نہ ہو اور ماموں اس شخص کا وارث ہے، جس کا کوئی وارث نہ ہو۔"

ہم سے وکیع نے حدیث بیان کی ابوخالد سے، انہوں نے شعبی سے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا ایک آزاد کردہ غلام مر گیا۔ اس نے ایک بیٹی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (وارث) چھوڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بیٹی کو نصف اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو نصف عطا فرمایا۔

شعبی کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ واقعہ فرائض (کے احکام نازل ہونے) سے پہلے کا ہے یا بعد کا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مکہ سے ۷ ہجری میں عمرہ القضا کے سال لائے تھے اور فرائض، جنگِ اُحد سے تھوڑا عرصہ بعد نازل ہوئے ہیں۔ ابن ابی النضر نے کہا کہ بعض کا قول ہے کہ جب وہ مکہ سے آئیں تو نابالغ تھیں۔ پس اگر ایسا ہی ہوا ہے تو ان کا بالغ ہو جانا اور غلام آزاد کرنا اور اس کے آزاد کردہ غلام کا اس مدت میں نزول فرائض کے بعد مر جانا ممکن ہے۔ اس میں اس شخص کی تردید ہے، جو اس کو ردّ (ورثہ) کے ساتھ وارث بناتا ہے۔ روایت کیا گیا ہے کہ وہ آزاد کردہ غلام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ صحیح یہ ہے کہ وہ ان کی صاحبزادی کا غلام تھا۔

عورت کی وراثت

واثلہ ابن الاسقع یعنی ابوصافہ نے روایت کیا ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

> ''عورت تین ورثے پاتی ہے، اپنے آزاد کیے ہوئے غلام کا، لاوارث پڑے ہوئے بچے کا، جو اس کا پرورش کردہ ہو۔ اپنے اس بچے کا جس کے لیے اس نے (اپنے شوہر کے ساتھ) لعان کیا ہے۔'' [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم حرامی بچہ کے بارے میں

ابن نصر مروزی کی کتاب میں ہے کہ اہلِ عراق وحجاز وشام ومصر اس بات پر متفق ہیں کہ زانی کے ساتھ نسب ملحق نہیں ہوتا۔ اسحاق بن راہویہ اس طرف گئے ہیں کہ زنا کا بچہ جب اس شخص کے فراش پر پیدا نہ ہوا ہو، جس کے فراش پر پیدا ہونے کا اسے دعویٰ ہے، تو وہ اس کا وارث نہیں۔ جب زانی اس کا دعویٰ کرے تو اس کے ساتھ منسوب کیا جائے گا۔ انہوں نے اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان عالیشان کی تاویل کی ہے کہ بچہ فراش کے لیے ہے اور زناکار کے لیے پتھر ہے۔ [2]

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: 295/6

[2] مصنف ابن ابی شیبہ: 295/6

اس روایت سے انہوں نے دلیل پکڑی ہے، جو حسن سے ایک آدمی کے بارے میں مروی ہے۔ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا۔ پس اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس شخص نے اس بچہ کا دعویٰ کیا۔ ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے درّے لگائے جائیں اور بچہ اس سے متعلق کر دیا جائے۔

عروہ اور سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ جو شخص کسی بچے کی طرف یہ کہتا ہوا گزرے کہ وہ اس کا بیٹا ہے اور اس نے اس کی ماں کے ساتھ زنا کیا ہے۔ کوئی دوسرا شخص اس لڑکے کا مدعی نہ ہو تو وہ اس کا وارث ہوگا۔ سلیمان نے دلیل یہ پکڑی ہے کہ حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ جاہلیت کی اولاد کو ان لوگوں سے متعلق کر دیتے تھے، جو اسلام میں ان کا دعویٰ کرتے تھے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ عمرو بن شعیب نے کہا کہ مصنف ابی داؤد میں اتنا اضافہ ہے کہ اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ صادر فرمایا کہ

''جو شخص اپنے باپ کی موت کے بعد اس کا مولود ہونے کا دعویٰ کرے اور متوفی کا وارث بھی اُس کو تسلیم کر لے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اُس کی مملوکہ لونڈی سے ہو تو وہ اُسی کا ہے، جس کا وہ ہونا چاہتا ہے۔ باپ کی میراث سے اُس کے لیے کوئی شے نہیں ہے۔ ہاں اگر ساتھ شامل کرنے والا حصہ میں سے کچھ دے دے تو وہ اور بات ہے۔ اگر وہ اُس کی مملوکہ لونڈی سے نہ ہو یا آزاد عورت سے ہو تو اُس کو میراث سے کچھ نہ ملے گا۔''

قیافہ شناسوں کے متعلق

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے؛ وہ فرماتی ہیں کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کے خطوط درخشاں تھے۔ ارشاد فرمایا:

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مُجزِز نے ابھی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا اور ان دونوں پر کمبل تھا، جس سے دونوں نے اپنے سر ڈھک رکھے تھے، صرف پاؤں ظاہر تھے تو اس نے کہا کہ یہ قدم باپ بیٹے کے ہیں۔''[1]

مروزی کی کتاب اختلاف العلماء سے منقول ہے کہ جو حضرات قیافہ شناسوں اور ان کے فیصلہ

[1] صحیح بخاری: 6770

کے قائل ہیں، وہ امام مالک، لیث، اوزاعی، امام شافعی، احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے اس کے ہم معنی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا اثبات فرمایا ہے۔ اس کا انکار نہیں فرمایا۔ اگر یہ علم غلط ہوتا تو ضرور انکار فرماتے کیونکہ اس میں محصنہ عورتوں پر تہمت اور نسبوں کا انکار ہے۔

اصیلی کے دلائل میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب یمن میں تھے تو تین شخص ان کے پاس لائے گئے۔ وہ ایک بچے کے دعوے میں مشترک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور جس کے نام قرعہ پڑا، اس کو اپنے ساتھیوں کے لیے دو تہائی قیمت کا ذمہ دار ٹھہرایا اور بچہ اس کے سپرد کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے فیصلے کی خبر عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔"

مصنف ابی داؤد میں ہے اور اس کی مثل محمد بن نصر مروزی کی کتاب سے منقول ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے عکرمہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مکاتب کے بارے میں، جس کو قتل کیا گیا، اتنی مقدار میں آزاد کی دیت کا فیصلہ فرمایا، جس قدر حصہ اس سے آزاد کیا جا چکا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

"مکاتب پر مملوک کی حد قائم کی جاتی ہے۔"

حماد بن زید سے روایت ہے کہ وہ ایوب اور وہ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مکاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قتل کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ ارشاد فرمایا کہ

"جس قدر (زر کتابت) وہ ادا کر چکا ہے، اس کے حساب سے حر کی دیت دی جائے اور جس قدر حصہ اس کا غلامی میں ہے (اس کے حساب سے) غلام کی دیت دی جائے۔" [1]

اسی طرح مصنف ابی داؤد میں آیا ہے کہ کتاب ابن نضر میں سفیان بن عیینہ سے وہ عمر بن عوسجہ سے اور وہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مر گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلقین میں کوئی نہ پایا مگر ایک غلام، جس کو اس نے آزاد کیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی میراث اسے دے دی۔

[1] سنن ابو داؤد: 4581

ہم سے عبدالرزاق نے انہوں نے ابن جریج سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے روایت کی کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے اپنا کوئی وارث نہ چھوڑا تھا۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تلاش کرو، ان کو کوئی نہ ملا، جو اس کا وارث ہوتا۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے وہ میراث اس شخص کو دے دی، جس کو مرنے والے نے آزاد کیا تھا۔ [1] اسی پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا۔

سلیمان بن یسار سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حبشہ کے ایک شخص کی میراث کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دیکھو، یہاں جو کوئی حبشہ کے مسلمانوں میں سے ہو تو اس کی میراث اس کو دے دو۔''

مصنف عبدالرزاق میں عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ ارشاد فرمایا کہ

> ''جو شخص حلیف ہو، جس سے جاہلیت میں حلف لیا گیا ہو تو وہ اپنے حلف پر ہے۔ اس کے لیے دیت سے حصہ ہے۔ اس سے دیت کا حصہ وہ شخص بھی لے گا جس کے ساتھ اس نے حلف کیا ہے۔ اس کی میراث اس کے عصبوں کے لیے ہے اور فرمایا کہ اسلام میں حلف نہیں۔ لوگوں نے جاہلیت کے حلف سے کام لیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں اس کو زیادہ سختی ہی دی ہے۔''

مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحسین کو یہ کہتے سنا ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کے خلاف حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں دعویٰ دائر کیا اور کہا کہ میرا باپ میرا مال کھا رہا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

> ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہیں۔ پھر اس کے لیے (یعنی باپ کے لیے) اس کا یعنی مال کھانے کا حکم صادر فرمایا۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے (باپ کو) ارشاد فرمایا:

> ''اس کے ساتھ جاؤ، پھر اگر یہ تم سے انکار کرے تو مجھے مطلع کرو۔ میں تم کو اس کے مقابلہ میں مدد دوں گا۔'' [2]

عبدالرزاق نے ہم سے حدیث بیان کی ہے۔ اُن سے ابن جریج نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو عبدالکریم نے خبر دی کہ ایک شخص نے عرض کیا:

[1] سنن ابوداؤد: 2905
[2] مصنف عبدالرزاق: 131/9

"یارسول اللہ ﷺ! میرا باپ مجھ سے میرا مال مانگتا ہے۔"

ارشاد فرمایا: "تو اسے دے دو۔"

اس نے عرض کیا:

"وہ تو چاہتا ہے کہ میں اس کے لیے اس سے دست بردار ہو جاؤں۔"

ارشاد فرمایا: "تو اُس کے لیے اس سے دست بردار ہو جا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ

"حضور نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اور اگر وہ تم سے یہ تقاضا کریں کہ ان کے لیے اپنی دنیا سے نکل جاؤ تو ان کے لیے اس سے (بھی) نکل جاؤ۔" [1]

رسول اللہ ﷺ کا حکم ذوی الارحام کی میراث کے بارے میں

مصنف عبدالرزاق میں معمر سے روایت ہے۔ وہ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ پھر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ خالہ اور پھوپھی؟ تو حضور نبی کریم ﷺ اسی طرح بار بار فرماتے رہے کہ "خالہ اور پھوپھی!" ...... آپ ﷺ اُن کے بارے میں وحی کے منتظر تھے۔ ان کے بارے میں کچھ نازل نہ ہوا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان کے بارے میں کچھ نازل نہیں ہوا۔" [2]

ایک اور حدیث میں صفوان بن سلیم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! ایک آدمی نے اپنی خالہ اور پھوپھی چھوڑی، تو ان کے لیے کیا حصہ ہے؟"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الٰہی! ایک شخص نے اپنی خالہ اور پھوپھی چھوڑی، اس کے بارے میں کچھ نہ فرمایا۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے لیے کچھ نہیں۔" [3]

ایک اور حدیث میں معمر، ابن طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں سنا کہ

[1] مصنف عبدالرزاق: 131/9 [2] مصنف عبدالرزاق: 281/10 [3] مصنف عبدالرزاق: 281/10

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ

''اللہ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اس شخص کے والی ہیں، جس کا کوئی والی نہ ہو۔ ماموں اس کا وارث ہے، جس کا کوئی وارث نہ ہو۔'' [1]

اس کو عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا اور انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کیا ہے۔

اصیلی کی کتاب دلائل میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے پھوپھی اور خالہ کے ورثہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اونٹ پر سوار ہو کر بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اونٹ کو روکو''، پھر اپنا سرِ انور علیہ الصلوۃ والسلام اٹھایا اور پھر ارشاد فرمایا:

''الٰہی! ایک شخص مر گیا اور اس نے اپنی پھوپھی اور اپنی خالہ چھوڑی۔''

پھر دوسری نوبت میں ارشاد فرمایا: ''سائل کہاں ہے؟ ان دونوں کے لیے کچھ نہیں۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کیا گیا تو تھوڑی دیر چلتے رہے، پھر ارشاد فرمایا:

''مجھے جبرئیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ ان دونوں کے لیے کوئی حصہ نہیں۔'' [2]

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا حکم قاتل کو میراث سے محروم کرنے پر

ابو محمد بن ابی زید نے کہا جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے قاتل کو، اس بنا پر کہ اس نے قتل کا ارتکاب کیا ہے، میراث سے محروم کر دیا تو مریض کے لیے عورت کو میراث سے محروم کر دینا ممنوع ہو گیا، جب تک کہ اس کی عدت سے کچھ باقی رہے، اس بنا پر کہ اس نے طلاق واقع کی ہے۔ ان کے سوا دوسروں نے کہا ہے کہ عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ''قاتل کے لیے میراث سے کچھ نہیں۔'' [3]

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''جب اس کو غلطی سے قتل کرے، تو مال کا وارث ہو گا اور دیت کا وارث نہ ہو گا۔ جب عمداً قتل کرے، تو نہ مال سے وارث ہو گا، نہ دیت سے اسے کچھ ملے گا۔''

اس پر علما کا اجماع ہے کہ قتل عمد کا مرتکب مقتول کے مال سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوتا، نہ اس کی دیت کا۔ اختلاف تو صرف قتل خطا میں ہے، جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا۔

[1] سنن ترمذی: 2103
[2] شرح معانی الآثار للطحاوی: 395/4
[3] سنن ابن ماجہ: 2646

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مسلمان کی وصیت میں جس پر نصرانی شاہد ہو اور غلام کے بارے میں جس کے کان کاٹے جائیں اور صلح میں دیئے ہوئے قطعہ زمین کے بارے میں اور اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو پائے

تفسیر ابن سلام میں کلبی نے کہا ہے کہ ایک شخص بنی سہم کا آزاد کردہ غلام تھا، وہ تجارت کے لیے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ تمیم داری اور ایک آدمی اور تھا۔ دونوں نصرانی تھے۔ جب سہمی مرنے کے قریب ہوا تو اس نے وصیت لکھی، اس کو اپنے اسباب میں رکھ لیا پھر اس کو ان دونوں کے سپرد کر دیا اور کہا کہ اس کو میرے متعلقین کے پاس پہنچا دینا۔ پس وہ دونوں ادھر روانہ ہوئے، جدھر ان کو جانا تھا۔ اس شخص کے اسباب کو اس کے مرنے کے بعد ٹٹولا تو جو چیز اس میں سے ان کو پسند آئی، وہ لے لی۔ پھر وہ اس مال کو میت کے متعلقین کے پاس لائے۔ جب ان لوگوں نے مال کی پڑتال کی تو بعض چیزیں، جو ان کا آدمی ساتھ لے گیا، گم پائیں۔ پھر وصیت کو پڑھا تو اس میں پورا مال لکھا پایا۔ تمیم اور اس کے ساتھی کے ساتھ گفتگو کی اور پوچھا کہ کیا ہمارے آدمی نے کوئی چیز فروخت کی؟ ان دونوں نے کہا، نہیں۔ پوچھا: کیا وہ بیمار رہا اس کی بیماری طوالت پکڑ گئی تھی کہ اس نے اپنے آپ پر خرچ کیا تو انہوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں کہ اس کی وصیت میں کیا لکھا ہے۔ ہاں اس نے ہمارے سپرد مال کیا، ہم نے وہ آپ کو پہنچا دیا۔ اُن لوگوں نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی:

”اگر تم کہیں کو سفر کرو اور حالتِ سفر میں تم پر موت کی مصیبت آ پڑے تو ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک لو۔“ [1]

ان دونوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر شریف کے پاس نمازِ عصر کے بعد حلف اٹھایا، پھر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ پھر تمیم کے پاس ایک چاندی کا منقش برتن، جس پر سونے کا ملمع تھا، دیکھا گیا۔ دلائل میں کہا ہے کہ وہ مکہ میں پایا گیا۔ دوسروں نے کہا کہ وہ ہزار درہم کے عوض فروخت کیا گیا۔ پانچ سو درہم تمیم نے اور پانچ سو عدی بن براء نے لے لیے۔ لوگوں نے کہا کہ

”یہ ہمارے آدمی کا برتن ہے، جس کو وہ سفر میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ تم نے بیان کیا کہ اس نے کچھ نہ بیچا اور نہ فروخت کیا۔“

ان دونوں نے کہا کہ

[1] سورۃ المائدہ: 106

''ہم نے اس کو اس سے خریدا تھا اور تم کو بتانا بھول گئے۔''

پس دونوں کا معاملہ رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''پھر اگر گواہی دیئے پیچھے معلوم ہو جائے کہ دونوں گواہ حلف دروغی کے مرتکب ہوئے تو ان کی تردید پر ان کی جگہ دوسرے دو گواہ ان لوگوں میں سے گواہی دینے کھڑے ہو جائیں، جن کا حق دبانا چاہا تھا۔ یہ گواہ قریبی رشتہ دار ہوں، پھر اللہ کی قسم کھائیں کہ پہلے دو گواہوں کی گواہی سے ہماری گواہی زیادہ معتبر ہے۔ ہم نے زیادتی نہیں کی۔ ایسا کیا گیا ہو تو ہم ظالم ٹھہریں گے۔'' [1]

پھر میت کے اولیا میں سے دو آدمی کھڑے ہوئے۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ تھے اور انہوں نے حلف اٹھایا کہ جو کچھ اس کی وصیت میں درج ہے، حق ہے۔ تمیم اور اس کے ساتھی نے اس میں خیانت کی ہے۔ پس تمیم اور اس کا ساتھی اس کی وصیت کی موجودات کے بدلے ماخوذ کیے گئے۔

زجاج کے معانی قرآن میں روایت ہے کہ

''انصار میں ایک آدمی تھا۔ اُس کو ابوطعمہ کہتے تھے۔ اس نے ایک زرہ چرائی اور آٹے کی بوری میں رکھ لی۔ بوری پھٹی ہوئی تھی، اس کی چوری کی جگہ سے اس کے گھر تک آٹا گرتا چلا گیا۔ گمان کیا گیا کہ وہی زرہ کا چور ہے۔ اس کی تحقیقات کی گئی تو وہ زرہ کو یہودیوں میں سے ایک آدمی کے پاس لے گیا اور اس کے پاس اس کو امانت رکھ دیا، پھر اپنی برادری کی طرف گیا۔ اس سے کہا کہ مجھ پر زرہ کی تہمت لگائی گئی ہے، اس کا سراغ لگایا گیا، تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی کے پاس ہے اور یہ کہ اس کا چور یہودی ہے۔ انصاری کی برادری کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے التجا کی کہ آپ ﷺ اس کی طرف سے ان لوگوں سے عذر خواہی اور امداد فرما دیں اور ان کو بتائیں کہ زرہ یہودی نے چرائی ہے۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف عذر خواہی کا ارادہ فرمایا۔ اتنے میں اللہ نے آپ ﷺ کو طرف وحی بھیجی اور آپ ﷺ کو انصاری کی کارستانی سے آگاہ کیا کہ وہ خائن ہے۔ اس کی حمایت میں جھگڑنے سے اللہ نے آپ ﷺ کو منع فرمایا۔

اس ارادہ سے استغفار کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ اللہ نے اپنی کتاب میں جو حکم نازل فرمایا ہے۔ اس پر فیصلہ دیں۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

"اور ایسے لوگوں کی طرف سے آپ ﷺ مت جھگڑیں، جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں۔" [1]

یعنی ابوطعمہ اور اس کی برادری کے وہ لوگ جو اس کی مدد کرتے ہیں، حالانکہ جانتے ہیں کہ وہ چور ہے۔ روایت کیا گیا ہے کہ ابوطعمہ مکہ کی طرف بھاگ گیا اور اسلام سے مرتد ہو گیا۔ مکہ میں ایک دیوار میں اس نے نقب لگائی تا کہ گھر والوں کا مال چرائے تو دیوار اس پر گر گئی، جس نے اس کو مار ڈالا۔

مصنف ابی داؤد میں ہے کہ ہم سے احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے معاذ بن ہشام نے اپنے والد سے اور انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے ابی نصرہ سے اور انہوں نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ

"محتاج لوگوں کے ایک غلام نے متمول لوگوں کے ایک غلام کا کان کاٹ ڈالا۔ اس کے مالک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان (فریق ثانی کے) لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم محتاج لوگ ہیں، تو آپ ﷺ نے اس غلام پر کچھ تاوان نہیں لگایا۔" [2]

ابوعبید کی کتاب میں ہے کہ ابوعبید نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ہے کہ ابیض بن جمال مازنی نے آپ ﷺ سے علاقہ مآرب میں برف کے پانی کے لیے درخواست کی کہ بطور جاگیر عطا فرمایا جائے۔ آپ ﷺ نے اس کو عطا فرما دیا۔ جب وہ واپس جانے لگا تو ایک شخص نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ اس نے کیا چیز بطور جاگیر لی ہے؟ اس نے تو آبِ شیریں لیا ہے۔"

راوی کہتا ہے کہ پس آپ ﷺ نے اس سے واپس لے لیا۔

مؤطا میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بلال بن حارث کو جاگیر عطا فرمائی۔ [3] ابن سحنون کی کتاب میں ہے اور اس کو ابن ابی زید نے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ وہ کسی کی ملک نہ تھی اور جنگل میں تھی۔ اصیلی نے کہا کہ وہ مدینہ منورہ کے قریب ہے اور داخلِ مِلک ہے۔

[1] سورۃ النساء: 107 [2] سنن ابوداؤد: 4590 [3] مؤطا امام مالک: 582

بدچلن عورت کے بارے میں فیصلہ

مصنف ابی داؤد اور واضحہ میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری عورت کسی چھونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کو طلاق دے دے۔''

مصنف میں ہے کہ ''اس کو نکال دے۔'' اس نے عرض کیا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میرا جی اس کے پیچھے جائے۔ واضحہ میں ہے کہ میں اس کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو پھر اس سے فائدہ اٹھاتا رہ۔ [1]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ فرمائیے کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پاؤں تو اس کو قتل کر ڈالوں یا مہلت دوں تاکہ چار گواہ لاؤں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے فرماتے رُک گئے کہ تلوار کا شاہد ہونا کافی ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''اگر غیرت مند اور بے قابو آدمی تتابع نہ کرنے لگے۔''

ابوعبید نے کہا ہے کہ تتابع سے مراد اندھادھند کسی پر آ گرنا ہے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم کتوں کے بارے میں

قاضی ابن زیاد کے احکام میں ہے کہ ان کی طرف کسی قاضی نے خط لکھا۔ جس میں ان سے کتوں

[1] سنن ابو داؤد: 2049...... لاتمتع ید لامس کا ظاہری مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت بدچلن ہے غیر آدمی اس کو بدنیتی سے چھیڑے تو بُرا نہیں مناتی۔ مگر پھر اس پر شبہ وارد ہوتا ہے کہ شوہر ایسا بھی کیا بے غیرت تھا جو پھر بھی کہتا ہے کہ میں اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی بدچلن عورت کے ساتھ جس سے اِرتکاب زنا بعید نہیں زندگی بسر کرنے کی اس کو اجازت کیونکر دی لہٰذا بعض شارحین حدیث نے لاتمتع ید لامس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ وہ گھر کی پوری نگرانی نہیں کرتی جو شخص کسی چیز پر ہاتھ ڈالے، اسے روکتی نہیں۔ اس تاویل سے ہر شبہ رفع ہو جاتا ہے۔

[2] مصنف عبدالرزاق: 434/9

کے بارے میں سوال کیا کہ

''اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کو توفیق دے، ہم کو وہ بات سمجھائیں جس سے اُن کتوں کے معاملہ پر روشنی پڑے، جو بستیوں میں پالے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اذیت پہنچاتے ہیں اور کاٹتے ہیں، وہ بچوں کو ایسے زخم پہنچاتے ہیں، جو مضر ہوتے ہیں۔ جناب کے پاس اس کی شکایت پہنچی ہے۔ اب مبتلا ہونے والوں کی شکایت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔''

ان کی طرف (جواباً) لکھا کہ

''اس بارے میں جو بات واجب ہے، اللہ قاضی صاحب کو توفیق دے، یہ ہے کہ کتوں کے قتل کا حکم دے دیں، مگر وہ جو شکار کے لیے، کھیتی کی حفاظت کے لیے، جو کوئی ریوڑ کے یا کھیتی کے کتے کے علاوہ کتا پالے، اللہ اس کے اجر سے ایک قیراط مٹا دیتا ہے۔'' [1]

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کتوں کو ہلاک کرنے کا حکم فرمایا۔ [2] ایک مرتبہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کتوں کے مارنے کا ارشاد فرمایا تو وہ شخص، جس کو یہ حکم دیا گیا تھا، وہ ایک اندھی بُڑھیا کے گھر پہنچا، جس کا ایک کتا تھا۔ اس نے اس کو مار ڈالنا چاہا۔ عورت مانع ہوئی اور کہا کہ

''جیسے کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے کہ اندھی ہوں، وہ مجھ سے درندوں کو دور کرتا ہے اور مجھ کو اذان سے آگاہ کرتا ہے۔''

وہ شخص حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے پاس واپس حاضر ہوا۔ اس بُڑھیا کے معاملہ کی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو اطلاع عرض کی۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے قتل کا حکم فرمایا اور اس عورت کے عذر پر، جو اس نے پیش کیا تھا، توجہ نہ فرمائی۔ [3] پھر محمد بن عمر بن لبابہ اور حاضرین اہل علم نے اس پر فتویٰ دیا۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا حکم پانی کی ملحقہ زمین پر

ابنِ ابی زید کے نوادر میں ہے کہ ابنِ نافع نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ چاہ قدیم کی ملحقہ زمین پچاس گز ہے اور چاہ جدید میں پچیس گز۔ مجھے ابن ابی ذئب ابن شہاب سے معلوم ہوا اور انہوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے اس کی خبر دی ہے۔ اشہب نے کہا کہ انہوں نے اس حدیث کو سفیان سے،

[1] صحیح بخاری: 3325 [2] صحیح بخاری: 3323 [3] مسند احمد: 26647

انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے ابن مسیب سے، انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ کھیتی کے کنوئیں میں ملحقہ زمین پانچ سو گز ہے۔ ابن شہاب نے کہا ہے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ کھیتی کے کنوئیں کی ملحقہ زمین حدیث میں ہے یا وہ سعید کے قول سے ہے۔ ابن وہب نے اس حدیث کو یونس سے، انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے ابن مسیب سے ذکر کیا اور قدیمی کنوئیں اور نئے کنوئیں میں اسی طرح ذکر کیا، جس طرح پہلے ان کے اردگرد کی زمین مذکور ہو چکی اور کہا کہ کھیتی کے کنوئیں میں اردگرد کی زمین تین سو گز ہے۔ ابن شہاب نے کہا میں نے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے چشموں سے ملحقہ زمین پانچ سو گز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نہروں کے لیے ہزار گز اور جن کنوؤں سے اونٹ پانی کھینچتے ہیں، ان میں تین سو گز اور ابن اشہب ان علما سے جن کو وہ ملے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ وہ کم آب چشموں میں، جو نرم زمین میں ہوں، نو سو گز کا فیصلہ دیتے تھے۔ پس اگر وہ سخت زمین میں ہوتے تو ساڑھے چار سو گز۔

رسول اللہ ﷺ کا حکم اس وکیل کے بارے میں جو اپنی سپرد کردہ چیز کی خرید و فروخت میں نفع کمائے کہ وہ نفع مال والے کا حق ہے

واضحہ میں ہے کہ حدیث بیان کی کہ مجھ سے حضرت ابنِ مغیرہ نے حضرت سفیان ثوری سے اور انہوں نے ابن حصین سے، انہوں نے حکیم بن حزام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہاتھ ایک دینار دے کر بھیجا تاکہ آپ ﷺ کے لیے اس سے ایک قربانی خریدیں۔ انہوں نے قربانی دینار کے عوض خرید کر دو دینار کے عوض فروخت کر دی۔ آپ ﷺ کے لیے ایک اور قربانی ایک دینار کے عوض خرید لی۔ پھر اس زائد دینار کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس (دینار) کو خیرات کر دیا۔ ان کے لیے اپنی تجارت میں برکت حاصل کرنے کی دُعا فرمائی۔ [1]

واضحہ کے علاوہ دوسری کتابوں میں کہا گیا ہے کہ پھر ان کی یہ حالت تھی کہ اگر وہ مٹی بھی خرید لیتے تو اس سے بھی نفع اٹھاتے۔ مذکورہ حدیث بخاری کی کتاب بینات النبوۃ کے اس باب میں ہے، جس میں ذکر ہوا ہے کہ مشرکوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ ﷺ نے ان کو شق قمر کا معجزہ دکھایا۔ [2]

کتاب ابن شعبان میں ہے کہ عروہ بارقی کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دینار دیا کہ اس سے قربانی

[1] سنن ابو داؤد: 3386 [2] صحیح بخاری: 3637

خریدیں۔ انہوں نے اس سے دو قربانیاں خرید لیں۔ پھر ان میں سے ایک قربانی ایک دینار میں بیچ ڈالی اور ایک دینار کی ایک اور قربانی لے آئے۔ راوی نے کہا ہے کہ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے ان کی خرید و فروخت میں برکت کی دُعا کی۔ پھر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس سے نفع کما لیتے۔ ابن شعبان نے حکیم سے اس کی مانند ذکر کیا ہے۔ واضحہ میں حکیم سے اس سے مختلف واقع ہوا ہے۔ حکیم سے زیادہ صحیح وہی ہے، جو واضحہ میں ہے۔

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ایسے مال کے تقاضے پر وکیل بنانے کے لیے، جو موکل کا حق ہو، یا ایسے مال کے ادا کرنے پر، جو اس کے ادا کرنے والے پر واجب ہو، اور اصل اس میں حضور نبی کریم ﷺ کا کارندوں کو مال زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجنا ہے۔ آپ ﷺ کے والیوں کو بھیجنا کہ مسلمانوں کے اموال وصول کریں، جو ان کے لیے واجب ہیں اور یہ کہ بلال رسول اللہ ﷺ کے اخراجات پر (مامور) تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا حکم مختلف امور میں کسی کے گھر میں نظر کرنا

بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کے حجرہ مبارک میں نگاہ ڈالی۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دو شاخہ پتھر تھا، جس سے اپنا سر مبارک کھجلا رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ

"اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے، تو میں اس سے تیری آنکھیں پھوڑ دیتا۔ دیکھنے کی وجہ سے ہی تو اجازت لی جاتی ہے۔" [1]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"اگر کوئی آدمی تم پر بلا اذن نظر ڈالے، پھر تم اس کے کنکری مارو اور اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی الزام نہیں۔" [2]

مردوں کے باپ کی جلاوطنی اور واپسی

یہ بات ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حکم بن ابی العاص کو جو مروان کا باپ تھا، مدینے سے نکال دیا تھا۔ وہ طائف کی طرف چلا گیا تھا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے طائف سے بھی نکال دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت میں اسی

[1] صحیح بخاری: 6901
[2] صحیح بخاری: 6888

طرح مارا مارا پھرتا رہا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کو اس سے بھی دور علاقے میں جلاوطن کر دیا، جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جلاوطن کیا تھا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت بھر اسی طرح رہا۔ پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کو مدینے میں بلا لیا۔ جب وہ ان کے پاس گیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''مرحبا غریب الوطن قریبی کو!''

مبرد نے اپنی کتاب کامل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے جب کہ آپ ﷺ نے حکم کو جلاوطن کیا تھا، اپنے حصولِ حکومت کے وقت اس کو واپس بلا لینے کی اجازت حاصل کر لی تھی اور اس کو فقہا نے روایت کیا ہے۔

ہدیہ کی واپسی

احمد بن خالد نے ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جب سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا تو ان کو ارشاد فرمایا کہ ''میں نے نجاشی کی طرف ایک پوشاک اور کچھ اوقیہ مشک بطور ہدیہ بھیجی ہے۔ مجھے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی انتقال کر گیا ہے۔ پس اگر وہ مجھے واپس مل گئی تو وہ تمہاری ہے۔''

چنانچہ جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہی ہوا۔ پھر اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کو ایک اوقیہ مشک عطا فرمائی اور باقی مشک اور پوشاک اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔ [1]

امام احمد کہتے ہیں کہ یہ دلیل ہے ہبہ کی واپسی پر جب کہ اس پر قبضہ نہ ہوا ہو۔ صدقہ کی واپسی حلال نہیں کیونکہ اس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''اپنے ہبہ کو واپس لینے والا اس کتے کی مانند ہے، جو قے کر کے چاٹ لے۔'' [2]

یہ مدوّنہ اور واضحہ میں بھی آیا ہے۔

آگ کے ساتھ جاندار کو ہلاک کرنے کی نہی

بخاری شریف وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی مہم میں بھیجا اور حکم دیا کہ اگر تم فلاں اور فلاں کو پاؤ (قریش کے دو شخصوں کے بارے میں ان

[1] مسند احمد: 26732 [2] صحیح بخاری: 2589

کے نام لے کر فرمایا) تو اُن کو آگ کے ساتھ پھونک ڈالو۔ پھر ہم روانگی کے وقت آپ ﷺ سے رخصت کی اجازت لینے آئے تو ارشاد فرمایا:

''میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو آگ سے پھونک ڈالو، مگر آگ کے ساتھ خاص خداوند تعالیٰ ہی عذاب دے گا۔ پس اگر تم ان کو پکڑ لو تو قتل کر ڈالو۔''[1]

ان دونوں میں سے ایک ہبار بن اسود اور دوسرا نافع بن عبد عمرو تھا۔ بزار نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے اور ابن اسحاق نے سیر میں ذکر کیا ہے کہ اس کا نام نافع بن عبد شمس فہری ہے۔ وہ دونوں واقعہ بدر کے بعد سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے گئے، جب کہ وہ مکہ سے مدینہ منورہ کو حضور نبی کریم ﷺ کی طرف تشریف لے جا رہی تھیں۔ وہ قریش کے آدمیوں کی ایک جماعت میں مل کر گئے تھے، جو ان کے تعاقب میں تھے۔ پس سب سے پہلے جو ذی طویٰ میں ان کے نزدیک پہنچے، وہ ہبار اور اس کے ساتھی تھے اور وہ حاملہ تھیں۔ اونٹ پر ہودج میں بیٹھی تھیں کہ ہبار نے اونٹ کو لکڑی سے مارا تو حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نیچے زمین پر آ رہیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ ان کا دیور کنانہ بن ربیع ان کے شوہر ابوالعاص بن الربیع کا بھائی ان کے ساتھ آیا تھا۔ وہ ان کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ اس کی کمان تھی اور ترکش تھا۔ جب انہوں نے اس کو آ لیا تو اُس نے بھاوج کو اپنے حال پر چھوڑا اور اپنے ترکش کو کھول ڈالا اور کہا:

''واللہ! جو شخص بھی میرے قریب آئے گا، میں اس کو تیر کے ساتھ چھید دوں گا۔ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔''

ابوسفیان قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ آیا اور بولا:

''اے شخص! اپنے تیر کو روک یہاں تک کہ میں تجھ سے گفتگو کروں۔''

پس ابوسفیان آگے بڑھا حتیٰ کہ اس کے پاس جا کھڑا ہوا پھر کہا:

''تم نے اچھا نہیں کیا، جو اس عورت کے ساتھ لوگوں کے سامنے علانیہ نکلے۔ حالانکہ تم کو ہماری مصیبت اور ہماری گردش اور جو کچھ محمد (ﷺ) کی وجہ سے ہم پر گزری، معلوم ہے۔ پس تم اس کی بیٹی کے ساتھ علانیہ لوگوں کے سامنے سے ہمارے روبرو گزرے تو لوگوں نے سمجھا کہ تمہاری یہ دلیری اس ذلت کی قبیل سے ہے، جو ہماری پیش آمدہ مصیبت کی وجہ سے ہم کو پہنچی ہے۔ یہ ہماری کمزوری اور سستی کی وجہ سے

[1] صحیح بخاری: 3016

ہے۔ پس خدا کی قسم کہ ہمیں اس کو اس کے باپ سے جدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ اس بارے میں ہم نے کوئی ہنگامہ برپا کیا ہے لیکن تم اس عورت کو واپس لے جاؤ۔ یہاں تک کہ جب غوغا تھم جائے اور لوگ کہنے لگیں کہ ہم اس کو واپس لے آئے تو پوشیدہ طور سے اسے نکال لے جانا اور اس کے باپ کے ساتھ جا ملانا۔"

چنانچہ ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں وہ چند راتیں مکہ میں رہیں، یہاں تک کہ چرچا تھم گیا تو وہ ان کو رات کے وقت لے کر نکلا، یہاں تک کہ ان کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کے حوالے کیا۔ وہ دونوں اس کے ساتھ گئے تھے اور ان غاروں میں سے کسی میں چھپ رہے تھے۔ پس دونوں ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔

شہرِ طائف کا محاصرہ

سیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام میں جس پر پہلی مرتبہ منجنیق کو استعمال فرمایا، وہ اہل طائف ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت دبابہ [1] کے نیچے داخل ہوئی۔ وہ اس کے ساتھ طائف کی فصیل پر حملہ آور ہوئے تاکہ اس کو توڑ ڈالیں۔ بنوثقیف نے ان پر تیر پھینکے اور بہت سے آدمی مار ڈالے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے انگور کے باغ اجاڑ دینے کا حکم فرمایا۔ لوگ ان کو کاٹنے کے لیے پل پڑے۔ ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ طائف کی طرف آگے بڑھے اور آواز دی کہ

"اے بنوثقیف! ہم کو امن دو حتیٰ کہ ہم تم سے گفتگو کریں۔"

تو ان دونوں کو انہوں نے امن دیا۔ انہوں نے قریش اور بنی کنانہ کی عورتوں کو پکارا تاکہ ان کے پاس آئیں اور وہ ان کے گرفتار ہونے سے ڈرتے تھے۔ وہ آئیں، ان میں آمنہ بنت ابوسفیان تھی، جو عروہ بن مسعود کے نکاح میں تھی۔ اس سے اس کا بیٹا داؤد بن عروہ بن مسعود تھا۔ ابن ہشام نے کہا ہے کہ ام داؤد، میمونہ بنت ابی سفیان کو کہا جاتا ہے، جو ابی مرہ بن عروہ بن مسعود کے نکاح میں تھی۔ اس سے اس کا بیٹا داؤد بن ابی مرہ پیدا ہوا۔ جب وہ عورتیں ان کے پاس آئیں تو ان دونوں کو ابن اسود ابن مسعود نے کہا کہ

"اے ابوسفیان اور اے مغیرہ! کیا تم کو اس سے بہتر چیز کی طرف رہنمائی نہ کروں،،
جس کے لیے تم آئے ہو، بنو اسود کا مال وہاں ہے، جہاں تم کو معلوم ہے۔"

[1] دبابہ منجنیق کی قسم ایک قلعہ شکن آلہ ہوتا تھا۔ اب قلعہ شکن توپوں نے اُن آلات کو معطل کر کے دنیا سے نابود کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اس کے اور طائف کے درمیان ایک وادی میں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے، جس کو وادی عقیق کہا جاتا ہے۔ طائف میں کوئی مال بنی اسود کے مال سے زیادہ بھاری رشوت کے قابل یا زیادہ گرانباری والا یا بڑی مال داری کے لائق نہیں ہے۔ اگر محمد ﷺ نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو ہمیشہ کے لیے ان کی گزر اوقات نہیں کرائے گا۔ پس اب دونوں حضرات ان سے گفتگو کریں کہ خواہ اس کو اپنے لیے مسخر کر لیں یا اللہ کے لیے اور قرابت کے لحاظ سے اس کو چھوڑ دیں۔ بلاشبہ ہمارے اور ان کے درمیان وہ قرابت ہے، جو غیر معلوم نہیں رہ سکتی۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کو ان کے لیے چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی اقامت کے دوران میں جب کہ آپ ﷺ طائف کا محاصرہ کیے تھے، کچھ غلام آپ ﷺ کے پاس اُترے اور اسلام لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اہلِ طائف کی ایک جماعت نے بعد اس کے کہ وہ اسلام لا چکے، ان غلاموں کے بارے میں گفتگو کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اللہ کے آزاد کیے ہوئے ہیں۔

رحم و کرم کی اعلیٰ مثال

بخاری شریف میں ہے کہ مروان اور مسور بن مخرمہ نے عروہ کو خبر دی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا، جب کہ ہوازن [1] کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ ان کے اموال اور قیدی واپس دیئے جائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''میرے ساتھ [2] وہ لوگ ہیں، جن کو تم دیکھ رہے ہو اور میرے نزدیک پسندیدہ بات وہ ہے، جو سچ ہو۔ پس تم دو قسموں میں ایک کو اختیار کر لو۔ یا مال یا قیدی اور میں تمہارا منتظر تھا۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے کچھ اوپر دس راتیں گزاری تھیں۔ تب طائف سے علیحدہ ہو چکے تھے۔ پس جب ان پر روشن ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ دونوں قسموں میں سے صرف ایک کو واپس کریں گے تو

[1] جنگ حنین میں اسلامی فوج کے حریف مقابل بنو ہوازن اور بنو ثقیف تھے۔ بنو ثقیف بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہو گئے اور بنو ہوازن قید ہو گئے اور ان کا تمام مال بطورِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

[2] جنگ حنین میں مسلمانوں کے ساتھ مشرکین مکہ بھی شامل ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ کا مطلب یہی ہے کہ اگر ہمارے ساتھ صرف مسلمان ہوتے تو واپسی اموال و سبی پر ان کو راضی کر لینا دُشوار نہ تھا، مگر تم دیکھتے ہو کہ کفار بھی ہمارے ساتھ ہیں ان کو کیوں کر راضی کیا جائے۔

تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے قیدی چھڑا لینا چاہتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے، پھر اللہ کی حمد و ثنا کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر ارشاد فرمایا:

''امابعد! تمہارے بھائی ہمارے پاس تائب ہو کر آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دیئے جائیں، پس جو شخص تم میں سے بخوشی ایسا کرنا چاہے، وہ کرے اور جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ اپنے حصے پر رہے حتیٰ کہ ہم اس کو اس کا حصہ پہلے مالِ غنیمت سے دیں گے، جو اللہ ہم کو عطا فرمائے گا، تو وہ ایسا ہی کرے۔''

اس پر لوگوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! ہم خوش ہیں۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ کون تم میں سے (واپسی کا) اذن دے رہا ہے، کون اذن نہیں دیتا۔ پس تم واپس جاؤ حتیٰ کہ تمہارے لیڈر تمہارا معاملہ ہمارے سامنے پیش کریں۔''

پس لوگ واپس چلے گئے [1] اور ان لیڈروں نے ان سے گفتگو کی۔ پھر وہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف واپس آئے اور آپ ﷺ کو خبر دی کہ انہوں نے قیدیوں کو واپس کرنے کا اذن دے دیا ہے۔

(اس واقعہ) میں فقہی نکتہ غائب کو کوئی چیز ہبہ کرنا ہے، اس کو بخاری نے ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اوامر و نواہی

علما کا اختلاف رسول اللہ ﷺ کے اوامر اور نواہی میں جس طرح سے ہے، اس بارے میں اصحاب ظاہر اور بعض اہلِ حدیث نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اوامر فرض ہیں اور آپ ﷺ کے نواہی حرام ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کے فرمان عالیشان کو قرآن کی مانند ٹھہرایا ہے۔ دوسرے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اوامر اس تفصیل پر ہیں جس پر علما نے ان کو لیا ہے۔ پس جس کو فرض پر محمول کیا ہے، وہ فرض ہے اور جس کو سنت پر محمول کیا ہے، یا مستحب، پس وہ ایسا ہی ہے آپ ﷺ کے نواہی حرام ہیں۔ یہی مذہب امام مالک رحمہ اللہ کے شاگردوں کا ہے۔ یہ احادیث اس کی تائید کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

[1] صحیح بخاری: 2308

''جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے جاگے تو چاہیے کہ اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے، قبل اس کے کہ ان کو اپنے وضو کے برتن میں داخل کرے، کیونکہ کوئی تم میں سے یہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے۔'' [1]

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

''جو شخص وضو کرے تو اسے چاہیے کہ ناک جھاڑے، جو شخص استنجا کو جائے تو اپنے ساتھ طاق ڈھیلے لے جائے۔'' [2]

حالانکہ خواب سے اٹھتے وقت ہاتھ دھونا اور ناک جھاڑنا اکثر علما کے نزدیک فرض نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قسم کے بہت سے اوامر ہیں، جو فرض نہیں ہیں۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ

''جب امام کہے سمع اللہ لمن حمدہ، تو تم کہو ربنا لک الحمد۔'' [3]

ایک اور حدیث میں ہے کہ

''جب امام کہے ولا الضّالین تو تم کہو آمین۔ [4] جب تم موذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو جو کچھ موذن کہتا ہے، تم بھی کہو۔'' [5]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ بند کرنے، مشک کا منہ باندھنے، برتن ڈھکنے، چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان عالیشان کہ سائل کو دو اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ [6]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ عالیشان کہ جب تم میں سے کوئی جوتی پہنے تو دائیں پاؤں سے شروع کرے، [7] یہ تو آداب اور پسندیدہ باتیں ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس میں سے جس قدر تم کر سکو، اتنا بجا لاؤ۔ جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو سب سے باز آؤ۔'' [8]

امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کی تائید کرنے والی باتوں میں سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر اس تفصیل پر ہیں، جیسے کہ ان کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حاصل کیا ہے، یہ بھی ہے جیسا جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ

''کوئی تم میں سے اپنے ہمسائے کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع نہ کرے۔'' [9]

[1] صحیح بخاری: 162 — [2] صحیح بخاری: 161 — [3] صحیح بخاری: 796

[4] صحیح بخاری: 780 — [5] صحیح بخاری: 611 — [6] موطا امام مالک: 1876

[7] صحیح بخاری: 5856 — [8] صحیح بخاری: 7288 — [9] صحیح بخاری: 2463

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

''کیا بات ہے کہ میں تم میں سے کسی کو اس سے روگردانی کرتے دیکھتا ہوں۔ واللہ میں تمہارے سامنے اس کو پیش کر رہا ہوں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم فرمانا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو فرض پر محمول نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منع فرمانا انگور و خرما کے مخلوط نچوڑ سے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منع فرمانا دودھ و خرما کھانے سے اور ثرید کی چوٹی میں سے کھانے اور راستے پر آخر شب میں ڈیرا کرنے سے اور اسی قسم کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواہی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جن نواہی کو علما نے حرام پر محمول کیا ہے، ان میں سے سونے کو چاندی کے عوض میعاد پر بیچنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہی ہے، پھلوں کو بیچنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہی ہے حتیٰ کہ وہ پکنے لگیں اور کھانے کو بیچنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہی ہے، یہاں تک کہ وہ پک جائے۔ پیٹ کے بچے کو بیچنے سے اور بیعانے کے سودے سے اور تر کھجوروں کو درخت کے اور پھر خشک کھجوروں کے عوض بیچنے سے، بٹائی پر زمین دینے سے اور حصہ پر زراعت کرانے سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منع فرمانا چوپایوں کو بھوکے پیاسے باندھنے سے اور صورت بگاڑنے سے، چوپایوں کو باہم لڑانے سے اور ستاروں کی تعبیر سے اور تصویروں سے، مگر وہ جو کپڑے میں (پاؤں کے نیچے) منقش ہوں اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور شک کے دن روزہ رکھنے سے اور اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان نواہی میں سے جن میں علما کا اختلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شغار [1] سے منع فرمانا ہے، کچلیوں والے درندوں کا گوشت کھانے سے روکنا، روزے کے ساتھ روزہ بلا افطاری و سحری بلانے، اکیلی چادر کو اپنے اوپر لفافہ بنا لینے، متعہ سے، قافلے والوں کو سودے کے لیے پہلے جا ملنے سے، گرانی کی امید پر اناج کو بند رکھنے سے، کتے کی قیمت سے، کدو اور روغن دار برتن میں نبیذ بنانے سے منع فرمانا ہے۔

پس اکثر علما نے ان کو حرام پر محمول کیا ہے مگر چادر کو اپنے اوپر لفافہ بنانا جبکہ اس پر اور کپڑا ہو، تو وہ بہت خفیف ہے۔ اس میں امام مالک رحمہ اللہ کا قول مختلف ہے۔ پس اگر اس پر اور کپڑا نہ ہو تو حرام ہے۔ کیونکہ اس میں شرم گاہ ننگی ہوتی ہے۔ اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے میں آدمی کو زانو کھڑے کر کے بیٹھنے منع فرمایا، جب کہ اس کی شرم گاہ پر اس کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

[1] شغار یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تم اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دو اس کے عوض میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں اور مہر کا ذکر نہ ہو۔

بخاری شریف میں کتاب البیوع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آدمی ایک کپڑے میں زانو کھڑے کر کے بیٹھے، پھر اس کو اپنے کندھوں پر ڈال لے [1] اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر احوال

سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

فاکہی نے کہا ہے کہ جس کمرہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، وہ حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے گھر میں تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی حالت پر رہا حتیٰ کہ دو خلیفوں یعنی موسیٰ اور ہارون کی والدہ اور وہ خیزران میں آئیں۔ انہوں نے اس کو مسجد بنا دیا اور نماز پڑھی جانے لگی۔ اس کو گھر کی حیثیت سے خارج کر دیا۔ بعض اہل مکہ نے بیان کیا کہ بعض لوگوں نے اس گھر میں سکونت اختیار کی، پھر اس سے چلے گئے۔ انہوں نے کہا کہ

”واللہ! اس میں ہم کو کوئی آفت نہیں پہنچی، نہ محتاجی، جب ہم اس سے نکلے تو ہم پر زمانہ سخت ہو گیا۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ

”مجھ کو میرے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رات گزاری تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دُعا فرماتے ہوئے سنا کہ ”الٰہی! میں تجھ سے تیری خاص رحمت کا سوال کرتا ہوں، جس سے تو میرے دل کو ہدایت دے، اس سے میری پراگندگی کو جمعیت سے بدل دے، اس سے میری پریشانی کو دلجمعی بنا دے، اس کی بدولت مجھ سے فتنوں کو دور کر دے، اس کے ساتھ میرے حال کو بہتر کر دے، میرے غائب کی حفاظت کر دے اور میرے موجود کو بلندی بخش اور اس سے میرے چہرے کو نورانی کر دے۔ اس سے میرے عمل کو پاک کر دے، اس سے مجھ کو میری راست روی سمجھا دے اور اس سے مجھ کو ہر برائی سے بچا دے۔

[1] صحیح بخاری: 5820

الٰہی! مجھ کو سچا ایمان دے اور ایسا یقین، جس کے بعد کفر نہ ہو، ایسی رحمت جس سے میں دنیا و آخرت میں تیرے کرم کا شرف حاصل کروں۔ الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں قضا کے وقت کامیابی اور شہیدوں کی مہمان کا، اہلِ سعادت کی زندگی کا، انبیا کی رفاقت کا اور دشمنوں پر فتح پانے کا۔" [1]

رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت مکہ میں پیر کے دن ربیع الاوّل کی بارہویں رات کو سال فیل میں نیسان کی بیسویں تاریخ کو ہوئی اور پیر کے دن چالیس سال کی عمر مبارک میں نبوت سے مشرف ہوئے۔

یہ امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ اہلِ علم کا قول ہے۔ برقی محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم نے کہا ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول ہوا تو آپ ﷺ پینتالیس سال کے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن تریسٹھ سال کی عمر مبارک میں وصال فرمایا۔ [2] نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ سال اور مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے۔

ابن عبدالبر نے کتاب التمہید میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ ولید بن مسلم نے شعیب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عطا خراسانی سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ عبدالمطلب نے حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ ﷺ کا عقیقہ کیا، آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے لیے ضیافت کی اور آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی "محمد ﷺ" رکھا۔ اس روایت میں ہے کہ جو ابن وضاح سے کی گئی ہے کہ قریش نے پوچھا کہ

"تم نے اس کا نام محمد (ﷺ) کیوں رکھا اور اپنے نام اور اپنے آبا کے ناموں کو چھوڑ دیا؟"

انہوں نے کہا تا کہ اہل آسمان و زمین ان کی تعریف کریں۔

نبیِ اکرم ﷺ کا کفن دفن اور غسل

مؤطا وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سحولی پارچات میں کفن دیا گیا، جن میں نہ قمیص تھی، نہ عمامہ تھا، کہا جاتا ہے کہ اُن میں یمنی چادر تھی۔ [3] اس کو ابن ابی زید نے نوادر میں ذکر کیا ہے۔ سحول یمن کے دیہات سے ایک گاؤں ہے۔

[1] جامع ترمذی: 3419 [2] صحیح بخاری: 3536 [3] صحیح بخاری: 1387

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان میں ایک وہ کپڑا ہے، جس میں آپ ﷺ علیل ہوئے تھے۔ اس کو ابن مفرح نے ابومنصور محمد بن سعد سے، انہوں نے سفیان بن موسیٰ سے، انہوں نے ایوب سے، انہوں نے عبدالرحمن بن قاسم بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

''جب لوگوں نے غسل کا ارادہ کیا تو چاہا کہ آپ ﷺ کی قمیص مبارک اُتاریں جو آپ ﷺ نے زیب تن فرمائی تھی تو ایک آواز آئی کہ قمیص نہ اُتارو۔ پھر آپ ﷺ کو غسل دیا گیا بحالیکہ وہ آپ ﷺ پر موجود رہی۔''

واضحہ وغیرہ میں ہے کہ زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا اور آپ ﷺ کو قبرانور میں داخل کیا، وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت شقران رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے اور شُقران کا نام صالح تھا۔ شعبی نے کہا کہ چوتھے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ چوتھے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور شُقران رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ نے ہی آپ ﷺ کے غسل پاک کا کام سرانجام دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے سینے کے ساتھ سہارا دیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ اور حضرت قثم رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ آپ ﷺ کے پہلو بدلتے تھے اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت شُقران رضی اللہ عنہ آپ ﷺ پر پانی ڈالتے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو غسل پاک دیتے تھے بحالیکہ آپ ﷺ پر قمیص تھی۔ اس کے اوپر سے آپ ﷺ کا بدنِ انور ملتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے بدنِ انور تک ان کا ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عرض کرتے تھے کہ

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بحالت زندگی اور بحالت وصال کس قدر پاکیزہ ہیں۔''

آپ ﷺ کو سعید بن جثامہ کے کنوئیں سے غسل دیا گیا، جو قبا میں تھا، اس کو بیئر القدس کہا جاتا ہے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دو صحاری کپڑوں اور ایک یمنی چادر میں کفن دیا گیا۔ ان میں آپ ﷺ کو لپیٹا گیا اور موطا میں ہے کہ

پس میں نے ان فیصلہ جات کو ذیل کی کتابوں سے اخذ کیا ہے:

1. مؤطا، امام مالك بن انس
2. تفسير ابن السّلام
3. معانی القرآن زجاج
4. تفسير النحاس
5. مفصل
6. الاحكام اسماعيل القاضی
7. الهدايه، مكی بن ابی طالب
8. صحيح بخاری
9. صحيح مسلم
10. مصنف عبدالرزاق
11. سنن ابی دائود
12. سنن نسائی
13. مسند ابن ابی شيبه
14. مسند بزار
15. سيرت ابن هشام
16. شرح الحديث ابی عبيد
17. شرح غريب الحديث، خطابی
18. الكامل
19. المدوّنة الكبریٰ
20. مختصر مدوّنه
21. مستخرجه
22. كتاب الواضحه لابن حبيب
23. نوادر الاصول للحكيم الترمذی
24. كتاب ابن شعبان
25. دلائل اصيلی
26. احكام ابن زياد
27. تاريخ ابن ابی خيثمه
28. شرف المصطفیٰ
29. كتاب الاموال ابی عبيد
30. كتاب الاموال قاضی اسماعيل
31. كتاب محمد بن نصر المروزی
32. تفسير الموطا ابن مزين
33. داؤدی
34. قنازعی

یہ کل چونتیس کتابیں ہیں۔

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَ سَلِّم تَسْلِيْمًا وَّ عَلٰى اٰلِهٖ و اَصْحَابِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ!!

ریاست بہاول پور کے ایک قصبہ قائم پور کے اندر ایک نہایت دین دار اللہ والے شخص رہتے تھے۔ ان کا اسم گرامی حکیم مولوی محمد عثمان تھا۔ باری تعالیٰ نے انہیں پہلوٹھی کا بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام انہوں نے محمد عبدالرشید رکھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد والد ماجد نے اپنے سعادت مند بیٹے کو رشد و معرفت کی راہ پر ڈال دیا۔ طویل سفر کی منزلیں طے کرنے اور بہت سی زبانوں پر عبور حاصل کرنے کے بعد وہ حکیم محمد اجمل خاں کے طبیہ کالج دہلی میں داخل ہو گئے۔ وہاں سے گولڈ میڈل کے ساتھ افضل الحکماء کی اعلیٰ ترین ڈگری حاصل کر لی اور حکمت و طب کا پیشہ اختیار کر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب غیر منقسم ہندوستان میں مسلمان ریاستیں اپنی شناخت سے پہچانی جاتی تھیں اور والیانِ ریاست کے معالج خصوصی دیارِ غیر سے نہیں بلوائے جاتے تھے۔ حکیم محمد عبدالرشید کی مسیحائی اور نبض شناسی کی دھوم والئی ریاست بہاول پور تک پہنچ چکی تھی۔ جس کے باعث وہ ریاست بہاول پور کے نواب صادق محمد خان عباسی کے معالجِ خصوصی منتخب ہو گئے۔ انہیں دربار شاہی میں کرسی عطا ہوئی اور افسر الاطباء کا منصب تفویض کیا گیا۔ حکیم صاحب قبلہ کو کئی حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک حج کے دوران ان کی شہرت شاہ سعود تک پہنچ گئی۔ اس زمانے میں ان کی والدہ مکرمہ کو دوسرے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ شاہ سعود نے انہیں اپنی والدہ مکرمہ کے علاج کے لیے طلب فرمایا تھا۔ حکیم صاحب نے ان کا علاج کیا، ربّ ذوالجلال کی عنایتوں اور رحمتوں سے ان کی والدہ چند دنوں میں ہی صحت یاب ہو گئیں۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اپنے خسروانہ انداز میں کہا: ''اے طبیب! مانگ تُو انعام میں کیا لینا چاہتا ہے؟'' زمانے کی دولتیں اور جائیدادیں چھوڑ کے اس شخص نے غلافِ کعبہ جیسا انعام لینے کو ترجیح دی۔ شاہ سعود نے اپنا وعدہ ایفا کیا۔ اس سال جو غلافِ کعبہ تبدیل کیا گیا اس کا لازوال تحفہ عطا کیا۔ انہیں سنہری خلعت پہنائی گئی۔ کلام پاک اور دیگر دینی کتب کے قلمی نسخے تحفتاً دیے اور انہیں ابوالعرفان کے خطاب سے بھی نوازا۔ یہ غلافِ کعبہ اگرچہ ضعیف ہو چکا ہے مگر ان کی اولاد کا یہی سب سے قیمتی اثاثہ بھی ہے۔ جس کی زیارت سب خاندان والے گاہے گاہے کرتے رہتے ہیں۔ اس نسبت سے حکیم صاحب قبلہ نے اپنی حویلی کا نام ''دارالعرفان'' رکھ دیا تھا۔

اباجی! اب تک جو بھی میں نے پایا آپ کے قدموں کے طفیل پایا......!!

خاک پائے والدین

بشریٰ رحمٰن

حضورِ انور ﷺ اس دُنیا میں جن مقدس حیثیتوں میں تشریف لائے، اُن میں سے آپ ﷺ کی ایک مبارک حیثیت ''قاضی بالحق'' کی بھی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے اشخاص آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں اپنے معاملات و مقدمات فیصلہ کے لیے پیش فرماتے تھے۔ حضرات محدثین کرام نے اپنے اپنے مجموعوں میں متفرق طور سے ان کو روایت کیا ہے۔ بعض علمائے متاخرین نے ان کو علیحدہ رسالوں کی صورت میں جمع کر دیا ہے تاکہ ضرورت مندوں کو آسانی ہو۔ اس قسم کی دو کتابیں بہت اہم اور معروف ہیں اُن میں سے ایک امام ظہیر الدین مرغینانی حنفی کی ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' ہے اور دوسری عبداللہ محمد بن فرج المالکی القرطبی کی کتاب اسی نام سے ہے، جو مصر میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب اسی دوسری کتاب کا ترجمہ ''دربارِ رسول ﷺ کے فیصلے'' کے نام سے پیشِ نظر ہے۔ اس کو جناب حکیم محمد عبدالرشید صاحب نے بڑی محنت سے عربی سے اُردو میں منتقل کیا ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے مسلمانوں کے لیے مفید ہوگی کہ اس کو سامنے رکھ کر اُن کو اپنی اِصلاح و تزکیہ اور نزاعات کے فیصلے کا موقع ملے گا۔ اسلامی عدالتوں کے سامنے خالص قانونِ اسلام کی نظیر پیش ہوگی، جس سے اُن کو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کا موقع ہاتھ آئے گا۔

سیّد سلیمان ندوی

آنحضور ﷺ کے یہ فیصلے دائماً واجب الاتباع اور ناقابل ترمیم و تنسیخ ہیں۔ کتب حدیث میں ان کا عظیم الشان ذخیرہ محفوظ ہے اور بعض علما نے انہیں الگ مجموعوں کی صورت میں بھی مرتب کیا ہے جن میں ایک مختصر کتاب حافظ ابوبکر بن شیبہ کی ہے جس کا نام ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' ہے۔ بعد میں ابوعبداللہ محمد بن فرج المالکی القرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو تیس سے زاید کتابوں سے ماخوذ اور نسبتاً زیادہ مفصل ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ پہلے ابوالعرفان حکیم محمد عبدالرشید صاحب نے شائع کیا تھا جو نایاب تھا۔ اب مرحوم کے ورثا اس کی طبع جدید کا انتظام کر کے شائقین کی تشنگی کو رفع کر رہے ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ مسلمان اس سعی کا خیر مقدم کریں گے اور اس سے استفادے کو باعث سعادت سمجھیں گے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودُودی

کتاب ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' کو دنیائے عدل و انصاف میں اہم مقام حاصل ہے، ادوار اسلامی میں یقیناً یہ مجموعہ اقضیۃ الرسول ﷺ عدالت ہائے اسلامی کے لیے ایک رہ نما رہی ہے اور مقدمات کے اسلامی فیصلوں کا عنوان۔ ضرورت تھی کہ عدالت ہائے پاکستان کے محترم و معزز قاضیوں (ججوں) کے لیے اسے اُردو زبان میں بہ کمال احتیاط پیش کیا جائے تاکہ عدالت ہائے پاکستان کے فیصلے روشنیٔ قرآن و حدیث سے عبارت ہوں۔ میرے نہایت اچھے دوست اور بزرگ عالی جناب محترم حکیم محمد عبدالرشید بہاول پوری صاحب نے ''اقضیۃ الرسول ﷺ'' کا نہایت فصیح و محتاط ترجمہ کر کے عدالت ہائے پاکستان کی ثبات کے ساتھ مدد کی ہے۔ ریاست اسلامی پاکستان میں اس صورت حال کو بہ نگاہ تشویش دیکھنا چاہیے اور مستقبل کے لیے صحیح فیصلہ کرنا چاہیے۔

حکیم محمد سعید

WWW.

ISBN: 978-969-662-190-4

STAY CONNECTED